اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ
شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا
حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○
(القرآن: پارہ ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۹)

# کتاب الطلاق

اس کتاب میں دیگر مسائلِ طلاق کے علاوہ
ان مسائل پر بھی بڑی مدلّل اور تحقیقی انداز میں بحث کی گئی ہے۔

**طلاقِ غضبان • طلاقِ ثلاثہ • طلاقِ سکران • طلاقِ مکرہ**


مؤلف

حضرت مفتی سیّد مختارالدین شاہ صاحب

خلیفہ مجاز

برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ

نام کتاب.............................**کتاب الطلاق**

مصنف................................حضرت مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب مدظلہ

طبع..................................2012ء

تعداد..................................1100

مطبع.................................القادر پرنٹنگ پریس 021-32722272

ملنے کے پتے

مفتی عبید اللہ صاحب (المنصور جنرل اسٹور)

جامعہ زکریاؒ دار الایمان، کربوغہ شریف کوہاٹ۔

فون نمبر: 0302-8022313 / 0925-662313

حاجی عبدالسلام صاحب

دار الایمان، ایمان منزل، مکان نمبر B-375، بلاک 10، فیڈرل بی ایریا کراچی.

فون نمبر: 0321-3040666

ضیاء الرحمٰن

مکتبہ انوار القرآن، محلّہ جنگی، قصہ خوانی بازار، پشاور۔

فون نمبر: 0300-5722681

شبیر احمد خان

جامعہ زکریاؒ للعلوم الاسلامیہ، ولی آباد، بیرون کوہاٹی گیٹ، پشاور سٹی۔

فون نمبر: 03005902003

مولانا ذبیح اللہ

دار الایمان والتقویٰ، سورانی، بنوں۔

فون نمبر: 0331-2441353، 0928630062

محمد وقاص

مکتبہ اسلامیہ کمال پلازہ، دکان نمبر 4، کوہاٹ۔

فون نمبر: 0332-8829000

شیر محمد

قرآن محل کمال پلازہ، دکان نمبر 26، کوہاٹ۔

فون نمبر: 0342-8056255

سعید قصوری

مکتبہ دار الایمان نزد پرانی چنگی، نظام پورہ روڈ، قصور۔

فون نمبر: 0300,0321-6581661

مولانا ظہور احمد عباسی

دار الایمان بالمقابل مسجد صدیق اکبر الہ آباد ویسٹرج 3 راولپنڈی۔

فون: 0321-2032856

# فہرست عنوانات

## طلاق خلع اور فسخ نکاح کی مذمت اوراس کی ضرورت!

دینِ اسلام نے نکاح زوجین اوران کے ہر معاملہ اور ہر حال کے لیے جو ہدایت دی ہیں۔ان سب کا حاصل یہ ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ کے لئے زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے اوراس کے ٹوٹنے اور ختم ہونے کی نوبت کبھی نہ آئے۔شیطان بھی زوجین میں پھوٹ پڑنے پر بہت خوش ہوتا ہے کیونکہ مردو عورت کے تعلق کی درستگی اور خرابی پر پورے انسانی تمدن کی درستگی اور خرابی کا دارومدار ہے اسی لئے شیطان بھی زوجین میں پھوٹ پڑنے پر بہت خوش ہوتا ہے۔چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت اور مرکز پانی پر جما کر زمین کے ہر گوشے میں اپنے شیطانی لشکر کو لوگوں کے گمراہ کرنے کے لیے روانہ کرتا ہے۔ان سب میں سے ابلیس کے قریب تر وہ ہوتا ہے جس کی گمراہی اور فتنہ بہت بڑا ہو پھر وہ لشکر واپس آکر اپنی اپنی کارگذاری ابلیس کو سناتے ہیں۔کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں فتنہ برپا کیا،کوئی کہتا میں نے گمراہی پھیلائی مگر ابلیس ہر ایک سے یہ کہتا ہے کہ تو نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔پھر ایک آتا ہے اور اطلاع دیتا ہے کہ میں میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال آیا ہوں۔یہ سن کر ابلیس اسے اپنے قریب لاتا ہے اوراسے گلے سے لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ بس تو کام کرکے آیا ہے۔(مسلم،مشکوٰۃ باب الوسوسہ)

درحقیقت خاوند اور بیوی میں جدائی ڈالنا بہت بڑا فتنہ ہے۔کیونکہ اس لڑائی وجدائی کا اثر صرف خاوند اور بیوی پر ہی نہیں پڑتا بلکہ پوری نسل کی تباہی وبربادی کا سبب بن جاتا ہے۔خاندانوں اور قبیلوں میں عداوتیں وافتراق اور پھوٹ پڑتی ہیں اور خاندانوں کے درمیان فساد تک کی نوبت آن پڑتی ہے اور پورا معاشرہ بری طرح متاثر ہو جاتا ہے۔لہٰذا بیوی اور شوہر کی لڑائی صرف ایک فتنہ نہیں بلکہ سینکڑوں فتنے اس کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ اسی لیے ابلیس اس فتنے کو پھیلا کر بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جو اسباب اور وجوہ رشتہ کو توڑنے یا اس میں پھوٹ ڈالنے کے ہیں،قرآن وسنت کی تعلیمات نے ان تمام اسباب اور وجوہ کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے۔لیکن اس کے باوجود کبھی ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ شوہر اور بیوی کے درمیان تلخیاں اور ناگواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ایسی ناموافق صورت میں اسلام تنبیہ اور ترغیب دے کر دونوں کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ

ناگواری کے بجائے تعلقات کوخوشگوار بنانے کی کوشش کریں، اگر بات بڑھ جائے اور زجر وترغیب سے کام نہ چلے تو شوہراور بیوی کوخاندان والوں میں سے چندافراد کوثالث بنا کر معاملہ طے کرنے کی تعلیم وترغیب دی ہے۔لیکن بعض اوقات ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں کہ اصلاحِ حال کی تمام کوششیں ناکام ہوجاتی ہیں اور یہ تعلق راحت و مسرت کے بجائے وبالِ جان بن جاتا ہے اور دونوں کی بھلائی اس تعلق کے ختم کرنے میں ہوتی ہے۔ایسے حالات میں جب موافقت کے سارے امکانات ختم ہوجائیں تو اسلام نے طلاق، خلع اور فسخِ نکاح کا قانون دے کر رشتہ کوتوڑنے کی اجازت دی ہے۔اگر ایسے حالت میں بھی طلاق خلع اور فسخِ نکاح کی اجازت نہ ہوتو پھر یہ تعلق اور رشتہ ہی کسی بھی وقت عظیم فتنہ اور عذاب کا سبب بن سکتے ہیں۔لیکن اس قانون کو جاری کرنے کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ طلاق نہایت مبغوض اور مکروہ کام ہے۔جہاں تک ممکن ہواس سے پرہیز کرنا چاہیۓ۔چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشادمبارک ہے کہ:

((ما احلّ اللّٰهُ شيئاًاَبغَضُ مِنَ الطَّلَاقِ))

یعنی ''اللہ تعالیٰ نے کسی ایسی چیز کوحلال نہیں کیا جوطلاق سے بڑھ کراسے ناپسند ہو۔''(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((اَبغَضُ الحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ اَلطَّلَاقُ))

یعنی ''حلال اور جائز چیزوں میں اللہ تعالیٰ کوسب سے زیادہ مبغوض اور ناپسند کام طلاق ہے۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے:((عن ابی موسٰی أن النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا تطلّق النّساء إِلَّامِن رِيبَةٍإِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ ذَوّاقِينَ وَلَاالذَوّاقَاتِ))

(رواه البزار والطبراني في الكبير والاوسط:ص٣٣٨ ج ٤ مجمع الزوائد.فيمن يكثِّرالطلاقَ وسبب الطَّلاقِ .مؤسسة المعارف للطباعة والنشربيروت لبنان)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''عورتوں کوطلاق نہیں دینی چاہیۓ سوائے اس کے کہ ان کی چال چلن مشتبہ ہو،اللہ تعالیٰ ان مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا جوصرف ذائقہ چکھنے کے خوگر ہوں۔

یعنی وہ مرد اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت اور پسندیدگی سے محروم ہیں جو بیویوں کواس لئے طلاق دیں کہ اس کی جگہ دوسری بیوی لاکر نیا ذائقہ چکھ لیں۔اسی طرح وہ عورتیں بھی محروم ہیں جواس غرض سے شوہروں سے طلاق

لیں کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے نیا مزہ چکھیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((أيُّمَا إمرَأةٍ سألَت زوجَهَا طلاقاً فِي غَيرِ بأسٍ فَحَرامٌ عليه رائحةُ الجَنَّةِ.))

یعنی"جوعورت اپنے شوہر سے کسی سخت تکلیف کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرے۔اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

(رواه احمد والترمذی و ابوداؤد وابن ماجه والدارقطني وكذافي المشكوٰة)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص کے متعلق اطلاع ملی کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک وقت میں تین طلاقیں دی ہیں تو آپ ﷺ سخت غصے کی حالت میں کھڑے ہوگئے اور ارشاد فرمایا کہ:

((أيـلـعـبُ بكِتَابِ اللّهِ عزَّ وجل وأنا بين اظهرِ كم حتىّ قام رجلٌ وقال يا رسول الله ألَا اَقتُلُهُ؟)) (نسائي)

''کیا وہ کھیلتا ہے کتاب اللہ (قرآن مجید) کے ساتھ جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں (یعنی بیک وقت تین طلاقیں دینا کتاب اللہ کے ساتھ گستاخانہ کھیل اور مذاق ہے،قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کا طریقہ اور قانون پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔حضور ﷺ نے یہ بات ایسے غصّے کے ساتھ ارشاد فرمائی) حتیٰ کہ ایک صحابی کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس آدمی کو میں قتل ہی نہ کر دوں؟ (جس نے یہ ظالمانہ حرکت کی ہے)''اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا سخت گناہ اور قرآن مجید کے بتلائے ہوئے طریقہ سے انحراف اور اس کے ساتھ ایک گھناؤنا کھیل و مذاق ہے،جس طرح حالت حیض میں طلاق سخت گناہ ہونے کی باوجود واقع ہوجاتی ہے اور عورت مطلّقہ ہوجاتی ہے اسی طرح بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں بھی واقع ہوجاتی ہیں،آئندہ نکاح جدید سے بھی تعلق حلال نہ ہوگا۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ بیک وقت تین طلاقیں دینا حرام اور بہت بڑا گناہ ہے لیکن یہ ایسا گناہ نہیں جس کی سزا قتل ہو اس لئے جب صحابی رضی اللہ عنہ نے آدمی کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے جواب نہ دیا بلکہ خاموشی اختیار کر کے یہ بتلا دیا کہ اس کی سزا قتل نہیں بلکہ آخرت میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔غرض اسلام نے اگرچہ طلاق وفسخ نکاح کا قانون دیا ہے اور ضرورت کے مواقع پر اس کی اجازت دی ہے اور اس کے لئے کچھ اصول اور قواعد بھی بتلائے ہیں،جن کا حاصل یہ ہے کہ اگر کہیں ازدواجی تعلق کو ختم کرنا ہی ضروری ہوجائے تو وہ بھی خوبصورتی اور حسن معاملہ کے ساتھ انجام پائے اور آپس میں بغض ونفرت اور خاندانوں میں توڑ پھوڑ کا سبب نہ بنے ان شاء اللہ اب آئندہ آنے والے صفحات میں

طلاق،خلع وغیرہ کے اصول اورضروری احکام ذکر کئے جائیں گے۔

## طلاق کے احکام اور مسائل!

عربی میں طلاق کی معنی چھوڑنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں رشتہ نکاح ختم کرنے کو طلاق کہا جاتا ہے۔

(۱): بیوی کو طلاق دینا مباح اور جائز ہے مگر تمام مباح چیزوں میں زیادہ ناکارہ اور قبیح ہے اسی لئے بلا کسی شدید ضرورت کے بیوی کو طلاق دینا مناسب نہیں البتہ ضرورت کے مختلف درجات کی بناء پر کبھی دینا بہتر بلکہ بعض اوقات ضروری بھی ہو جاتا ہے۔[۱]

(۲): طلاق دینے کا اختیار صرف شوہر کو ہے۔ کسی دوسرے کو نہیں یعنی طلاق دینے کا اختیار نہ بیوی کو ہے اور نہ شوہر کے ولی باپ وغیرہ کو اگر چہ ولی نکاح کرا سکتا ہے لیکن نکاح کرنے کے بعد طلاق نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر عاقل بالغ شوہر کسی کو طلاق دینے کا وکیل بنا دے یا طلاق دینے کا اختیار دیدے، تو پھر طلاق واقع ہو جائے گی۔[۲]

(۳): شوہر کی طلاق اپنی بیوی پر پڑ جاتی ہے بشرط یہ کہ وہ عورت جس کو شوہر طلاق دے رہا ہے وہ اس کی اپنی منکوحہ ہو، شوہر نابالغ، دیوانہ یا بے ہوش یا خواب کی حالت میں نہ ہو تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔[۳]

(۴): اگر طلاق کے ساتھ متصل ''ان شاء اللہ تعالیٰ'' کہہ دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ اگر طلاق دینے کے کچھ دیر بعد

---

۱ـ وايقاعه مباح عندالعامة الناس ......... بل يستحب لو موذية او تاركة الصلاة .......ويجب لوفات الامساك بالمعروف. ( تنوير الابصار مع الدرالمختار: ص ٤١٥ تا ٤١٦ ج ٢)

٢ـ يتبين مما سبق أن الذى يملك الطلاق إنما هو الزوج متىٰ كان بالغاً عاقلاً ولا تملكه الزوجة إلاّ بتوكيل من الزوج أو تفويض منه ولايملكه القاضي الاّ في أحوال الخاصة للضرورة.(الفقه الإسلامي وادلته: ص ٣٦٨ ج٧)

٣ـ واهله زوج عاقل با لغ مستيقظ. ( قوله وأهل زوج عاقل ............احتراز بالزوج عن سيد العبد وولد الصغير وبا لعاقل ولو حكماً المجنون والمعتوه والمدهوش والمبرسم والمغمى عليه وبالبالغ عن الصبي ولو مراهقاً وبالمستيقظ عن النائم. (الدرالمختار مع ردالمختار: ص ٤١٧ ج ٢)۔

ان شاءاللہ تعالیٰ کہہ دیا تو طلاق واقع ہوجاتی ہے۔اگر چہ اس دیری اور چپ ہوجانے کی مدت کم ہی کیوں نہ ہو۔[1]

## طلاق دینے کے آلات!

طلاق دینے کیلئے تین چیزیں استعمال ہوتی ہیں۔زبان،تحریر،اشارہ۔

### لفظی طلاق!

(۱):جب شوہر اپنی زبان سے طلاق کے الفاظ اتنی زور سے کہے کہ وہ خود اپنے ان الفاظ کو سن لے، چاہے دوسرا سنے یا نہ سنے بہر حال طلاق واقع ہوجائیگی۔مثلاً یہ کہے کہ:''میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی''۔

اور اگر یقینی استقبال کے الفاظ استعمال کئے ہوں مثلاً یوں کہے کہ میں طلاق دے دوں گا،تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

(۲):اور اگر وہ صرف دل ہی دل میں خیال کرنے پر طلاق دے یا طلاق کا وسوسہ یا ارادہ ہو تو جب تک زبان سے تلفظ نہ کرلے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۳):لفظی طلاق اکراہ اور زبردستی لکھوانے کی صورت میں بھی پڑ جاتی ہے۔[2]

### تحریر سے طلاق!

(۱):تحریری طلاق اس وقت پڑتی ہے جب شوہر اپنی مرضی سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کیلئے تحریر کرے یا کسی دوسرے کے ہاتھ کے لکھے ہوئے طلاق نامہ کو پڑھ کر یا سن کر خوشی سے طلاق نامے پر دستخط کرے یا انگوٹھا لگا دے۔[3]

---

[1] وقـال لها أنتِ طالق إن شاء الله متصلاً مسموعاً لا يقع. قوله متصلاً. احتراز عن المنفصل بأن وجـد بيـن الـلـفظين فاصل من سكوت بلا ضرورة تنفس أو نحوأومن كلام لغو كمايأتى. ( تنوير الابصار مع ردالمختار: ص ٥٠٩ تا ٥١٠ ج ٢)

[2] ويـقـع الـطـلاق كـل زوج عاقل بالغ ولو مكرِهاً.(وقوله ولو مكرهاً) أى ولو كان الزوج مكرِهاً على انشاء الطلاق لفظاً خلافا للأئمة الثلاثة(البحرالرائق: ص ٢٤٥ ج ٣)

[3] وقيـدنـا بكونه على النطق لانه لواكره على أن يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق لأن الـكتــاب اقيـمـت مـقــام الـعبــارة بـا عتبـار الحـاجة ولا حـاجة هنـا كذا في الحـاشية۔ (البحرالرائق: ص ٢٤٦ ج ٣)

(۲): جب تک زبان سے تلفظ نہ کرے اس وقت تک جبراً اور زبردستی یا دھوکہ کی تحریر سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اگر شوہر سے زبردستی طور پر طلاق لکھوائی گئی یا طلاق نامہ پر دستخط یا انگوٹھا لگوایا گیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ [۱] اسی طرح اگر زوج کو طلاق نامہ سنایا نہیں اور کسی حیلے بہانے سے دستخط یا انگوٹھا لگوایا یا سفید اور سادہ کاغذ پر شوہر سے دستخط یا انگوٹھا لکھوا کر بعد میں طلاق نامہ لکھ دیا گیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی بشرطیکہ زبان سے تلفظ نہ کرے اور اگر زبان سے بھی تلفظ کرے یا تحریر پر راضی ہو کر دستخط یا انگوٹھا لگا دے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

## اشارہ سے طلاق!

اشارے سے طلاق اس وقت پڑتی ہے جب طلاق دینے والا (گونگا) معروف اشارہ سے طلاق دے۔ [۲]

## طلاق دینے کے الفاظ کی اقسام اور ان کے احکام!

طلاق دینے کے الفاظ دو طرح کے ہیں صریح اور کنایہ۔

طلاق صریح: جو کہ صاف لفظوں میں ہو جیسے شوہر اپنی بیوی سے یہ کہدے کہ "میں نے تجھے طلاق دی" جب ایسے الفاظ سے طلاق دے جس میں طلاق کے علاوہ کوئی اور معنی نہیں نکل سکتا تو ایسے الفاظ کے ساتھ طلاق دینے کو طلاق صریح کہا جاتا ہے۔ [۳]

دراصل لفظ "طلاق" کے سوا جو بھی لفظ ہو وہ کنایہ ہی ہے لیکن بعض الفاظ بعض بلاد میں ایسے مشہور ہو

---

۱ ـ وقيدنا بكونه على النطق لانه لواكره على أن يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق لأن الكتاب اقيمت مقام العبارة با عتبار الحاجة ولا حاجة هنا كذا في الحاشية۔ (البحرالرائق: ص ٢٤٦ ج ٣)

٢ ـ اتفق الفقهاء على وقوع الطلاق بالاشارة المفهمة بيدٍ أو رأس المعهودة عند العجز عند النطق كالأخرس بالإشارة طلقت زوجته.(الفقه الإسلامي وادلته: ص ٣٨٥ ج ٧)

٣ ( صريحه مالم يستعمل الاّ فيه ) ولو بالفارسية ( كطلقتك انت طالق مطلقة).(تنوير الابصار: ص ٤٢٩ ج ٧)

جاتے ہیں کہ وہاں کے لوگ عموماً اُن الفاظ سے طلاق کے سوا کوئی دوسرا معنی مراد نہیں لیتے تو وہ الفاظ اس علاقہ میں بمنزلہ صریح کے ہو جاتے ہیں، جو صریح طلاق دینے کا حکم ہوتا ہے وہی ان الفاظ کا حکم ہو جاتا ہے مثلاً عربی میں لفظ ''تَــرَکْتُكِ''''میں نے تجھے چھوڑ دیا'' الفاظ کنایات میں سے ہے لیکن یہی لفظ بلاد فارس میں اس قدر مشہور ہو گیا تھا کہ اس سے عموماً طلاق کا معنی لیا جاتا تھا جیسا کہ ''شامی'' میں ہے کہ فارسی میں ''رہا کردم'''' یعنی میں نے چھوڑ دیا'' لفظ صریح ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر جگہ ''رہا کردم'' میں نے تجھے چھوڑ دیا طلاق ہی کیلئے استعمال ہوگا ایسا ہرگز نہیں۔

مثلاً یہی ''چھوڑ دینے'' کا لفظ ہمارے ہاں طلاق کیلئے استعمال ہی نہیں ہوتا یا اگر کہیں استعمال ہوتا بھی ہے تو وہ بھی شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اس کا زیادہ تر استعمال عورت کی تنبیہ کیلئے کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں تیری کوئی چیز نہیں لوں گا یا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے اب میں آپ کے قریب نہیں آؤں گا۔ اس سے اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ اسے طلاق دے کر چھوڑتا ہے بلکہ اس کی حیثیت ڈانٹ ڈپٹ کی حد تک ہوتی ہے۔

لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ کوئی لفظ کسی علاقہ میں صریح ہو وہ دوسرے علاقوں میں بھی صریح ہوگا بلکہ دیکھنا یہ چاہئے کہ یہ لفظ اس قوم میں صریح ہے یا نہیں جس علاقے میں صریح کے درجے میں سمجھا جاتا ہو تو وہاں بلا نیت طلاق کے واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا اور جس علاقے میں صریح کے درجے میں نہ ہو بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اس لئے یہ ضروری نہیں کہ ''رہا کردم'' اگر فارس میں صریح ہے تو وہ کسی دوسری جگہ بھی صریح ہو البتہ اگر قرائن سے طلاق ہی کا گمان غالب ہو جائے۔ جیسے حالت مذاکرہ میں ایسے الفاظ کہہ دیے ہوں تو پھر بلا نیت طلاق کے وقوع کا حکم دیا جائے گا اور اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آ رہا ہے۔

## طلاق صریح کا حکم!

طلاق صریح کا ایک حکم یہ ہے کہ اس میں نیت کا ہونا ضروری نہیں [1] اس میں ہنسی، مذاق قصداً بلا قصد سب کے سب برابر ہیں بلکہ اگر جبر اور زبردستی سے صریح الفاظ سے طلاق کے الفاظ کہلوائے تو وہ طلاق بھی پڑ جاتی ہے۔ [2]

---

۱ ـ لما مرّ ان الصريح لا يحتاج الى النية .( شامي: ص ٤٣١ ج ٢)

۲ يقع الطلاق كل زوج اذا كان بالغا عاقلا سواء كان حرا أو عبدا طائعا أو مكرها كذا في الجوهرة النيرة و طلاق اللاعب والهازل به واقع. (فتاویٰ هنديه: ص ٣٥٣ ج ١)

(۲): مدخولہ (وہ عورت جس کے ساتھ شوہر نے ہمبستری کی ہو) کو اگر دو طلاق تک صریح الفاظ سے بلا مبالغہ بلاعوض دے تو عدت کے اندر اندر بلا تجدید نکاح رجو کر کے اپنی بیوی کو نکاح میں باقی رکھ سکتا ہے [۱] اور عدت کے گذر جانے کے بعد ایسا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

(۳): غیر مدخولہ (جس کے ساتھ شوہر نے ہم بستری نہیں کی ہے) کو جب طلاق دی جائے تو اس کیلئے چونکہ عدت نہیں ہوتی اس لئے وہاں صرف ایک طلاق چاہے صریح ہو یا کنایہ دونوں صورتوں میں دوبارہ بلا تجدید نکاح کے رجوع صحیح نہیں۔ [۲]

(۴): باندی کو دو سے کم طلاق صریح کے بعد یعنی صرف ایک صریح طلاق کے بعد رجوع کر سکتا ہے اور اگر باندی کو دو طلاقیں دیدیں۔ تو مغلظہ ہو جائے گی۔ [۳]

(۵): اگر جدائی خلع یا طلاق بالمال سے ہو یا طلاق کے الفاظ میں مبالغہ کے الفاظ ذکر کئے جائیں۔ مثلاً بیوی کو یوں کہا کہ سورج جیسے طلاق دیتا ہوں وغیرہ تو ان سب صورتوں میں طلاق بائن واقع ہوگی۔ جس کے بعد بلا تجدید نکاح رجوع نہیں ہو سکتا۔ [۴]

(۶): عدت کے اندر اندر یکے بعد دیگرے تیسری طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اگر چہ یہ طلاق صریح

---

۱ ـ ينـقسـم كل من الطلاق الصريح والكناية من حيث امكان الرجعه وعدمها الىٰ رجعى وبائن اما الطـلاق الرجعى: فهو الذى يملك الزوج بعده اعادة المطلقه الى الزواجية من غير حاجة الىٰ عـقـد جديد ما دامت فى العدة ولو لم ترض و ذالك بعد الطلاق الاول والثانى غير البائن اذا تمت العـدة انقلب الطلاق الرجعى بائناً فلا يملك الزوج رجاع زوجية المطلقة إلا بعقدجديد. (الفقه الإسلامي وادلته: ص ٤٣٢ ج ٧ وفي فتح القدير: ص ١٦٠ الى ١٦١ ج ٢)

۲ـ واما الطـلاق البـائـن فهو نوعان: بائن بينونة صغرىٰ وبائن بينونة كبرىٰ والبائن بينونة صغرىٰ هـوالـذى لا يستـطيـع الرجل بعده اَن يعيده المطلقه الىٰ الزوجية إلا بعقد جديد و مهر وهو الطلاق قبل الدخول اَو علىٰ مال أو بالكناية عند الحنفيه. (الفقه الإسلامي وادلته: ص ٤٣٢ ج ٨)

٣ـ و كذا اثنتان فى الامة بمنزلة الثلاث فى الحرّية. (تنوير الابصار: ص ٤٣٢ ج ٢)

٤ـ والبـائـن بيـنـونة صـغـرىٰ: هـو الـذي لا يستـطيع الرجل بعده أن يعيدالمطلّقة إلي الـزوجية إلّا بـعـقـدٍ جـديـدٍ و مهـرٍ وهـو الـطلاق قبل الدخول أَو علىٰ مالٍ أو بالكنايةِ عندالحنفيةِ اولذّييوقع القاضي لعدم الانفاق أو بسبب الإ يلاء. (الفقه الإسلامي وادلته: ص ٤٣٢ جلد ٧)

ایسی طلاق کے بعد ہوجس کی وجہ سے شوہر بیوی سے بلاتجدید نکاح رجوع نہیں کرسکتا پھر بھی عدت کے اندر طلاق صریح واقع ہوجاتی ہے۔[۱]

(۷):عدت کے بعد اگر طلاق صریح بھی دی جائے تو اس کا محل باقی نہ رہنے کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

اسی طرح جہاں عدت نہ ہوتو بلا حلالہ نکاح کر سکتے ہیں۔البتہ اگر دو یا تین طلاقیں یکدم دے ڈالے تو سب کی سب معتبر ہونگی مثلاً یوں کہا:''میں نے تجھ کو دو طلاقیں دیدیں'' یا یوں کہا کہ:''میں نے تجھے تین طلاقیں دے دیں۔'' تو جتنی طلاقیں یکدم دیں گے اتنی ہی پڑیں گی۔مگر یکدم تین طلاقیں دینا غیر مناسب اور خلافِ سنت ہے اور پشیمانی کی حالت میں بلا حلالہ نکاح کرنا حرام ہوگا۔

## طلاق کنایہ اور الفاظ کنایہ اور اس کے احکام!

طلاق کنایہ سے مراد یہ ہے کہ ایسے الفاظ سے طلاق دی جائے جو اس زبان و عادت میں صرف طلاق کیلئے مخصوص نہ ہوں بلکہ ان کا مطلب طلاق بھی ہوسکتا ہے اور ان کا مفہوم طلاق کے سوا دوسرا بھی ہوسکتا ہے۔مثلاً کسی نے بیوی سے کہا ''میرے گھر سے نکل جا، اپنے میکے چلی جا، دفع ہوجا، تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں'' وغیرہ جیسے تمام الفاظ کنایہ ہیں۔[۲]

(۱):ایسے الفاظ سے اگر طلاق دینے کی نیت ہوتو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت شوہر سے جدا ہو جائے گی اور شوہر بلاتجدید نکاح رجوع نہیں کرسکتا۔

(۲):اگر کوئی شخص ایسے الفاظ بیوی سے کہدے اور اس کی نیت طلاق دینے کی نہ ہوتو طلاق واقع نہ ہوگی بشرطیکہ ایسے قرائن موجود نہ ہوں جو طلاق دینے پر دلالت کرتے ہوں[۳] اس کا بیان ان شاءاللہ تعالیٰ عنقریب آنے والا ہے۔

---

۱ـ الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن لشرط العدة. (تنوير الابصار مع الدر المختار: ص ٤٦٩ ج ٢)  ٢ـ (كناية) عندالفقهاء (مالم يوضع له) أى الطلاق (واحتمله وغيره.... (تنوير الابصار مع الدرالمختار: ص ٦٦٢ ج٢)

٣ـ فالكنايات (لا تطلق بها) قضاء (إلّا بنية أودلالةالحال) وهي حالت المذاكرة الطلاق أو الغضب. (تنوير الابصار مع الدرالمختار: ص ٤٦٢ إلى ص ٤٦٣ ج ٢)

## حالت مذاکرہ اور مطالبہ!

ایسے الفاظ جن سے طلاق دینا بھی مراد ہوسکتا ہے اور اس میں طلاق کے علاوہ دوسرے معنی بھی مراد لئے جا سکتے ہوں ایسے الفاظ اگر ایسے حالات میں کہدئے جائیں جب طلاق کا مذاکرہ جاری ہو مثلاً میاں بیوی میں تکرار ہورہی ہو اور عورت اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ ہم دونوں کا آپس میں نباہ نہیں ہوسکتا اس لئے آپ مجھے طلاق دیجئے یا یہ بات عورت کا سرپرست کہتا ہے تو ایسی صورت میں کنایہ کے بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان سے عورت یا اس کے سرپرست کے مطالبہ کا قبول کرنا ظاہر ہوا ایسے الفاظ کے کہنے سے شوہر کی نیت کے بغیر بھی قضاءً یعنی قانونی طور پر ایک طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے اور ان الفاظ میں قانونی طور پر نیت کا اعتبار نہیں کیا جائیگا۔ مثلاً بیوی کہتی ہے کہ ''میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی'' یا ''میرا تیرے ساتھ گزارہ نہیں ہوسکتا'' مجھے طلاق دیجئے یا مجھے چھوڑ دیجئے'' اس کے جواب میں شوہر کہتا ہے کہ ''میں نے تجھے آزاد کردیا'' یا ''میں نے تجھے چھوڑ دیا'' ایسی صورت میں شوہر کی نیت طلاق دینے کی ہو یا نہ ہو بہرحال قانونی طور پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔

(۲): مذاکرہ اور مطالبہ کی صورت میں بعض الفاظ کنایہ ایسے ہیں جن میں مطالبے کے رد کرنے اور قبول دونوں کا احتمال ہوتا ہے ایسی صورت میں شوہر کی نیت کا اعتبار کیا جائیگا[۱]، مثلاً عورت شوہر سے طلاق کا مطالبہ کررہی ہے اور وہ اس کے جواب میں صرف اتنا کہدیتا ہے کہ ''دفع ہوجا''، ''چلی جا'' وغیرہ یہ الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں یہ احتمال موجود ہے کہ اس سے طلاق دینا مراد ہو اور ان الفاظ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہو کہ شوہر اس کے مطالبے کو رد کرتا ہے۔ وہ گویا اس سے یوں کہتا ہے کہ ''دفع ہوجاؤ چلی جاؤ''، میں تجھے طلاق نہیں دیتا ایسی صورت میں قضاءً یعنی

---

[۱] فالكنايات ( لاتطلق بها) قضاء ( إلّا بنيّة أودلالةالحال) وهى حالت المذاكرة الطلاق أو الغضب فالحالات الثلاث رضى و غضب و مذاكرة والكنايات الثلاث ما يحتمل الرد أو ما يصلح للسبب أولاولا ( فنحو اخرجى وإذهبى وقومى) تقنعى تخمرى استبرى رحمكِ انتقلى اغربى من الغربه أو من العذوبه( يحتمله ردّاً و نحو خلية برية حرام بائن و مراد فها كبتة بتلة يصلح سبباً و نحو اعتدى استبرى رحمك انت واحدة انت حرة اختارى امرك بيدك سرحتك فارقتك لا يحتمل سبب الرد فى حالت الرضى) عند الغضب والمذاكره (تتوقف الاقسام) الثلاثه تأثيراً (على النية )توقف( الأوّلان) ان نوىٰ وقع وإلّا لا (وفى المذاكرة الطلاق) يتوقف ( الاوّل فقط) ويقع بالآخرين وان لم ينو. ( تنوير الابصار مع الدرالمختار: ص ٤٦٢ تا ٤٢٢ ج ٢)

قانونی طور پر شوہر کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ مذاکرہ یا مطالبہ طلاق کے موقع پر اگر شوہر ایسے الفاظِ کنایہ کہتا ہے کہ اس سے مطالبہ قبول کرنے یا طلاق دینے کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب نہیں نکلتا ایسی صورت میں بہر حال ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور جن الفاظ میں مطالبے کے قبول اور رد کرنے (دونوں) کے احتمال ہوں تو ایسی صورت میں قضاءً یعنی قانونی طور پر شوہر کی نیت کا اعتبار کیا جائیگا۔ واللہ اعلم

## طلاق کی اقسام!

طلاق کی تین اقسام ہیں۔ طلاق رجعی، طلاق بائن اور طلاق مغلظ۔

## طلاق رجعی!

اس سے مراد وہ طلاق ہے۔ جس کے بعد اگر شوہر نادم ہو جائے تو عدت کے اندر اندر [۱] بلا تجدید نکاح کے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھ سکتا ہے۔[۲]

## طلاق رجعی پڑنے کے مواقع!

جب شوہر دخول کے بعد بلا کسی مبالغہ یا عوض کے صریح الفاظ (صاف الفاظ) کے ساتھ ایسی آزاد عورت کو جس کو پہلے اس شوہر نے کوئی طلاق نہ دی ہو تو اس کو "تین" سے کم اور ایسی لونڈی جس کو پہلے طلاق نہ دی ہو تو اسکو دو سے کم طلاقیں دیدے تو وہ طلاق رجعی ہوگی۔[۳]

---

[۱] یعنی عدت سے پہلے تو بیوی کو بلا تجدید نکاح کے رجوع کر سکتا ہے۔ چاہے بیوی راضی ہو یا نہ ہو لیکن عدت کے بعد چونکہ نکاح مکمل ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے دوبارہ اسی عورت کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے اس مطلقہ عورت کی رضا اور تجدید نکاح ضروری ہوگا۔

[۲] اما طلاق الرجعی فهو نوعان فهو الذی يملك الزوج بعده اعادة المطلّقة إلى الزوجيته من غير حاجة إلى عقد جديد مادامت فى العدة ولو لم ترض وذالك بعد الطلاق الأوّل والثانى غير البائن اذا تمت المراجعة قبل انقضاء العدة فاذا انتهت العدة انقلب الطلاق الرجعى بائناً فلا يملك الزوج ارجاع زوجتة المطلّقه إلاّ بعقد جديد .(الفقه الإسلامي: ص ٤٣٢ ج ٧)

[۳] فيكون الطلاق رجعياً فيما يأتى : الطلاق الصريح بعدالدخول الحقيقى بلفظ من مادة الطلاق أو التطليق غير مقترن بعوض ولا بعد الثلاث ولا موصوف بوصف الشدّة أوالقوّة أو البينونة اونحوها فمن قال أنت طالق او مطلّقة او طلقتُك يقع به طلاق الرجعى.( الفقه الإسلامي: ص ٤٣٣ ج ٧)

## طلاق بائن!

طلاق بائن میں نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے جس کے بعد بلاتجدید نکاح بیوی کو اپنے پاس رکھنا حلال نہ ہوگا البتہ اگر عورت دوبارہ نکاح پر راضی ہو جائے تو دوبارہ نکاح جائزہ ہے۔[۱]

## طلاق بائن کے مواقع!

(۱): دخول سے قبل طلاق دینا۔

(۲): مال کے عوض میں طلاق دینا جیسے خلع وغیرہ ان دونوں صورتوں میں الفاظ چاہے صریح ہوں یا کنایہ ہوں مبالغہ آمیز الفاظ ہوں، یا بغیر کسی مبالغہ کے الفاظ ہوں بہرصورت طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ [۲]

(۳): طلاق دینے میں مبالغہ آمیز الفاظ استعمال کرنا مثلاً یوں کہا کہ تجھ کو پہاڑ جتنی بڑی طلاق ہو۔ وغیرہ

(۴): الفاظ کنایہ سے طلاق دینا جیسا کہ اس کا بیان پیچھے گزر گیا ہے۔

## طلاق مغلّظہ!

اس سے مراد وہ طلاق ہے جس میں نکاح ایسا ٹوٹ جاتا ہے کہ اس عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح اس وقت تک حلال نہیں ہوتا جب تک وہ عورت عدت کے بعد دوسرے مرد کے ساتھ نکاح

---

[۱] واماالطلاق البائن فهو نوعان : بائن بينونة الصغرىٰ وبائن بينونة الكبرىٰ والبائن بينونة الصغرىٰ: هو الذي لا يستطيع الرجل بعده أن يعيدالمطلقة إلى الزوجية إلّا بعقد جديد و مهر وهو الطلاق قبل الدخول أَو علىٰ مالٍ أو بالكناية عندالحنفية(الفقه الإسلامي وادلته: ص ٤٣٢ ج ٧)

[۲] (١)الطلاق قبل الدخول الحقيقي أو بعدالخلوة الصحيحه المجردة (٢) الطلاق الكنائى المفترن بما ينبئى عن شدّة أوالقوّة أو البينونة أي ان كل طلاق بالكناية إذا نوى به الطلاق.(٣) الطلاق على مال:إذا خالع الرجل امرأته أو طلقها على مال لأن الخلع بعوض طلاق على مال عندهم كان طلاقاً بائناً (الفقه الإسلامي: ص ٤٣٤ الى ٤٣٥ ج ٧)

اور ہمبستری نہ کرے۔[۱] نیز وہ بھی اس کو طلاق دے اس کے بعد دوسرے شوہر سے عدت گزارے۔

## طلاق مغلّظہ کے مواقع!

آزاد عورت کو تین طلاق اور غلام عورت (لونڈی) کو دو طلاق دینے سے طلاق مغلّظ پڑ جاتی ہے۔ خواہ یہ طلاقیں یک بارگی کے ساتھ ہوں یا وقتاً فوقتاً ہوں یا بار بار تجدید نکاح کے ساتھ پوری ہو جائیں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں یکدم دے ڈالے۔ مثلاً یوں کہا: ''کہ تجھے تین طلاق ہو'' یا عدت گزر جانے سے قبل تینوں طلاق پوری کیں، یا مختلف اوقات میں تجدید نکاح کر کے پوری کیں، بہر حال تین طلاقیں پوری ہو جانے کے بعد طلاق مغلّظہ واقع ہوگی اور پھر صرف تجدید نکاح ہی سابقہ طلاق کو منہدم نہیں کر سکتا، مثلاً کوئی آزاد بیوی کو ایک مرتبہ طلاقِ بائن دیدے، پھر کسی وقت دوبارہ اس عورت سے نکاح کر کے دوبارہ طلاق دیدے، اسی طرح تیسری بار پھر کسی وقت اس عورت کے ساتھ نکاح کر لیا تو اب اگر تیسری بار بھی طلاق دیدی تو یہ طلاق مغلظ پڑ جائے گی اور یہ تجدید نکاح جو بار بار کیا گیا۔

اس کے ساتھ سابق طلاق کا لعدم نہ ہوں گی۔ بلکہ ان سب کو شمار کر کے تین طلاق پوری ہو جانے کے بعد حلالہ کئے بغیر پھر تجدید نکاح کرنا حرام ہے البتہ ان تمام صورتوں میں حلالہ کرنے کے بعد پھر نکاح جائز ہوگا اور شوہر از سرنو پھر تین طلاق دینے کا حقدار بن جاتا ہے۔[۲]

## طلاق دینے کا اَحسن اور سب سے بہتر طریقہ!

طلاق کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ صرف ایک طلاق ایسے طہر میں دے جس میں جماع نہیں کیا ہو یعنی

---

۱ ـ والبائن بينونة الكبرىٰ هو الذي لايستطيع الرجل بعده أن يعيد المطلّقه إلى الزوجية إلّا بعد أن تتزوج بزوجٍ آخر زواجاًصحيحاً ويدخل بهادخولاً حقيقتاًثمّ يفارقها أو يموت عنها وتنقضى عدتها منه وذالك بعد الطلاق الثلاث حيث لايملك الزوج أن يعيد زوجته اليه الّا اذا تزوجت بزوج آخر. (الفقه الإسلامي وادلته: ص ٤٣٢ ج ٢)

۲ ثانياً۔ البائن بينونة كبرىٰ :أن يكون طلاقاًثلاثاًسواء كان مكملاً اوالثلاث تفريقاً بأن يطلّق الرجلُ زوجتَه كل مرةٍ تطليقة أم مقترناً بالثلاث لفظاً أواشارةً مثل انت طالق ثلاثاً أو انت طالق و يشير با صابعه الثلاث أم مكرراً ثلاث مرات فى مجلس واحد أو فى مجالس متعددة بأن يقول لها أنت طالق أنت طالق فيقع الطلاق ثلاثاً۔ (الفقه الإسلامي: ص ٤٣٥ ج ٧)

جب بیوی ماہواری کے بعد غسل کرکے پاک ہوجائے تو اس سے جماع نہ کیا جائے اور جماع کئے بغیر انہی پاکی کے ایام میں اس کو طلاق دے پھر عدت گزر جانے تک دوسری طلاق نہ دے۔ [۱] عدت گزر جانے کے بعد نکاح مکمل ٹوٹ جائے گا اور عورت آزاد ہوکر دوسرے شخص سے نکاح کرسکے گی، دوسری اور تیسری طلاق کی ضرورت بھی نہیں رہے گی اس طرح طلاق دینے میں یہ فائدہ ہے کہ زوجین کیلئے مصلحت کی راہیں کھلی رہیں گی اگر مرد کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے کہ میں نے طلاق دے کر غلطی کی تو اس کیلئے ملاپ کی گنجائش باقی ہے یا اگر بیوی کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تو وہ خاوند کو منانے کی کوشش کرے گی۔

تنبیہ: حیض کی حالت میں بھی طلاق واقع ہوتی ہے البتہ حیض میں طلاق دینا ناجائز ہے اگر ایک طلاق دی ہے تو رجوع کرنا واجب ہے [۲] پھر اگر نباہ نہ ہوسکے تو دوسری طلاق طہر میں دے اس طرح حیض میں دی گئی طلاق کا بھی حساب ہوگا۔

یعنی اگر حیض میں آزاد عورت کو ایک طلاق دی پھر رجوع کیا اور طہر میں دوبارہ طلاق دی تو دوطلاقیں ہوگئیں۔

## حیض یعنی ماہواری میں طلاق پڑ جاتی ہے!

ماہواری میں طلاق پڑ جاتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کرام کا مسلک یہی ہے کہ طلاق واقع ہوجاتی ہے ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خود انہوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں (ایک) طلاق دی تو ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا پھر حکم دیا کہ: ((ليراجعها ثم يمسكها حتى تطهر ثم تحيض فتطهر فان بداله ان يطلّقها فليطلّقها طاهراً قبل ان يمسها فتلك العدة التي امر الله ان تطلّق لها النساء.)) (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ)

''وہ اس عورت کو رجوع کرلے اور بیوی کو اپنے پاس رکھے۔ یہاں تک کہ (ناپاکی کے ایام ختم ہوکر)

---

۱ ۔ تطليقها في طهر لا وطئ فيه وتركها حتى تمضي عدتها أحسن. (البحرالرائق: ص ۲۳۸ ج ۳)

۲ والبدعي: من حيث الوقت أن يطلّق المدخول بها وهي من ذوات الاقراء في حالت الحيض أو في طهرٍ جامعها فيه وكان الطلاق واقعاً ويستحب له أن يراجعها والأصح أن الرجعة واجبة. (هٰكذا في فتوىٰ عالمگير: ص ۳۴۹ ج ۱)

وہ پاک ہوجائے اور پھر (پاکی کی مدت ختم ہوکر) وہ دوبارہ حائضہ ہوجائے اور اس کے بعد پھر وہ طہر کی حالت میں ہوجائے پھر اگر وہ طلاق دینا ہی مناسب سمجھے تو اس طہر کی حالت میں اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے اس کو طلاق دیدے یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ کہ عورتوں کو اس میں طلاق دی جائے۔''

مذکورہ حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱): عورت کو حالتِ حیض میں طلاق دینا ناجائز مگر گناہ کی بات ہے۔ اگر کوئی ایسا کرلے تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی سے رجوع کرے پھر اگر طلاق دینا مناسب سمجھے تو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں صحبت کی نوبت نہ آئی ہو۔ اس کی حکمت و مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایام حیض میں عورت کی طرف رغبت نہیں ہوتی طہر کی حالت میں اس بات کا کافی امکان ہے کہ شوہر کے دل میں بیوی کیلئے رغبت پیدا ہوجائے اور طلاق دینے کا خیال ختم کرلے نیز اس کا فائدہ یہ بھی ہے کہ طلاق کے بعد عدت کا شمار بھی آسان ہو۔

(۲): اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر طلاق رجعی ہو تو عدت کے اندر اندر خاوند اپنی بیوی سے بلا تجدید نکاح کے رجوع کرسکتا ہے۔

(۳): اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ عورت کو ایام حیض میں طلاق دینا اگرچہ ناجائز اور سخت گناہ ہے لیکن طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اگر طلاق واقع نہ ہوتی تو پھر رجوع کی ضرورت ہی نہ تھی اور آپ ﷺ رجعت کا حکم دینے کے بجائے یہ فرماتے کہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی بلکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایت میں اس بات کی تصریح بھی موجود ہے کہ جو طلاق حیض میں دی گئی ہے اس کو بھی شمار کیا جائے گا۔ (بخاری کتاب الطلاق و صحیح مسلم)[۱]

## رجوع کا طریقہ!

طلاق رجعی میں رجوع کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی بیوی کو خود یا کسی کے سامنے یہ کہدے کہ میں اپنی بیوی کو نکاح میں رجوع کرتا ہوں یا یوں کہے کہ اس کو دوبارہ رکھتا ہوں وغیرہ یا بیوی کے ساتھ بوس و کنار یا صحبت کرلے تو ان سب صورتوں میں رجوع ثابت ہوگا۔[۲]

---

۱۔عن انس بن سيرين قال سمعت ابن عمر قال طلّق ابن عمر إمرأته وهي حائضٌ فذكر عُمر للنبي صلّى اللّه عليه وسلّم فقال ليراجعها تَحتَسِبُ قال فَمَه.....عن سعيد بن جبير عن ابن عمر حسيبت عليّ بتطلقة. (الصحيح البخاري :ص ٧٩٠ ج ٢ كتاب الطلاق في باب اذا طلّقت الحائض يعتدّ بذالك الطلاق) ٢۔والرجعة ان يقول راجعتك أوراجعتُ امرأتي..... أويطأها اويقبّلهاأو يلمسهابشهوة. (هدايه: ٣٧٣ ج٢ باب الرجعة)

## یکبارگی تین طلاقیں ناجائز اور کارِ گناہ ہے!

بیک وقت تین طلاقیں دینا۔مثلاً بیوی کو یہ کہنا کہ ''تجھے تین طلاقیں دیدیں'' ناجائز اور کارِ گناہ ہے نبی کریم ﷺ نے ایسے طلاق سے سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اگر کوئی عورت سے اسی قدر تنگ آ جائے کہ اصلاح کے سارے راستے بند ہوجائیں اور وہ یہ چاہے کہ عورت کو بالکل ہی فارغ کردے تا کہ دوبارہ اس سے کبھی نکاح نہ کرسکے تو پھر اس کا طریقہ یہ ہے کہ ماہواری کے بعد جب عورت غسل کرلے تو اس سے جماع یعنی ہمبستری کئے بغیر اس کو ایک طلاق دیدے۔ اس کے بعد رجوع نہ کرے یہاں تک کہ دوسری بار اس کو ماہواری آئے پھر ماہواری کے بعد غسل کرلے تو پہلے کی طرح جماع کئے بغیر اسے دوسری طلاق دیدے۔ پھر اسی طرح جب وہ تیسری بار ایام ماہواری کے بعد غسل کرلے تو تیسری طلاق دیدے جب اس کو تیسری طلاق دیدی تو اس کے بعد یہ عورت شوہر پر حرام ہوگئی اب اس سے حلالہ کئے بغیر دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا حلالہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت اپنی مرضی سے کسی دوسری جگہ نکاح کرلے پھر وہ شوہر بھی اس کو طلاق دیدے اور اس کے بعد دوسرے خاوند سے بھی اس کی عدت پوری ہوجائے تب اگر دونوں باہمی رضامندی سے چاہیں تو ان دونوں کا نکاح کرنا حلال ہے اور اب اس عورت کا پہلا شوہر دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔

## یکبارگی تین طلاقیں پوری تین واقع ہوتی ہیں!

اگر کوئی شخص غصہ میں آ کر یا بغیر غصہ کے وقفہ وقفہ کے بجائے اپنی بیوی کو ایک ہی وقت میں اکھٹی تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دیدے۔ ایسی صورت میں تین طلاقیں ہی واقع ہونگی اور عورت مکمل طور پر جدا ہوجائی گی اس کے ساتھ حلالہ کئے بغیر دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا۔[۱]

## بعض علماء بیک وقت تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں!

حافظ علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے خاص شاگرد علامہ ابن القیمؒ اور بعض اہل ظاہر اور ہمارے زمانے کے بعض غیر مقلدین ایک وقت میں اکھٹی تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں وہ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے جو دلائل پیش کرتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

---

۱ ۔ وان كـان الـطلاق ثلثا في الحُرّة أو ثنتين في الأمة لم تحل حتىٰ تنكح زوجاً غيره نكا حاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلّقها أو يموت عنها ( هداية: ص ٣٧٨ ج٢ فصل فيما تحل به المطلّقة)

(۱): ان کی پہلی دلیل اس آیت کریمہ سے ہے کہ: ﴿الطلاق مرتان﴾ ''طلاق دومرتبہ ہے'' اوراسکا مطلب وہ یہ لیتے ہیں۔ کہ یہ دومرتبہ یکے بعد دیگرے دومجلسوں یعنی دوطہروں میں ہوں ایک مجلس اور ایک طہر میں نہ ہوں۔لہٰذا قرآن مجید کی آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلاقیں دفعۃً اکھٹی اور یکبارگی نہیں ہونی چاہئیں بلکہ ان کا وقفے وقفے سے ایک طلاق کا ایک طہر میں ہونا ضروری ہے لہٰذا جب ایک طہر میں ایک ہی طلاق جائز ہے اور ایک سے زائد طلاقیں اس طہر میں ناجائز اور باطل ہیں تو ایسی صورت میں صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

(۲): ان کی دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے پہلے گویا قدیم اجماع اس پر تھا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھی اس اجماع پر وہ دواحادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱): ان احادیث میں سے ایک حدیث حضرت رُکانہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رکانہ رضی اللہ عنہ بن عبدیزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دیں۔جس پر ان کو سخت رنج ہوا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تونے اس کو کس طرح تین طلاقیں دیں انہوں نے عرض کیا کہ ایک ہی مجلس میں دیدیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت فراجعها)) [۱]

''یہ صرف ایک طلاق ہوئی ہے لہٰذا اگر تو چاہتا ہے تو اس کو رجوع کرلے تو انہوں نے اپنے بیوی سے رجوع کرلیا۔''(مسند احمد۔أعلام الموقعین لابن القیم الجوزیؒ: ج۳ص۴۲)

(۲): طاؤس سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دوسالوں کے دور میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد میں یہ بات فرمائی کہ لوگوں نے اس معاملہ میں جلدبازی اختیار کی ہے جس میں

---

۱۔عن ابن عباس قال طلق ركانةُ بن عبد يزيد أخو بني عبدالمطلب امرأته ثلاثا في مجلس واحد فحزن عليها حزناً شديداً قال فسأله رسول اللّه صلىٰ اللّه عليه وسلّم كيف طلقتها...؟" قال: طلقتها ثلاثاً " قال فقال: في مجلس واحد ....؟ قال: نعم ،قال: فانّما تلك واحدة فارجِعها ان شئت قال فراجعها. ( اعلام الموقعين لابن القيم الجوزي: ص٤٢ ج ٣)

ان کے پاس سوچنے کی گنجائش موجود تھی۔ لہٰذا ہم اس (جلد بازی) کو ان پر نافذ کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ نے حکم نافذ فرمادیا کہ تین طلاقیں تین شمار ہونگی۔ (صحیح مسلم: ص ۴۷۷ ج ۱)[1]

جو حضرات تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں وہ مذکورہ روایات جیسی احادیث سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور سے پہلے قدیم اجماع صحابہ کا اس پر تھا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں سیاسی اور انتظامی طور پر اس کو تین طلاقیں قرار دیں اور صحابہ کرامؓ نے انتظامی اور سیاسی امور کے تحت امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے حکم کو قبول کیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ دلائل اس قدر کمزور ہیں کہ ان کی بنیاد پر اجماع قدیم کا دعویٰ کرنا تو دور کی بات ہے خود ان حدیثوں سے زیر بحث مسئلہ پر استدلال کرنا بھی مکڑی کے جالے سے شیر کو قابو کرنے کے مترادف ہے۔ پھر اس پر مزید یہ جسارت کرنا کہ یہ حضرت عمر فاروق ؓ کا تعزیری یا سیاسی و انتظامی حکم تھا بلا شبہ یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جو اپنی رائے اور تحقیق کو منوانے کی حرص اور شوق میں صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ کی اس عظمت و محبت کا لحاظ بھی نہیں کرتے جو ایک مسلمان کیلئے اس کے اسلام پر قائم رہنے کیلئے شرعاً مطلوب اور سخت ضروری ہے۔

## ﴿الطَّلَاقُ مرَّتٰنِ﴾!

مخالف نے ﴿الطَّلَاقُ مرَّتٰنِ﴾ سے اس دعویٰ پر استدلال کیا ہے کہ اس سے مراد یکے بعد دیگرے دو مرتبہ طلاق دینا مراد ہے جو الگ الگ مجالس یعنی دو طہروں میں ہوں۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد طلاق کی ترتیب بیان کرنا نہیں بلکہ اس کا مطلب طلاق اور رجعت کے بارے میں مرد کے اختیارات کو محدود کرنا ہے۔ اس کی جو تفصیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں عربوں کا رواج تھا کہ طلاق اور رجعت کی کوئی حد مقرر نہیں تھی۔ جو شخص اپنی بیوی کو تنگ کرنا اور پریشان رکھنا چاہتا تھا وہ بیوی کو بار بار طلاق دیتا اور بار بار عدت کے اندر اندر رجوع کر لیتا اس طرح وہ بیچاری لٹکی رہتی تھی

---

[1] عن ابن طاؤس عن ابيه عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول اللّٰه صلىٰ اللّٰه عليه وسلّم وأبي بكر سِنتَيْن من خلافة عُمرؓ طلاق الثلاث واحدةٌ فقال عُمرُ ابن الخطاب اِن النّاس قد استعجلوا في امر كانت لهم فيه أناة فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم. (صحيح المسلم: ص ٤٧٧ إلى ص ٤٧٨ ج ١)

نہ وہ اس سے آزاد ہو کر کسی اور سے نکاح کر سکتی تھی اور نہ شوہر اس کو اپنے پاس رکھتا۔ قرآن مجید کی اس آیت نے ظلم کے اس دروازہ کو بند کر دیا اور اس آیت کریمہ کی رو سے ایک مرد اپنی بیوی پر زیادہ سے زیادہ دو ہی مرتبہ طلاق رجعی کے اختیار کو استعمال کر سکتا ہے اور تیسری بار طلاق دینے کے بعد عورت مستقل طور پر جدا ہو جائیگی۔ لہٰذا یہ آیت مرد کیلئے طلاق اور رجعت کی حدود متعین کرتی ہے کہ طلاق تین ہیں اور رجعت دو طلاقوں تک کی جا سکتی ہے۔

نیز اس آیت کریمہ میں غور و فکر کرنے سے خود بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ آیت کریمہ طلاقوں کی تعداد کو متعین کرتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الطّلاقُ مرَّتٰنِ فَامسَاكٌ بِمَعرُوفٍ اَوتَسرِيحٌ بِّاِحسَانٍ﴾

''طلاق دو مرتبہ ہے، پھر (حسنِ سلوک اور) بھلائی کیساتھ روک لینا ہے یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے''۔

اس سے متصل دوسری آیت میں ارشاد ہے:

﴿فَاِن طلَّقَهَا فلا تَحِلُّ لَه مِن بَعدُ حَتّٰى تَنكِحَ زَوجاً غَيرَهٗ﴾

''پس اگر اسے (تیسری بار بھی) طلاق دیدی۔ تو اس کے بعد اس کیلئے وہ حلال نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کر لے۔ (سورۃ بقرہ: آیت ۲۳۰)

یہ آیتیں صاف صاف اشارہ کرتی ہیں کہ وہ کسی مرّوجہ یا متوقع ظلم کے دروازے کو بند کرنا چاہتی ہیں کیونکہ اس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ طلاق کی وہ تعداد جس میں بیویوں سے رجعت کا حق حاصل ہے زیادہ سے زیادہ دو ہیں ان دو طلاقوں کے بعد ان کو خوش اسلوبی کے ساتھ نکاح میں روک لینا ہے یا حسنِ سلوک کے ساتھ رخصت کرنا اور چھوڑ دینا ہے۔ اس لئے کہ تیسری طلاق کے بعد عورت اپنے خاوند کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور وہ اس سے مکمل طور پر جدا ہو جاتی ہے جس کے ساتھ پھر اس کیلئے دوبارہ نکاح بھی حلال نہیں جب تک وہ مطلقہ عورت کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کر لے البتہ اگر دوسرا خاوند بھی اس کو ہمبستری کے بعد طلاق دے دے پھر اس (دوسرے شوہر سے) عدت گزر جانے کے بعد، وہ پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

## ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ کے اسلوب اور طرزِ بیان کے فوائد!

قرآن مجید کی آیتوں اور اس کے اسلوب اور طرزِ بیان میں بڑی حکمتیں اور فوائد پوشیدہ ہیں۔

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ......فَاِن طَلَّقَهَا﴾ کے اس اسلوب اور طرزِ بیان میں جو فوائد اور حکمتیں موجود ہیں وہ اللہ

تعالیٰ ہی کوخوب معلوم ہیں البتہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات اورصحابہ کرام ؓ کے فیصلوں کی روشنی میں جوفوائداور حکمتیں زیربحث مسئلہ سے متعلق سامنے آئیں ہیں وہ یہ ہیں:

(۱): ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ اس سے ایک فائدہ اورشرعی حکم یہ معلوم ہوا کہ خاوند کیلئے ''حق رجوع'' اوراس کے اختیارطلاق کومحدود کردیا گیا کہ اگرشوہر نے دوطلاقیں دی ہیں تو وہ عدت کے اندر بلاتجدید نکاح کے اپنی بیوی سے رجوع کرسکتا ہے اورعدت گزرجانے کے بعد پھربھی دونوں میاں بیوی اگر باہمی رضا مندی سے نکاح کرنا چاہیں وہ آپس میں دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔

۲۔ ''الطّلاقُ اثنان'' کے بجائے ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ کواختیارکیا گیا اس سے یہ اشارہ دیا کہ طلاق کی ضرورت پڑی تو جلدبازی نہ کیجئے۔کہ بیک لفظ تین طلاقیں دےڈالیں بلکہ وقفے وقفے سے ہونا چاہئے تاکہ بعد میں پشیمانی اورپریشانی نہ ہوجیسا کہ اس کا بیان ان شاءاللہ تعالیٰ آگے آنے والا ہے۔

۳۔ اگر''الطلاق اثنان '' کا لفظ استعمال کیا جاتا تو اس میں یہ اشکال ہوسکتا تھا کہ اگر دوطلاقیں اکھٹی نہ دی گئیں ہوں بلکہ دونوں طلاقوں کے درمیان سالہا سال کا فاصلہ ہومثلاً ایک طلاق دینے کے بعد عدت میں رجوع کیا یا عدت کے بعد دوبارہ نکاح کیا۔پھرتین چار سال کے بعد میاں بیوی کے درمیان ناچاقی پیدا ہوئی اورشوہر نے دوسری طلاق بھی دیدی۔ایسی صورت میں کیا پہلی دی ہوئی طلاق شمار ہوگی یا دوبارہ نکاح کے بعد وہ طلاق کالعدم ہوگئی یہاں ''مرتان '' کا لفظ لاکر یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ دوطلاقیں اکھٹی دیدی جائیں یا ایک طلاق کے بعد دوسری طلاق عرصہ درازکے وقفے سے دیدی جائے بہرحال یہ بھی پہلی طلاق کے ساتھ مل کردوشمار ہونگی اورکسی کا یہ عذرقبول نہیں کیا جائیگا کہ پہلی طلاق تو میں نے سالہا سال پہلے دی تھی۔

خلاصہ یہ کہ یہاں پر یہ حکم بھی بتایا اوردوطلاقیں اکھٹی ذکرکرکے یہ اشارہ دیدیا کہ دوطلاقیں اکھٹی بھی واقع ہوتی ہیں اور﴿مَرَّتٰنِ﴾ کے ساتھ یہ اشارہ دیا کہ اگردوطلاقوں کے درمیان عرصہ درازبھی گزرے پھربھی یہ دوسری طلاق پہلے سے مل کردوہوجاتی ہیں۔

(۴): اللہ تعالیٰ نے تیسری طلاق دینے کیلئے یہ نہیں فرمایا کہ اگرتیسری باربھی دیدی توبیوی ہاتھ سے مکمل نکل گئی۔بلکہ تیسری طلاق کا ذکرحرف ''فاء'' ﴿فَاِن طَلَّقَهَا﴾ سے فرمایا۔

حرف ''فاء'' جو اکثرتعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے یعنی جوکام اوربات متصل ہو۔وہاں ''ف'' کا استعمال ہوتا ہے۔﴿فَاِن طَلَّقَهَا﴾ کا مطلب یہ ہوا کہ اگردوبارطلاق دے چکنے کے بعدفوری طورپر(تیسری)

طلاق بھی دیدی۔﴿ فَلَا تَحِلُّ لَه مِن بَعدُ حتّٰى تَنكِحَ زَوجاً غَيرَهٗ.... ﴾''تو وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے''۔

یہاں یہ اشارہ فرمایا کہ دوطلاقوں کے بعد اگر تیسری طلاق بغیر کسی تاخیر کے متصل بھی دیدی جائے۔ پھر بھی عورت بالکل جدا ہوگی۔جس کے بعد وہ اس عورت کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے۔ظاہر ہے کہ جب وقفے وقفے سے یا بغیر وقفے دونوں واقع ہوسکتی ہیں اور ان دو کے ساتھ تیسری طلاق بھی بلا تاخیر متصل واقع ہوجاتی ہے تو تینوں طلاقیں بھی اکھٹی واقع ہونگی۔

بلکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ:

"والقران يدل والله اعلم علىٰ ان من طلّق زوجة له دخل بها أولم يدخل بها ثلاثاً لم تحلّ له حتّٰى تَنكِحَ زَوجاً غَيرَهٗ...."

یعنی''قرآن مجید کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے۔(حقیقت تو اللہ ہی خوب جانتا ہے) کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔خواہ اس نے اس سے ہم بستری کی ہو یا نہ کی ہو بہرحال وہ عورت اس کیلئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔''(كتاب الام: ص ۵۱۷ ج ۵۔ طلاق التي لم يدخل بها )غرض یہ کہ قرآن مجید کا ان آیتوں میں طلاق کی تعداد اور مرد کیلئے رجوع کی حد بیان کرنا مقصود ہے اور قرآن مجید نے اس کیلئے ایسا اسلوب اور طرز بیان اختیار فرمایا جس سے دوسرے فوائد،ہدایات اور احکامات کی طرف اشارہ فرمادیا۔واللہ اعلم

## تکرارِ عمل کیلئے ایک سے زیادہ مجالس کا ہونا ضروری نہیں!

اگر﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ﴾کے معنی یہ ہوں کہ طلاق یکے بعد دیگرے دومرتبہ ہے پھر بھی اس سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ ایک مجلس یا ایک طہر میں دو یا تین طلاقیں نہیں ہوسکتیں اس سے تو صرف اتنی بات ثابت ہوگی کہ دو طلاقیں الگ الگ آگے پیچھے دی جائیں بیک زبان دو یا تین طلاق نہ دی جائیں کہ یوں کہا جائے''تجھے دو طلاقیں دیں''یا''تین طلاقیں دیں''اس سے زیادہ کوئی اور قید کا تو اس آیت میں معمولی اشارہ بھی نہیں اس لئے اگر کوئی ایک طہر میں یا ایک دن میں یا تین دن میں یا ایک ہفتہ میں الگ الگ لفظ کے ساتھ طلاق دے یا کوئی ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی سے یہ کہدے۔''تجھے طلاق''''تجھے طلاق''''تجھے طلاق''یعنی الگ الگ تلفظ کے ذریعے طلاق دی جائے۔اس صورت میں بھی﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾کے خلاف نہیں بلکہ یہ بھی یکے بعد دیگرے ہی ہے۔

صحیح بخاری کے باب الوضوء میں ہے:

((توضأ رسولُ اللّٰہِ صلّی اللّٰہُ علیہ وسلم مرّۃً مرّۃً ومرَّتین مرَّتین وثلٰثاً.))

''رسول اللہ ﷺ نے ایک،ایک بار اور دو،دو بار اور تین،تین بار اعضاء وضوء کو دھویا۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دو یا تین مجلسوں میں اعضاء وضوء دھوئے۔

## بیک وقت اکھٹی تین طلاقیں گناہ ہیں پھر بھی طلاقیں پڑ جاتی ہیں!

اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ اس آیت میں طلاق دینے کا طریقہ سکھایا گیا ہے کہ طلاقیں بیک وقت اور بیک زبان نہ دی جائیں بلکہ الگ الگ مجلس اور طہر میں دی جائیں اور نبی کریم ﷺ نے بھی عام حالات میں بیک وقت اکھٹی طلاقوں کو سخت ناپسند فرمایا ہے اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ اگر کسی نے یہ غلطی کر دی تو اس کی دی ہوئی طلاقیں بھی واقع نہ ہونگی؟ اس سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نے طلاق دینے کا طریقہ غلط اختیار کیا جس سے وہ گنہگار رہا لیکن اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ اس گناہ کی وجہ سے وہ طلاقیں واقع نہ ہونگی۔

بالفرض اگر گناہ طلاق کو واقع ہونے سے روکتا ہے پھر تو جس نے بیوی کو ایک طہر میں بیک زبان اکھٹی تین طلاقیں دیدیں۔ایسی صورت میں تو ہونا یہ چاہئے کہ ایک طلاق بھی واقع نہ ہو کیونکہ ان تینوں ناجائز طلاقوں میں ایک طلاق یہ بھی شامل ہے۔جیسا کہ شیعہ جعفریہ فرقے کا یہی مسلک ہے کہ ناجائز طریقے سے طلاقیں دینے سے ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔حالانکہ بیک زبان دی گئی تین طلاقوں میں سے ایک طلاق کے پڑ جانے کا تو مخالف بھی قائل ہیں۔

## اس کو نماز پر قیاس نہ کیجئے!

اس مسئلہ کو نماز پر قیاس کرنا بھی درست نہیں جیسا کہ شیعہ فرقے نے اس کو نماز پر قیاس کیا ہے اور آج کل کے بعض غیر مقلدین بھی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جس طرح غلط طریقے سے کوئی نماز شروع کرے تو وہ نماز شروع ہی نہیں ہوئی یا جو شخص وقت سے پہلے نماز شروع کرے اس کی نماز معتبر ہی نہیں۔

اس قیاس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو اس مسئلہ کو اجتہادی بنانا ہی درست نہیں کیونکہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث اور صحابہ کرام ﷢ کے اجماع سے ثابت ہے ظاہر ہے کہ اجتہاد تو اس مسئلہ میں ہوتا ہے جو قرآن وسنت سے صراحت کے ساتھ ثابت نہ ہو یا جس کے معنیٰ،مطلب اور حکم میں صحابہ کرام ﷡ کا اختلاف ہوا ہے اگر بالفرض اس

مسئلہ میں اجتہاد اور اختلاف کی گنجائش کو تسلیم کیا جائے پھر بھی اس مسئلہ کی نظیر نماز نہیں کیونکہ نماز سب سے افضل عبادت ہے اور طلاق مباح چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔نماز کا حال تو یہ ہے کہ جب اس کا وقت ہو جاتا ہے تو نماز واجب ہو جاتی ہے کیا جب بھی کسی کی بیوی حیض سے پاک ہو جائے تو اسکو طلاق دینا واجب ہے؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ طلاق کے اس مسئلہ کی نظیر مسئلہ ظہار بن سکتا ہے وہ یہ کہ جو شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دے کہ:''تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں یا بہن کی پشت''اس قول کو قرآن مجید نے جھوٹ قرار دیا ہے مگر اس کے باوجود جو ایسا کہے گا اس پر ظہار کا حکم لاگو ہوگا اور یہ نہیں کہا جائیگا کہ اس نے جھوٹی بات کہی ہے اس لئے اس پر ظہار کا حکم لاگو نہیں ہونا چاہئے۔بلکہ قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ اس کا حکم بیان فرمایا۔

## امام طحاویؒ کا جواب!

ان واضح اور ظاہر دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی اس پر مصر ہے کہ ہم تو اسے نماز ہی پر قیاس کریں گے تو اس کا جواب حضرت امام طحاویؒ نے اپنی کتاب معانی الآثار میں دیا ہے اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ طلاق سے نکاح ختم ہو جاتا ہے اس لئے اس کو نماز کے ختم ہونے پر قیاس کرو نہ کہ نماز کے شروع ہونے پر۔نماز میں داخل ہونے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ سنت طریقہ پر نماز میں داخل ہو تو نماز شروع ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔اسی طرح عقد نکاح کا صحیح طریقہ شریعت میں موجود ہے جو بھی غلط طریقہ سے بغیر ایجاب وقبول کے اور بغیر گواہوں کے نکاح کرے گا یا کوئی عورت عدت کے اندر کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے گی تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا اور نماز سے نکل جانے کے طریقے بھی دو ہیں ایک صحیح طریقہ ہے کہ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ'' کہہ کر نماز سے نکل جائے ایسی صورت میں وہ نماز سے بھی نکل گیا اور گنہگار بھی نہیں ہوا دوسرا غلط طریقہ ہے وہ یہ کہ سلام پھیرے بغیر نماز سے بھاگ گیا یا باتیں شروع کر دیں یا کھانا پینا شروع کر دیا ایسی صورت میں بھی یہ شخص بالاتفاق نماز سے نکل جاتا ہے مگر گنہگار رہوتا ہے۔

اسی طرح طلاق کے ذریعے نکاح سے نکلنے کے بھی دو طریقے ہیں ایک صحیح طریقہ مثلاً ایک طہر میں ایک طلاق بھی واقع ہو جائیگی اور دوسرا غلط طریقہ یہ کہ حیض میں طلاق دے یا بیک لفظ تین طلاقیں دیدے۔اس طرح طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہوگی مگر گنہگار ہوگا۔(دیکھئے شرح معانی الاثار: ج۲ص۳۵)

## طلاق دینے اور اس کے واقع ہونے کے حکم میں فرق!

یہ بات یاد رکھیں کہ طلاق دینے اور اس کے واقع ہونے کے حکم میں فرق ہے ایک طہر میں اکھٹی تین طلاقیں دینا، اسی طرح حالتِ حیض میں ایک طلاق دینا بھی ناجائز اور کارِ گناہ ہے یہ ہے طلاق دینے کا حکم جہاں تک طلاق واقع ہونے کا حکم ہے وہ یہ ہے کہ مرد کو تین طلاقیں دینے کا حق حاصل ہے جب بھی وہ اس اختیار اور حق کو استعمال کرے گا خواہ جائز طریقے سے ہو یا ناجائز طریقے سے بہرحال اس کا حق و اختیار ختم ہو جائیگا اس مسئلہ کی وضاحت ایک مثال سے سمجھئے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کے ساتھ ہم بستری کو غسل کے فرض ہونے کیلئے سبب بنایا ہے اب اگر کوئی شخص جائز طور پر اپنی بیوی سے ہم بستری کرے اس پر بھی شریعت کی رو سے غسل فرض ہو جائیگا اسی طرح اگر کوئی بدکار شخص کسی اجنبی عورت کے ساتھ بدکاری کرے تو اس فعل کے ممنوع اور حرام ہونے کے باوجود اس پر شرعاً غسل فرض ہو جائیگا بعینہ یہی صورت طلاق کی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فعل طلاق کو نکاح کی قید سے رہائی کا سبب اور ذریعہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا جب کوئی مکلّف شخص اپنی بیوی کو طلاق دے گا خواہ وہ طلاق شریعت کے اس بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق دی ہو یا ناجائز طریقے سے بہرحال وہ طلاق اس کی بیوی پر واقع ہوگی البتہ وہ شریعت کی نگاہ میں قصوروار ہوگا جیسا کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا ناجائز ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک طلاق دی تھی اور اس کو واقع بھی مانا گیا۔ لیکن چونکہ ایک طلاق کے بعد رجعت کا حق باقی رہتا ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے غلطی کی تلافی کیلئے رجعت کا حکم فرمایا جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے ان شاءاللہ تعالیٰ اس کی مزید تفصیل آگے بھی آئیگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ بات بھی وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے کہ ممنوع اور ناجائز طور پر طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جو لوگ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک بتاتے ہوئے مذکورہ آیت کو بطورِ دلیل کے پیش کرتے ہیں ان کا یہ طرزِ عمل خالص مغالطہ پر مبنی ہے استدلال سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ تو طلاق کے عدد کو متعین کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ مرد کو زیادہ سے زیادہ دوبار رجوع کرنے اور تین طلاقیں دینے کا حق حاصل ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا جو شخص بھی اپنے اس حقِ اختیار کو استعمال کرے گا خواہ وہ اس کو تین الگ الگ طہروں میں استعمال کرے گا یا ایک ہی طہر میں الگ الگ تلفظ سے آگے پیچھے تین طلاقیں دے یا ایک ہی لفظ سے اکھٹی تین طلاقیں دے۔ بہرحال اس کے رجعت کا حق و اختیار ختم ہو جائے

گا۔اس میں شک نہیں کہ بعض صورتوں میں طلاق دینا ناجائز ہے۔مگر قرآن مجید کی کسی ایک آیت سے اشارۃً بھی یہ بات نہیں نکلتی کہ بیک وقت یا ایک لفظ سے دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوگی بلکہ قرآن مجید کی آیتوں سے یہ بات صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہونگی۔

## حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت!

جو لوگ ایک مجلس یا ایک طہر کی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرتے ہیں ان کی سب سے بڑی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے پہلے تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا۔

## اگر کوئی صحابی رضی اللہ عنہ یہ فرمائے کہ نبی کریم صلی ﷺ کے عہد میں یہ کام ہوتا تھا اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ خود نبی کریم ﷺ وہ کام کرتے یا اس کا حکم دیا کرتے تھے!

وہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قدیم اجماع اس پر تھا کہ بیک وقت تین طلاقیں ایک ہی ہے اگر یہ نیا اجماع ثابت بھی ہو جائے پھر بھی قدیم اجماع میں صحابہ کرامؓ کی تعداد اس جدید اجماع کی نسبت زیادہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے وفات کے وقت صحابہ کرام کی جو تعداد موجود تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے تک اتنی تعداد نہ رہی بلکہ ان میں بہت سے صحابہ کرام وفات یا شہید ہو گئے تھے لیکن ان کا یہ کہنا محض مغالطہ ہے جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں کیونکہ پہلے تو یہ بنیادی غلط ہے کہ اس روایت میں جو ''رسول اللہ ﷺ کے دور میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھی سے یہ مطلب لینا کہ نبی کریم ﷺ اپنی زندگی میں تین طلاقوں کا ایک طلاق پڑ جانے کا حکم دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ خود بیک وقت تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیتے تھے اور آپؐ کے بعد صدیقی دورِ خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے مقرر کردہ افراد اسی طرح کے فیصلے کرتے تھے حالانکہ اس کا یہ مطلب قطعاً درست نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں ایسا ہوتا تھا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ چیز ضروری یا مباح ہوتی تھی کیونکہ بعض لوگ لین دین اپنی مرضی یا رواج کے مطابق کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کو جب ایسے کام کا علم ہو جاتا جو ممنوع ہوتا تو آپ ﷺ اس سے منع فرماتے بلکہ بعض کام ایسے بھی ہوتے تھے جن کی ابتداءِ اسلام میں اجازت تھی اور ان کو نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کی آخری سالوں میں ممنوع قرار

دیا مگر بعض صحابہ کو اس کی حرمت وممانعت کا علم نہ ہوسکا اس لئے وہ لاعلمی کے ساتھ اس کام کو کیا کرتے تھے اور جب ان کو کسی وجہ سے اس کا علم ہوجاتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے بلکہ کئی مسائل ایسے بھی ہیں کہ انکی حرمت نازل ہوئی تھی اور جلیل القدر صحابہ کرام اس سے بے خبر رہے اور عرصہ دراز تک وہ سابقہ جواز کے مطابق خود بھی اس پر عمل کیا کرتے اور دوسروں کو بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیدیتے تھے۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ نکاح متعہ یعنی نکاح موقت کا ہے جس کی اجازت سفر کے مخصوص حالات کے تحت دیدی گئی تھی اور نبی کریم ﷺ نے کئی غزوات اور عام اجتماعات میں اس کی حرمت کا اعلان فرمایا جیسا کہ اس کا بیان نکاح کے باب میں ''متعہ'' کے بیان میں گزر چکا ہے۔ مگر اس کے باوجود حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس سے بے خبر رہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

((استمتعنا علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر))

''ہم رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے (ابتدائی) کے دورِ خلافت میں متعہ کیا کرتے تھے۔'' (صحیح مسلم ص ۴۵۱ ج ۱)

بعض روایتوں میں یہ تفصیل بھی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے منع فرمایا تو پھر ہم منع ہوگئے۔ (دیکھئے صحیح مسلم ص ۴۵۱ ج ۱)

اس روایت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زیر بحث روایت دونوں میں غور کریں۔

ان دونوں کا مضمون ایک جیسا ہے۔ لیکن جس شخص کی بھی قرآن وحدیث پر نظر ہو وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ مطلب لے گا کہ ہم تمام صحابہ کرام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک متعہ کیا کرتے تھے یا اس کے جواز کے قائل تھے مگر اس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا ایسا ہرگز نہیں کیونکہ قرآن مجید اور صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ حدیث کی کتابوں میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع وغیرہ سے یہ ثابت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے بار بار اس سے منع فرمایا اور اس کی حرمت کا اعلان بھی فرمایا لیکن اس کے باوجود حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس کی حرمت کی خبر نہیں پہنچی تھی اور وہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت تک اس کو مباح سمجھتے رہے اور اس کیلئے ایسا انداز بیان اختیار کرتے تھے کہ گویا تمام صحابہ کرام اس کے قائل تھے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں تھا بلکہ اس کے قائل صرف وہ حضرات تھے جن کو اس کی حرمت کا علم نہ ہوسکا۔

(دیکھئے امام نوویؒ کی شرح مسلم علی صحیح مسلم ص ۴۵ ج ۱)[1]

---

[1] نکاح متعہ کی تفصیل اسی کتاب کے باب النکاح میں موجود ہے۔

کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی بنیاد پر یہ دعویٰ درست ہے کہ متعہ کی حرمت پر جو اجماع حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں منعقد ہوا تھا اس سے پہلے قدیم اجماع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد نسبتاً اس نئے اجماع سے زیادہ تھی لہٰذا وہ پہلا اجماع زیادہ قوی اور زیادہ قابل عمل ہے؟

ذی عقل آدمی اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا بلکہ ہر صاحب عقل اس سے یہی سمجھے گا کہ ایسی صورت میں جو صحابہ کرام متعہ کے جواز کے قائل تھے انہوں نے بھی اپنے قول سے رجوع کر کے اس کی حرمت کو تسلیم کیا اسی طرح اس مسئلہ میں بھی حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے پر قدیم اجماع سے استدلال کرنا کوئی دلیل نہیں بلکہ ایک مغالطہ ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی مکڑی کے جالے کو فولاد کی زنجیر باور کر کے اس میں ہاتھی کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے۔

## حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے جواب!

اب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو جوابات دیئے گئے ہیں ان کو پڑھ لیجئے۔

علماء اسلام نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بہت سے مفصل جوابات دیئے ہیں۔ ان میں سے چند کو یہاں اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔

## امام مسلمؒ کی روایت میں ابہام ہے!

جوابات سے پہلے اس بات کو یاد رکھیں کہ امام مسلمؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ابہام پایا جاتا ہے ان الفاظ سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ ایک ہی لفظ سے دی گئیں تین طلاقیں مراد ہیں جیسے کوئی بیوی سے یہ کہدے کہ: ''تجھے تین طلاقیں ہیں'' یا تین الگ الگ الفاظ سے جیسا کہ کوئی بیوی سے یہ کہدے کہ: ''تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق۔ نیز اس سے یہ بھی واضح نہیں کہ ان تین طلاقوں کے ایک ہونے کا تعلق مدخول بھا یعنی ایسی عورت کے ساتھ ہے جس سے شوہر نے ہمبستری کی ہو یا غیر مدخول بھا کے ساتھ یعنی وہ عورت جس کے ساتھ شوہر نے ہمبستری نہیں کی ہو خلاصہ یہ کہ اس روایت میں اس طرح کے کئی ابہام موجود ہیں اور ان وجوہات کی بناء پر مسلم شریف کی اسی روایت سے کوئی صورت متعین نہیں کی جاسکتی اور یہ روایت ان میں سے کسی صورت پر صراحت وقطعیت سے دلالت نہیں کرتی اس لئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں تاویل ضروری ہے کیونکہ اس روایت کو اگر ظاہر پر محمول کیا جائے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر صورت میں تین طلاقیں ایک شمار کی

جائیں اگر چہ تین طلاقیں الگ الگ طہروں میں دی گئی ہوں۔ کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عباس ﷛ کا یہ قول کہ ''تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں جس طرح ایک ہی مجلس یا ایک ہی طہر میں تین طلاقوں کو شامل ہے اسی طرح یہ الگ الگ تین طہروں کے تین طلاقوں کو بھی شامل ہے۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں یہ تو نہیں ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر ﷛ اور حضرت عمر ﷛ کے ابتدائی دو سالوں میں ایک ہی مجلس کی تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا بلکہ اس میں تو اتنا ہے کہ ''تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں'' لہٰذا ضروری ہے۔ کہ اس روایت کی ایسی تاویل کی جائے کہ ان کا یہ قول قرآن وسنت اور اجماع صحابہ اور جمہور علماء اسلام سے بھی متصادم نہ ہو اور اس کے قول کو صحیح مقام پر بھی رکھا جائے نیز ان کی یہ روایت خود ان کے ان روایات کے بھی خلاف نہ ہو جو ان سے کثرت سے منقول ہیں وہ یہ کہ ''تین طلاقیں تین ہی شمار ہونگی'' حضرت ابن عباس ﷛ کی روایت سے پہلا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث قابل استدلال ہی نہیں۔

## حضرت عبداللہ ابن عباس ﷛ کی روایت شاذ ہے!

کیونکہ علماء کرام نے حضرت عبداللہ ابن عباس ﷛ کی اس روایت کو شاذ قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عبداللہ ابن عباس ﷛ کے تمام شاگرد مثلاً سعید ابن جبیر، امام عطاء بن ابی رباح، امام مجاہد بن جبیر، عمرو بن دینار، مالک بن الحارث، محمد بن ایاس وغیرہ، سب کے سب حضرات حضرت عبداللہ ابن عباس ﷛ کے یہی نقل کرتے ہیں کہ وہ اکھٹی تین طلاقوں کو تین قرار دیتے تھے۔ اور امام بیہقیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے بھی اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس روایت میں طاؤس منفرد ہے۔ حضرت ابن عباس ﷛ کے کسی دوسرے شاگرد نے اس روایت کو نقل نہیں کیا ہے اور اس کی یہ روایت دوسرے ثقہ راویوں کیخلاف بھی ہے اور یہ ایک ایسی روایت ہے جس پر خود ابن عباس ﷛ نے بھی عمل نہیں کیا ہے بلکہ اس کیخلاف فتویٰ دیتے رہے اور اس طرح کی روایت اصولِ محدثین میں شاذ کہلاتی ہے جو قابلِ استدلال نہیں ہوتی بلکہ یہ بات عقل سلیم کے بھی خلاف ہے۔ کہ ایسی عام بات جس پر دورِ نبوت اور دور صدیقی اور دور فاروقی میں سب کا متفق ہونا بیان ہوا ہو لیکن اس کا راوی صرف ایک ہی ہو اور اس سے نقل کرنے والا بھی ایک ہو پھر جس صحابی سے نقل کیا جاتا ہے اس کے دوسرے شاگردوں کا نقل کرنا تو کہاں بلکہ وہ اس کے خلاف نقل کرتے ہیں اور جس صحابی سے نقل کیا جاتا ہے اس کا عمل ایک بار نہیں بلکہ تواتر کے ساتھ اس کے خلاف چلا آرہا ہو اور دوسرے تمام شاگرد بھی اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہوں کیا ایسی شاذ و نادر بات کوئی قبول کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس روایت کو امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی کتاب مسند احمد'' میں نقل کیا ہے مگر اس روایت کو رد کیا ہے۔ چنانچہ جمال الدین ابن الہادیؒ فرماتے ہیں۔ کہ'' اثرم کہتے ہیں میں نے ابوعبداللہ امام احمد بن حنبلؒ سے حضرت ابن عباسؓ کی اس زیر بحث روایت کے بارے میں پوچھا کہ آپ نے اس حدیث کو کیوں ترک کر دیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا'' اد فعه بـروايـة الـنـاس عن ابن عباس.... انّها ثلث ''میں اس کو ترک کر دیتا ہوں۔ اس لئے کہ سب لوگ (یعنی حضرت ابن عباس کے تمام شاگرد) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اکھٹی تین طلاقوں کو تین مانتے تھے۔ (ایسی صورت میں صرف طاؤس کی روایت کو کیسے قبول کر سکتا ہوں) (المغنی ص ۳۳۴ ج ۱۰)

بلاشبہ اگر واقعی یہ بات کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہے عہد رسالت اور عہد صدیقی میں معمول بہ بات کو تبدیل کیا گیا ہے ایسی صورت میں تو اس کی اور زیادہ تشہیر ہوتی اور یہ بات اس دور کے عام لوگوں کو بھی معلوم ہوتی کیونکہ یہ ایک عمومی حکم ہے لیکن اس کے برعکس اس روایت کا جو حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

صاحب جرح وتعدیل امام جوزجانی کہتے ہیں۔''هو حديث شاذ و قدعنيت بهذا الحديث فی قـديـم الـدهر فلم أجد له اصلا ''طاؤس کی روایت شاذ ہے میں زمانہ دراز تک اس کی تحقیق میں لگا رہا مگر مجھ کو اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ملی۔ (الاشفاق ص ۵۷) نیز مشہور محدث حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں۔'' ورواية طـاؤس وَهـمٌ وغلطٌ لم يعرج عليها عهد من فقهاء الا بصار بالحجاز و الشام والعراق و المشرق و الـمـغـرب ''''طاؤس کی روایت وہم اور غلط ہے حجاز، شام، عراق اور مشرق ومغرب کے فقہاء ابصار میں سے کسی نے بھی اس پر اعتماد نہیں کیا۔ (الجامع الا حكام القرآن للقرطبی ص ۱۲۹ ج ۳)

بلکہ اس شاذ روایت کے راوی طاؤس کا خود اپنا بیان بھی اس کے خلاف ہے چنانچہ طاؤس کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے والد طاؤس نے فرمایا ہے۔'' عـن طـاؤس انـه کـان يـروی طـلاق الثلاث واحدة كذبه ''جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ طاؤس تین طلاقوں کو ایک سمجھتے تھے تم اس کو جھوٹا قرار دو۔

(الاشفاق علی احكام الطّلاق للإستاذ محمد زاهد الكوثری ص ۳۹)

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوتی ہے کہ زیر بحث روایت شاذ اور نا قابل استدلال ہے اگر ہم طاؤس کی روایت کو یقینی طور پر باطل نہ بھی قرار دیں پھر بھی لازم تو یہ ہے کہ ہم اس کی ایسی تاویل کریں جو اجماع صحابہ بلکہ خود اس کے اپنے فتویٰ کے خلاف نہ ہو۔

۲) حضرت ابن عباسؓ کے حدیث کا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ میں تین طلاقیں الگ الگ لفظ کے ساتھ اس طرح دیتے ''انت طالق، انت طالق، انت طالق ''اس طرح تین طلاقیں دینے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس کی نیت تین طلاقیں دینے کی ہو دوسرا احتمال یہ ہے کہ نیت تو ایک ہی طلاق کی ہو لیکن تاکید اور پختہ کرنے کے لئے بار بار طلاق کا لفظ دہرایا جائے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کوئی قرضخواہ مقروض سے اپنے قرض کا مطالبہ کر رہا ہو اور وہ اس کے جواب میں کہے۔ چھوڑو صبر کرو دیتا ہوں، دیتا ہوں، دیتا ہوں، ظاہر ہے کہ اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ قرض دیتا ہوں۔اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ تین گنا قرض دیتا ہوں لیکن چونکہ طلاق کی تعداد تین ہے اس لئے جب تین بار لفظ طلاق کا تکرار کیا جاتا ہے تو اس میں قوی احتمال تین طلاقیں دینے کا بھی ہوتا ہے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں لوگوں پر امانت اور دیانت کا غلبہ تھا اس لئے ان کے بارے میں خیال نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی شخص طلاق دیتے وقت تین طلاقوں کے ارادے سے تین بار یہ الفاظ کہے اور بعد میں یہ کہنے لگے کہ میں نے تو ایک ہی کا ارادہ کیا تھا اسلئے اس دور میں اگر کوئی شخص تین مرتبہ الفاظ طلاق استعمال کرنے کے بعد یہ بیان کرتا کہ میری نیت اس کو طلاق دینے کی نہیں بلکہ صرف تاکید کے لئے بار بار کہا ہے تو اس کا یہ قول قضاءً یعنی قانونی طور پر بھی قبول کر لیا جاتا تھا لیکن حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں میں کثرت فتوحات سے نومسلم زیادہ ہو گئے اور نومسلموں کی تعداد بڑھ گئی اور اسلام دور دور تک پھیل گیا۔ اور بکثرت طلاق کے ایسے واقعات آئے جن میں ایک ہی مجلس میں اس طرح طلاق دینے کی کثرت ہوگئی اور تکرار لفظ کے ساتھ طلاق دے کر اکثر لوگ یہ کہنے لگے کہ میری نیت تو ایک ہی کی تھی تو حضرت عمر فاروقؓ نے محسوس کیا کہ لوگوں میں روز بروز امانت اور دیانت کا معیار گھٹ رہا ہے اگر لوگوں کے بیانات کو قانونی طور پر قبول کرنے کا یہ سلسلہ جاری رہا تو لوگ جھوٹ بول کر حرام کا ارتکاب کریں گے چونکہ نیت کا سوال محض ایک رعایت تھی جس سے وہ لوگ فائدہ اٹھانے کا حق رکھتے تھے جو صادق القول ہوں اور جو کم علمی اور بے خبری کے سبب ایسا اتفاقیہ کر گزرتے تھے لیکن جب اس چیز نے فتنہ کی صورت اختیار کر لی اور لوگ اس طرح طلاق دے کر آسانی کے ساتھ نیت کے پردے میں اپنے آپ کو چھپانے لگے اور عورتوں کو دعویٰ طلاق ثلاثہ کے باوجود وہ محض اس لئے قانون کی زد سے اپنے آپ کو بچاتے تھے کہ ہماری نیت تو ایک کی تھی اور تکرار لفظ کا محض اظہار تاکید کے لئے تھا اس لئے انہوں نے اعلان فرما دیا کہ آئندہ جو شخص طلاق کے الفاظ تین بار دہرائے گا تو اس کا یہ عذر قبول نہ ہوگا کہ میں نے ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا تھا تین کا نہیں بلکہ اس کے ظاہر الفاظ پر

فیصلہ کرتے ہوئے قضاءًاس کو تین طلاقیں شمار کیا جائیگا ،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس جواب کی تائید حضرت رکانہ کے واقعہ طلاق سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان عنقریب آنیوالا ہے مذکورہ جوابات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حکم بدلا نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں قرآن وسنت کے حکم کو واضح کر دیا ہے۔

۳)　　حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس روایت کا تعلق غیر مدخولہ کے ساتھ ہے یعنی وہ عورت جس کے ساتھ نکاح تو ہوا ہو مگر اب تک اس کی رخصتی نہ ہوئی ہو یعنی اب تک اس کے ساتھ شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو ایسی عورت کو غیر مدخول بہا کہتے ہیں۔

## طلاق واقع ہونے کی شرط!

یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ طلاق کے وقوع کے لئے شرط یہ ہے کہ جس عورت کو طلاق دی جاتی ہے وہ اس کے نکاح میں ہو یا عدت میں جس عورت سے ہمبستری ہوئی ہے اس پر عدت گزارنی لازم ہے یعنی اس پر فرض ہے کہ وہ ایک خاص وقت تک انتظار کرے اور اس وقت میں وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح نہ کرے اور غیر مدخولہ یعنی جس کی رخصتی اب تک نہ ہوئی ہو ایسی عورت کو اگر طلاق دیدی جائے تو اس کے لئے انتظار کا کوئی بھی وقت مقرر نہیں بلکہ وہ پہلی طلاق کے ساتھ جدا ہو کر اس کے فوراً بعد دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر ایسی عورت کو تکرار لفظ کے ساتھ طلاق دیدی جائے کہ تجھے طلاق۔طلاق۔طلاق تو اس سے اس پر ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور وہ پہلی طلاق ہی سے جدا ہو جائیگی۔ظاہر ہے کہ جب وہ پہلی طلاق کے ساتھ نکاح سے نکل کر جدا ہو جاتی ہے اس کے لئے عدت بھی نہیں ہے تو دوسری اور تیسری طلاق کے لئے محل وقوع ہی باقی نہ رہا لہٰذا ایسی صورت میں دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو جاتی ہے اور نبی کریم ﷺ ،حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی سالوں میں طلاق دینے کا یہی طریقہ تھا کہ وہ عورت کو اس طرح طلاق دیتے تھے کہ:

’’انت طالق . انت طالق . انت طالق ‘‘ تجھے طلاق۔تجھے طلاق۔تجھے طلاق۔مگر بعد میں لوگوں نے جلد بازی شروع کر دی اور غیر مدخولہ کو بھی ایک لفظ کے ساتھ اکھٹی تین طلاقیں دینے لگے۔اور یوں کہنے لگے’’ انت طالق ثلث ‘‘،’’ تجھے تین طلاقیں‘‘اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تینوں کے وقوع کا حکم لگایا یہ وضاحت خود ابن

عباسؓ کی روایت سے ثابت ہے چنانچہ طاؤسؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ''کان الرجل اذا طلق امرأته ثلا ثا قبل ان ید خل بھا جعلوھا واحدة علی عھد رسول اللہ ﷺ وابی بکرو صدرا من امارة عمر ''''جب آدمی ہمبستری سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیتا تھا تو لوگ رسول ﷺ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کی ابتدائی دور میں اس کو ایک شمار کرتے تھے (ابوداؤد کتاب الطلاق)

مذکورہ روایت میں تین طلاقوں کو ایک شمار کرنا اس عورت کے ساتھ خاص کردیا جو غیر مدخول بھا ہو۔

## امام مسلمؒ کی روایت میں کسی راوی سے غیر مدخولہ کا لفظ چھوٹ گیا ہے یا یہ مطلق روایت امام ابوداؤدؒ کی مقید روایت پر محمول ہے!

غور کیجئے!....امام مسلمؒ کی روایت جس میں غیر مدخولہ کی قید نہیں اس کے راوی بھی حضرت طاؤس ہیں اور امام ابوداؤد وغیرہ کی مذکورہ روایت کے راوی بھی حضرت طاؤس ہیں اور اس روایت میں غیر مدخولہ کی قید موجود ہے۔ اور حضرت طاؤسؒ خود بھی فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیتا ہے تو وہ ایک ہی شمار ہوگی۔(مصنف ابن ابی شیبہ دیکھئے جوہر النقی علی النسب الکبری ص ۳۳۱ ج ۷)[۱]

اس طرح کی دوسری روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو امام مسلم کی روایت کردہ طاؤس سے مروی روایت میں بھی لفظ'' قبل ان ید خل بھا '' موجود تھا، مگر طاؤس کے بعد کسی راوی سے یہ لفظ چھوٹ گیا ہے یا اس کے متعلق یہی کہا جائیگا کہ امام مسلمؒ کی روایت مجمل ہے اور امام ابوداؤدؒ وغیرہ کی روایت اس کی تفسیر ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے جب ایک ہی حکم میں سبب بھی ایک ہو ایک نص مطلق اور دوسرا مقید ہو تو مطلق مقید پر محمول ہوتا ہے۔لہٰذا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت غیر مدخولہ عورت پر محمول ہے اور غیر مدخولہ عورت کو جب تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں الگ الگ لفظ کے ساتھ دی جائیں۔جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے کہ اس سے ایک طلاق ہی پڑتی ہے کیونکہ ایک طلاق کے بعد عورت نکاح سے نکل کر جدا ہو جاتی ہے اور دوسری طلاق کیلئے محل باقی نہیں رہتا۔

---

[۱] ذکر ابن ابی شیبة بسند رجاله ثقات عن طاؤس و عطاء و جابر بن یزید انّھم قالوااذا طلقھا ثلاثاً قبل أن یدخل بھا فھی واحدة۔ (الجوھرة النقی علی سننن الکبریٰ ص ۳۳۱ ج ۷)

## مدخولہ اور غیر مدخولہ کے حکم میں فرق!

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ مدخولہ اور غیر مدخولہ عورت کے حکم میں فرق ہے۔اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب غیر مدخولہ کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ اس کو تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق ہی واقع ہوتی ہے تو یہی حکم مدخولہ عورت کے بارے میں بھی ہونا چاہیۓ لیکن ان کی یہ بات بالکل غلط ہے۔ان کا یہ کہنا اپنے مسائل سے جہالت پر مبنی ہے کیونکہ قرآن مجید سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہے کہ غیر مدخولہ جس سے خاوند نے ہمبستری نہ کی ہو اس کو اگر اس کا شوہر طلاق دے تو اس پر کوئی عدت نہیں۔(سورۂ احزاب آیت ۴۹)

لہٰذا اس کے فوراً بعد بھی وہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے بخلاف مدخولہ عورت کے کہ وہ ہر حال میں عدت گزارے گی اور عدت سے پہلے وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی۔

## صحابہ کرامؓ کو غیر مدخولہ کے بارے میں مشکل پیش آتی تھی!

حدیث کی کتابوں میں غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اکرامؓ کو غیر مدخولہ کے بارے میں مشکل پیش آتی تھی کہ اگر کوئی بیوی کو بیک وقت تین ایک لفظ کے ساتھ یا بیک وقت الگ الگ لفظوں میں تین طلاقیں دے تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگی یا تین اور حدیث کی کتابوں میں زیادہ تر سوالات غیر مدخولہ کے بارے میں ملتے ہیں غیر مدخولہ کے متعلق تابعین میں بھی کچھ اختلاف پایا جاتا ہے اس کی یہاں صرف دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔

۱)حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ”جب کوئی شخص اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے یہ کہے کہ ”انت طالق، انت طالق، انت طالق“ تو اس کی بیوی پہلی طلاق سے جدا ہوگی اور بعد والی دو طلاقیں کوئی چیز نہیں ہونگی یعنی وہ لغو ہو جائیں گی۔ [۱] (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۲۰ ج۴)

۲)حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جب بیوی کو رخصتی سے پہلے یہ کہا جائے، انت طالق، انت طالق، انت طالق تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ [۲] (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۲۰ ج۴)

---

۱ ـ عن ابن ابراهيم قال اذا قال قبل ان يدخل بها أنت طلاق با نت بالأوّلى والاخريان ليستا بشئ۔(مصنف ابن ابى شيبة ص ٢٠ ج ٤)

۲ عن الشعبى قال: اذا قال قيل لها : أنت طالق أنت طالق قبل أن يدخل بها فقد حرمت. (مصنف ابن ابى شيبة ص ٢٠ ج ٤)

بلکہ بعض حضرات غیر مدخولہ کو بیک لفظ تین طلاقیں دینے میں بھی یہ گنجائش نکالتے ہیں کہ اس سے تین طلاقوں کے بجائے ایک طلاق واقع ہوگی کیونکہ جب وہ ایسی عورت کو یہ کہتا ہے کہ ''انت طالق ثلاثا'' ایسی عورت میں انت طالق کے لفظ سے غیر مدخولہ جدا ہوتی ہے اس کے بعد ''ثلاثا'' کا لفظ بے محل ہو کر لغو ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انت طالق کے بعد نہ وہ اس کی بیوی رہی اور نہ بیوی کی عدت [1]۔

اگر چہ اس رائے میں کمزوری موجود ہے مگر میں یہاں اس تفصیل میں زیادہ جانا نہیں چاہتا یہاں تو صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ غیر مدخولہ اور مدخولہ کے احکامات میں فرق ہے اور صحابہ کرام ﷺ اور تابعین کو اصل مشکل غیر مدخولہ کے بارے میں پیش آتی تھی کہ اس کو بیک لفظ یا تکرارِ لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو کیا اس پر تین طلاقیں پڑ جائیں گی یا ایک تو اس کا جواب حضرت ابن عباس ﷺ نے دیا ہے۔ [2] کہ اگر الگ الگ لفظوں کیساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو ایک واقع ہوگی اگر بیک لفظ تین طلاقیں دی جائیں تو تین طلاقیں ہی واقع ہوگی۔
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۴ ص۲۱)

خلاصہ یہ کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا تعلق غیر مدخولہ کے ساتھ ہے اور ابن عباسؓ کے حدیث کا یہ جواب امام نسائی سے بھی ماخوذ ہے کیونکہ انہوں نے اپنے سنن میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث پر یہ ترجمۃ الباب قائم کیا ہے کہ ''باب الطلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة'' ''بیوی کے ساتھ ہمبستری سے قبل الگ الگ تین طلاقوں کا بیان'' (سنن نسائی ص۱۰۰ ج ۷)

امام نسائی نے حضرت ابن عباس ﷺ کی حدیث کے ساتھ جو غیر مدخولہ عورت کی اور الگ الگ تین طلاقوں کی قید لگائی ہے ظاہر ہے کہ ان کے پاس اس بارے میں کوئی حدیث ہوگی کیونکہ امام بخاری اور امام نسائی کے تراجم کا معروف طریقہ یہ ہے وہ جس روایت کو اپنی شرائط کے مطابق نہیں پاتے اس کی طرف ترجمہ میں اشارہ

---

۱ ؎ قيل و ربما اعتلوا فقالو غير المد خول بهالا عدة عليها فاذا قال : انت طالق ثلاثا فقد بانت بنفس فراغه من قوله" انت طالق" فيرد " ثلاثا" عليها وهى بائن فلا يو ثر شيئاً۔ ولان قوله انت طالق مستقل بنفسه فوجب ان لاتقف البينونة فى غير المدخول بها على ماير و عبده اصله اذا قال : انت طالق(تفسير قرطبى ص۱۳۳ ج۳)

۲ ؎ عن ابن عباس قال اذا طلقها ثلاثا قبل أن يدخل بها لم تحل له حتىٰ تنكح زوجا غيره ولوقال لها تترىٰ بانت بالأولىٰ(مصنف ابن ابى شيبة ص ۲۱ ج ٤)

کر دیتے ہیں۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا اس غیر مدخولہ عورت کے ساتھ تعلق ہے جس کو الگ الگ تلفظ سے تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک ہی شمار ہوگی البتہ جب لوگوں نے اس معاملہ میں جلد بازی شروع کردی اور یوں ہی کہنے لگے۔ کہ ''تجھے تین طلاقیں'' تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو تین ہی قرار دیئے کیونکہ ایک ہی لفظ کے ساتھ جب غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دیدیں۔ تو تینوں یکبارگی عورت پر واقع ہوگئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم نہیں بدلا بلکہ یہ بتلایا کہ اگر کوئی بیک وقت ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دے تو وہ تین ہی واقع ہونگی۔

## حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ طلاق!

تین طلاقوں کی ایک ہونے کی عام طور پر مسند احمد اور سنن بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تو رجوع کر لے کیونکہ یہ ایک طلاق ہوئی ہے۔'' (مسند احمد، سنن الکبریٰ)[1]

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت رکانہ کے واقعہ طلاق کے بارے میں روایات مختلف ہیں بعض روایت میں ہیں ''طلق امرأته ثلاثا '' انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیئے اور بعض میں ''طلق امرأته البتّة '' انہوں نے اپنی بیوی کو بتّہ طلاق دی جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں ہے اور امام ابوداؤد نے ''البتّہ'' والی روایت کو ترجیح دی ہے۔

اس کے بارے میں فرمایا:

''هذا اصح حديث ابن جريج ان ركانة طلق امرأته ثلاثا لا نهم اهل بيته و هم اعلم به''

(حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی) یہ روایت (جس میں طلاق البتّہ کا لفظ مذکور ہے) ابن جریج کی اس روایت سے زیادہ صحیح ہے جس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے تین طلاقیں دی تھیں کیونکہ ''البتّہ'' والی حدیث کی

---

[1] ۔ عن ابن عباس قال طلّق ركانه امرأته ثلاثاً في مجلس واحد فحزنه حزنا شديداً فسأله رسول الله صلىٰ الله عليه وسلّم كيف طلقتها قال طلقتها ثلاثا فقال في مجلس واحد قال نعم قال فانما تلك واحدة فا رجعها أن شئت فراجعها. (السنن الكبرىٰ ص ۳۳۹ ج ۷)

روایت رکانہؓ کے گھر والے کرتے ہیں اور وہ اس کو زیادہ جاننے والے ہیں۔( ابو داؤد کتاب الطلاق باب فی البتّة)

اس کا مطلب یہ ہے کہ "البتّة" والی روایت جسے امام شافعیؒ اور زبیر بن سعیدؒ روایت کرتے ہیں۔ ابن جریج کی اس روایت سے زیادہ صحیح ہے جس میں تین طلاقوں کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ البتۃ والی حدیث کو رکانہ کے گھر والے روایت کرتے ہیں ظاہر ہے کہ گھر کے اندرونی معاملات اور واقعات کو گھر والے دوسرے کے مقابلے میں زیادہ جان سکتے ہیں باہر کے لوگوں کو تو اس واقعے کے متعلق معلومات بالواسطہ ہی حاصل ہونگی جو بہر صورت گھر والوں کے مقابلے میں ناقص اور کمزور ہوں گی۔

رکانہؓ کی حدیث جو ان کے گھر والوں سے مروی ہے اس کا مضمون یہ ہے۔ نافع بن عمیر بن عبد یزید روایت کرتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سمیّہ مزنیہ کو طلاق البتّۃ دی اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ میں میں اپنی بیوی کو طلاق البتّہ دیدی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم میری نیت صرف ایک طلاق کی تھی۔

رسول ﷺ نے قسم دے کر ان سے دریافت فرمایا "مـا اردت الا واحـده" "کیا تمہاری نیت صرف ایک طلاق کی تھی" رکانہؓ نے عرض کیا۔ "والـلّـه مـا اردت الا واحدة" "اللہ تعالیٰ کی قسم میری نیت صرف ایک ہی کی تھی" تو آپ ﷺ نے ان کی بیوی انہیں واپس لوٹا دی پھر رکانہ نے دوسری طلاق حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں دی اور تیسری طلاق حضرت عثمانؓ کے دور میں دی۔ (ابو داؤد باب فی البتّة)[۱]

اس حدیث کو امام ابوداؤد کے علاوہ امام شافعیؒ، ابن حبان، حاکم، اور دار قطنی، بیہقی، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس حدیث کو امام ابوداؤد نے صحیح کہا ہے۔ جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے نیز اس حدیث سے امام شافعیؒ نے بھی استدلال کیا ہے۔(کتاب الام باب الفرقة بين الازواج

---

۱ عن ابن عباس عن نافع بن عجير بن عبد يزيد بن ركانة ان ركانة بن عبد يزيد طلّق امرأته سهيمة البته فاخبر النبى صلىٰ اللّه عليه سلّم بذالك وقال واللّه ما اردتُ الّا واحدة فقال رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلّم واللّه ما اردتَ الّا واحدة فقال ركانه واللّه ما اردتُ الّا واحدة فردها اليه رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم فطالقها الثانية فى زمان عُمر ؓ والثالثة فى زمان عثمان ؓ(سنسن ابى داؤد ص ۳۰۰ ج ۱ باب فى البتة )

بالطلاق الفسخ ص ۳۷۰ ج ٦ نیز باب الحجة فی البتة وما اشبھھا ص١٥٧ ج٧ )امام حاکم نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور ان کی تصحیح کو امام ذہبیؒ نے بھی تسلیم کیا ہے۔(مستدرک ۱۹۹۔۳ ج ۲ )اور امام ابن ماجہ کے شیخ محدث قزوین حافظ ابوالحسن علی بن محمد طنافسی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔''ما اشرف ھذا الحدیث'' ''یہ حدیث کیا ہی عمدہ اور بلند ہے''(باب طلاق البتة ص ٤٩ )

نیز اس حدیث کے متعلق مشہور امام حدیث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ''وقدروی ابوداؤد من وجه آخر احسن منه ان رکانة طلق امرأته سھیمة البتّة....''''ابوداؤدؒ نے ایک دوسرے طریق سے اس کو روایت کیا ہے جو اس سے (یعنی جریج کی روایت سے جس میں تین طلاقوں کا ذکر ہے )حسن اور زیادہ عمدہ ہے(وہ یہ ) کہ رکانہ نے اپنی بیوی سمیہ کو لفظ البتۃ سے طلاق دی تھی۔(بلوغ المرام باب الطلاق ص۳۲۲)

مذکورہ بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ رکانہ ؓ کے واقعہ طلاق ثلاثہ کے مقابلے میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے''بتۃ'' کے ساتھ بیوی کو طلاق دی تھی۔

## طلاق بتّۃ کا مطلب!

''بــتَّ'' دراصل قطع کرنے اور کاٹنے کو کہتے ہیں یہاں یہ طلاق کنائی کیلئے استعمال ہوا ہے یعنی ایسی طلاق جو نکاح ختم کرنے والی ہو جس میں خاوند کو رجوع کا حق باقی نہیں رہتا گویا یہ طلاق بائن کے معنی میں ہے جس میں تین طلاقوں کی نیت بھی ہوسکتی ہے اور ایک کی بھی اگر نیت تین طلاقوں کی ہو تو تین واقع ہونگی اگر ایک کی نیت ہو یا اگر کوئی نیت نہ ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے۔

## بتّۃ طلاق تین طلاقوں کو نہیں کہتے!

بعض لوگ''بتّۃ طلاق'' کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اہل مدینہ طلاق کو صرف تین طلاقوں ہی کیلئے استعمال کرتے ہیں ان کا دعویٰ باطل ہے اور لوگوں کو مغالطہ دینا ہے حقیقت یہ ہے کہ''بتة''ایک کنائی لفظ ہے جس کی اصل معنی قطع کرنے اور کاٹنے کے ہیں تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کبھی بیوی کو تکرار لفظ کے ساتھ''انت طالق''''انت طالق''تین طلاقیں دے کر یوں کہتے تھے کہ ہم نے بیوی کو طلاق دی اور اس کو بتّۃ کردیا جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ میں نے بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں اور اس کو اپنے سے جدا کردیا ہے اور کبھی اس لفظ کے ساتھ ہی طلاق دیتے اور کہہ دیتے تجھے بتّۃ طلاق دی جب تین

طلاقوں کی تصریح کے بجائے صرف اسی لفظ سے طلاق دیتے تو اس میں نیت کا بھی لحاظ اور اعتبار کیا جاتا تھا۔ اگر نیت تین طلاقوں کی ہوتی تو تین مانی جاتیں اور اگر نیت ایک کی ہوتی تو ایک مانی جاتی اس کے متعلق چند روایتوں کو پڑھیے۔

۱: حمید بن ھلالؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اس شخص کے بارے میں فرماتے تھے جو اپنی بیوی سے یہ کہتا کہ ''انت طالق البتّہ تجھے طلاق بتّہ ہے'' اس سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۱ ج ۴۔ سنن بیہقی باب الکنایات ومصنف عبدالرزاق ج ۶ باب البتۃ والخلیۃ)[۱]

۲: مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہے کہ ''بتّہ طلاق کو'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک طلاق قرار دیتے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسے تین قرار دیتے اور قاضی شریح فرماتے ہیں کہ اس میں نیت کا لحاظ کیا جائیگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۱ ج ۴ مصنف عبدالرزاق، سنن بیہقی)[۲]

۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ''اذا طلق البکر واحدۃً فقد بتّھا واذاطلقھا ثلاثا لم تحل له حتی تنکح زوجاً وغیرہ. '''' جب کوئی شخص غیر مدخولہ کو ایک طلاق دے تو اس نے بیوی کو جدا کر دیا۔ (یعنی بغیر تجدید نکاح کے اس سے رجوع جائز نہیں) اور جب تین طلاقیں دیں تو وہ اس کے لئے حلال نہیں۔ جب تک وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کر لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸ ج ۴)

یہ تین روایتیں بطورِ نمونہ پیش کیں ورنہ حدیث کی کتابوں میں ایسی روایتیں بکثرت موجود ہیں جن سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ صرف تین طلاقوں کیلئے استعمال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ وہ اس لفظ ''بتّہ'' کے ساتھ طلاق بھی دیتے تھے اور جب وہ اس لفظ کے ساتھ طلاق دیتے تھے ایسی صورت میں یہ مسئلہ پیش آتا کہ کیا اس سے تین طلاقیں واقع ہونگی۔ یا صرف ایک؟ اب اس کے باوجود یہ دعویٰ کرنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تین طلاقیں دے کر اس کو

---

۱۔ عن عُمر رضی اللہ عنہ قول الرجل لامرأته : أنت طالق البتة انها واحدة با ئن وقال علی رضی اللہ عنہ هی الثلاث (مصنف ابن ابی شیبة ص ۵۱ ج ٤)

۲۔ عن ابن عروة ابن مغيرة ان عُمر رضی اللہ عنہ جعلها واحدة و هو احق بها وان الورس بن عدی شهد علی أنه ثلاثاو أن شريحا قال نيته .( مصنف ابن ابی شيبة ص ۵۱ ج ٤، باب ماقالوا فی الرجل يطلق امرأته البتّة )

ہی طلاق بتّہ کہتے بلاشبہ بہت بڑی جسارت اور عام لوگوں کو دھوکہ میں ڈال دینے کی کوشش ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن روایتوں میں طلاق ثلاثہ کا ذکر آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ''البتۃ'' کنائی لفظ ہے اس کا اطلاق تین طلاقوں پر بھی ہو جاتا ہے اور ایک طلاق پر بھی۔اس لئے بعض راویوں نے ''بتّہ'' کو طلاق ثلاثہ سے تعبیر کیا۔

## رکانہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے ثابت ہے کہ بیک وقت طلاق تین ہی ہوتی ہیں!

''بتّــہ'' کا معنی اور مطلب جاننے کے بعد اب رکانہ والی حدیث میں غور کیجئے اس روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رکانہ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر دریافت کیا کہ طلاق بتّہ دیتے وقت تمہاری نیت ایک طلاق کی تھی انہوں نے قسم کھا کر عرض کیا کہ ''واللہ میری نیت صرف ایک ہی طلاق کی تھی''۔

اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اگر کوئی شخص ''بتّہ طلاق'' کے لفظ سے تین طلاقوں کی نیت کرتا تھا تو وہ تین طلاقیں شمار ہوتی تھیں۔

کیونکہ اگر تین طلاقیں ایک ہوتیں تو نبی کریم ﷺ کو رکانہ رضی اللہ عنہ سے قسم لینے کی کیا ضرورت تھی بلکہ آپ ﷺ نے قسم اس لئے لی تا کہ آپ کو یہ تسلی ہو جائے کہ اس کی نیت ایک طلاق کی تھی نہ کہ تین کی بلکہ اگر بالفرض یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت رکانہ نے ''تجھے طلاق''،''تجھے طلاق''،''تجھے طلاق'' کہہ کر طلاق دی ہے پھر بھی اس حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں کیونکہ حضرت رکانہ کے اس طرح تکرار طلاق میں نئے نئے طلاق دے کر اس میں تین طلاقوں کا احتمال بھی ہے اور اس میں تاکید اور تکرار محض کا احتمال بھی اس لئے تو آپ ﷺ نے رکانہ کو قسم دے کر اس بات کا اطمینان کیا کہ رکانہ کی نیت ایک طلاق کی تھی تین طلاقوں کی نہیں۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ زبان سے وضاحت کے ساتھ یہ کہتے کہ ''تجھے تین طلاقیں'' تو تین ہی واقع ہوتیں کیونکہ جب زبان ہی سے تین طلاقوں کو متعین کیا اس میں اس کیلئے نیت کی کوئی گنجائش نہ رہی۔کیونکہ طلاق کا معاملہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی طلاق کی نیت کے بغیر بھی بیوی کے ساتھ خوش طبعی مذاق یا بغیر قصد کے یوں کہے کہ تجھے طلاق تو طلاق واقع ہو گی لہٰذا مذکورہ حدیث تین طلاقیں ایک ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ اس کی دلیل ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں۔

## اجماع قدیم کا دعویٰ مکڑی کا جالا ہے!

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ جو لوگ ان دو حضرات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اجماع قدیم پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں ان کی دلیل انتہائی کمزور ہی نہیں بلکہ ایک واھمہ اور مکڑی کا جالا ہے اخر اجماع اسے کہتے ہیں کہ جن سے وہ مسئلہ نقل کیا جائے ان کی تعداد دو ہے اور ان میں بھی ایک یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنی ہی روایت کردہ حدیث کے خلاف تواتر کے ساتھ ہمیشہ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے اس کا بیان آئے گا اور اس حدیث کی صحیح تاویل بھی بلکہ اس کی وضاحت خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہی کی گئی ہے کہ اس سے مراد غیر مدخولہ عورت ہے اور دوسری حدیث یعنی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث خود تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے کی تردید کرتی ہے بلکہ اس سے تین طلاقوں کا تین ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔

## تحقیق اور اجتہاد کرنے والوں سے غلطی صادر ہو سکتی ہے!

یہ بات یاد رہے کہ انسانوں میں معصوم صرف انبیاء علیہم السلام ہی ہوتے ہیں ان سے اگر کوئی لغزش بھی صادر ہو تو وحی الٰہی ان کی لغزش کی اصلاح کرتی ہے اور ان کے اُس اجتہادی خطاء کو قائم نہیں رہنے دیتی لیکن انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے اہل تحقیق اور مجتہدین سے غلطی اور خطاء صادر ہو سکتی ہے کیونکہ فروعی مسائل میں غلطی اور خطاء ان سے صادر ہوگی جو تحقیق اور اجتہاد کریں گے اور اس غلطی اور خطا کی وجہ سے ان کا احترام اور قدر و قیمت کم نہیں ہوتی بلکہ اگر وہ اس میں مخلص اور سچے ہوں تو ان کو اس تحقیق اور اجتہاد کا ثواب بھی ملتا رہتا ہے بشرطیکہ وہ تحقیق اور اجتہاد کی اہلیت رکھتے ہوں۔ اور اپنی تحقیق کو اجتہاد ہی کے درجے میں رکھتے ہوں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی تحقیق اور اجتہاد کو اللہ تعالیٰ کی وحی قرار دیں اور جو اس سے اختلاف کرے تو اس پر کفر و شرک اور بدعتی ہونے کے فتوے لگائیں۔ بلا شبہ ایسی تحقیق اور اجتہاد فروعی مسائل میں باعث رحمت ہوتی ہے۔

## تحقیق کے نام پر خود پرستی اور جماعت پرستی کی وباء!

آج کل ایسے عجیب حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ ایسے لوگ بھی تحقیق اور اجتہاد کا بارگراں اپنے سر اٹھائے ہوئے ہیں کہ جن کے اندر تحقیق اور اجتہاد کی اہلیت تو کجا عربی سمجھنے کی صلاحیت بھی نہیں اس سے زیادہ آفت یہ ہے کہ وہ اپنی اس جاہلانہ تحقیق کو عین قرآن و حدیث قرار دیتے ہیں اور مخالفین پر کافر و مشرک اور بدعتی ہونے کے فقرے کستے ہیں اور اپنے حواریوں کو یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ ہم جو کہتے ہیں وہی قرآن و حدیث ہے خواہ ان کے خلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ مزاج شناس صحابہ رضی اللہ عنہم یا ان کے بلا واسطہ شاگردوں کی

بات ہووہ اس کوبھی کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

## بعض پارٹیاں یہودی لابی کی پیداوار ہیں!

بلاشبہ یہ ایک ایسارویہ اور طریقہ کار ہے جو یہودی سازش نے روافض اور خوارج کی صورت میں عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں پیدا کیا اور آج تک عیسائی اور یہودی لابی ایسی جماعتوں کی تشکیل کرتے رہتے ہیں جو شاذ روایتوں اور بونڈی تحقیقات کی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف امت سے اعتماد اٹھانے اور امت مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔مثلاً ایک مجلس میں تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرنا حافظ ابن تیمیہؒ نے اختیار کیا ہے اور ان کے خاص شاگردوں نے بھی اس مسئلہ میں ان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ ان کی شدید مخالفت کی البتہ علامہ ابن القیمؒ نے اس کی حمایت کی ہے اورانہوں نے اس پر بحث بھی کی ہے۔اگر چہ ان کی بحث اور تحقیق سے اتفاق نہیں ہوسکتا تاہم انہوں نے اپنی تحقیق کوایک تحقیق کا درجہ دیا ہے جس نے قبول کیا سوقبول کیا جس نے قبول نہیں کیا اس پر کوئی ملامت نہیں لیکن عصر حاضر کے بعض لوگ اس مسئلے اوراس طرح کے فروعی مسائل کی بنیاد پر مسلمانوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاءراشدین رضی اللہ عنہم سے بدظن کرنے کی ناکام سعی کرتے ہیں اور سادہ عوام کو باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا چودہ سوسال کے بعد اب ایک جماعت ایسی آسمان سے اتری یا دریافت ہوئی کہ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے اور اب آپ ﷺ کی صحبت یافتہ ہے اور اس جماعت نے گویا براہ راست نبی کریم ﷺ سے سیکھا اور سمجھا ہے اور صرف وہی مسلمانوں کی جماعت ہے لہٰذا جو کچھ وہ کہتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات ہے جو اس کے خلاف کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔ظاہر ہے کہ اس طرح کا رویہ ان ہی لوگوں کا ہوسکتا ہے جو اسلام کے نام پر اپنے آپ کو الٰہ سمجھتے ہیں یا اپنے آپ کو شارع سمجھ کر بدترین شرک کے مرتکب ہورہے ہیں اور ایسی جماعتیں ،فرقے اور پارٹیاں ہیں جو یہودیوں کے دانستہ یا نادانستہ ایجنٹ بنے ہوئے ہیں جن کی آبیاری اور پشت پناہی یہودی لابی کررہی ہے جن کی آنکھوں میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور نبی کریم ﷺ کے براہ راست شاگرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت زیادہ کھٹکتی ہے اس لئے وہ ہمیشہ اسلام سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو نکالنا چاہتے ہیں تاکہ ’’نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری‘‘۔

## عیسائی مشنری اور یہودی لابی کے مستشرقین کا طریقہ!

عیسائی مشنری اور یہودی لابی کے مستشرقین کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ تاریخ اسلام میں ایسے کسی عالم کی بات کو ڈھونڈ نے کی کوشش کرتے ہیں جس سے صحابہ کرام اور اسلاف کی عظمت وعقیدت ختم ہوتی ہو اس بات کو ایسی چمک دمک کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور اس کے ارد گرد ایسا جال بچھا دیتے ہیں کہ فاسد طبیعت والے لوگ اس میں گرتے ہیں اور اس میں پھنس جاتے ہیں مثلاً طلاق ثلاثہ کے متعلق کسی عالم سے خطاء صادر ہوگئی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیک وقت طلاق ثلاثہ کو تین ہی قرار دیا یہ ایک سیاسی اور انتظامی نوعیت کا حکم ہے۔

یہ بات اگرچہ سو فیصد غلط ہے اور علم وتحقیق کی رو سے ایک واہمہ کی حیثیت رکھتی ہے لیکن چونکہ اس قول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیچڑ اچھالنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنے حواریوں کے کانوں میں یہی بات پھونک دی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ سیاسی اور انتظامی نوعیت کا تھا اور اس کی تائید میں مسلمانوں کے اس عالم کے قول کو بھی پیش کرتے ہیں جو قلت تدبر سے اس کی زبان یا قلم کی لغزش سے نکل گیا ہے۔

ایسی صورت میں تو ایک مسلمان کے لئے یہی زیبا ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن ظن رکھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہر بھونکنے والی زبان کی بات کو یکسر مسترد کریں لیکن وہ لوگ جن کے دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عقیدت واحترام سے خالی اور باطن گندے ہوں اور ظاہر ہے کہ مکھیاں گندگی ہی پر بیٹھتی ہیں تو اسی طرح کے لوگ ایسی بیہودہ باتوں پر گرتے ہیں اور یہودی عیسائی مستشرقین کی اندھی تقلید کر کے انہی کے بول بولتے ہیں اور اپنی عاقبت کو برباد کرتے ہیں۔

## کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بدلا تھا؟

جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیاسی اور انتظامی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بدل دیا ہے وہ اور ان کی تقلید کرنے والے اتنی بات بھی نہیں سوچتے کہ طلاق اور رجعت کا یہ معاملہ شرمگاہ کے حلال وحرام ہونے سے تعلق رکھتا ہے اگر ایک مجلس میں اکھٹی تین طلاقیں ایک طلاق ہوں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم یہ ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی ہے پھر بھی اس میں تبدیلی کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ''العیاذ باللّٰہ'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باوجود علم کے اس بیوی کو شوہر کے لئے حرام کردیا جس کا حلال ہونا قرآن وحدیث سے یقینی طور پر ثابت ہے۔ کیا یہ بات ایسی شخصیت کے متعلق

کہی یا سوچی جاسکتی ہے جن کے مناقب اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی محمد رسول ﷺ نے خود زبان مبارک سے بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ نبی کریم ﷺ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (تم وہ شخص ہو کہ) شیطان جب تمہیں کسی راستے پر چلتا ہوا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ (بخاری و مسلم مشکوۃ)[۱]

۲۔ ایک روایت میں ہے "میں انسانوں اور جنات کے شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ وہ عمرؓ سے بھاگتے ہیں۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

۳۔ آپ ﷺ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو فتنوں سے روکنے کے لئے دروازہ قرار دیا ہے (کہ امت مسلمہ اور اسلامی مملکت میں فتنہ فساد کو اندر آنے سے انہوں نے روک دیا)۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

۴۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں سو رہا تھا کہ (خوب میں) دودھ سے بھرا ہوا پیالا مجھے دیا گیا میں نے اس دودھ کو پیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ (دودھ زیادہ ہونے کے سبب) میرے ناخنوں سے پھوٹ رہا ہے پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر ابن الخطابؓ کو (پینے کے لئے) دے دیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس دودھ کی تعبیر میں آپ کیا فرماتے ہیں، فرمایا "علم"۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ)

۵۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان اور قلب پر حق و صداقت کو جاری فرما دیا ہے (ترمذی، مشکوٰۃ)[۲]

---

۱ ـ فقال رسول اللّٰه صلیٰ اللّٰه علیه وسلم یا عُمر والذی نفسی بیده مالقیك الشیطان سالکا فجاً قطّ الا سلك فجاً غیر فجك (متفقٌ علیه)(مشکوٰة ص ۲٤٥ ج۲ باب مناقب عمرؓ)

۲ ـ فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم انی لا ننظر الشیاطین الجن والانس قد فروا من عُمر. رواه ترمذی (مشکوٰة:ص۲٤٦ ج ۲ باب مناقب عمرؓ)و عن شقیق عن حذیفه قال کنا عند عمر فقال ایکم یحفظ حدیث رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم فی الفتنة فقلت انا احفظ کما قال قال هات انك لجرئٌ وکیف قال قلت سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم یقول فتنة الرجل فی اهله وماله ونفسه وولده جاره......فقال عمر لیس هذا ارید انما ارید التی تموج کموج البحر قال قلت مالك ولها یا امیر المؤمنین ان بینك و بینها باباً مغلقاً...(مشکوٰة ص ۱۸۱ ج ۲)(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

٦۔ آپ ﷺ نے فرمایا (چونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے) اگر بالفرض میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا (ترمذی مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے چونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور میرے بعد کسی نبی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے عمر تو مرتبہ نبوت پر فائز نہیں ہو سکتے لیکن ان کی بعض خصوصیات ایسی ضرور ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام انسانوں کے درمیان ان کو ممتاز اور منفرد اور ان کی حیثیت کو نمایاں کرتی ہیں مثلاً وہ محدث ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے (حق وصداقت) کا الہام ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم مشکوۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ) ان کے دل وزبان پر حق صداقت جاری ہوتا ہے۔

## فرض کریں کہ اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کیا!

اگر کوئی یہ کہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قصداً ایسا کیا بلکہ ان سے اجتہادی غلطی ہوگئی ہے پہلے تو یہ بات قطعاً تسلیم نہیں کیونکہ مخالف اجماع قدیم کا دعویٰ بھی کرتے ہیں نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کو نبی کریم ﷺ کا یہ حکم واضح طور پر معلوم تھا مگر یہ سب کچھ انہوں نے انتظامی طور پر کیا ہے حالانکہ اس مسئلہ کا تعلق انتظامی اور سیاسی امور سے نہیں بلکہ یہ شرمگاہ کے حلال وحرام ہونے کا مسئلہ ہے اگر بالفرض کسی کا ایمان پھر بھی اس جھوٹ کو تسلیم کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں آپ رضی اللہ عنہ سے بشری تقاضے کی وجہ سے اجتہادی غلطی ہوگئی ہے تو سوال یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد پر مبنی اس خطاء کو کیوں قبول کیا۔ حالانکہ صحابہ کرام وہ لوگ ہیں جن کے فضائل خود

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ: ۴۳) وعن ابن عمر قال سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بينا وانا نائم اتيت بقدح لبن فشربت حتىٰ انى لارى الذى يخرج فى اظفارى ثم اعطيت فضلى عمر ابن الخطاب قالوا فما اولته يا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم قال العلم (متفق عليه)(مشكوٰة ص ٢٤٥ ج ٢ باب منا قب عمر رضی اللہ عنہ)

وعن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم ان اللّٰه جعل الحق على لسان عمر وقلبه (رواه ترمذى) (مشكوٰة ص ٢٤٥ ج ٢ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

وعن عقبه بن عامر رض قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم لو كان بعدى نبى لكان عمر ابن الخطاب (رواه ترمذى) (مشكوٰة ص ٢٤٦ ج ٢ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

وعن ابى هرير رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ولقد كان فيما قبلكم الامم محدثون فان يك فى امتى احد فانه عمر رضی اللہ عنہ (مشكوٰة ص ٢٤٥ ج٢)

قرآن وحدیث میں موجود ہیں جو نبی کریم ﷺ کے بلا واسطہ شاگرد اور آپ ﷺ سے براہ راست فیضیاب ہوئے جن کے متعلق خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''میرے صحابہ نجوم ہدایت ہیں'' جن کی محبت کو ایمان کا تقاضہ بتایا ہے اور جن کی کردار اور سیرت ایسی پاک وصاف اور پختہ تھی کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ﴿رضی اللّٰہ عنھم ورضوعنہ ﴾ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں کا پروانہ ملا اور ان میں فرق مراتب کے باوجود ان کے ہر فرد کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ﴿وکلا وعد اللّٰہ الحسنی ﴾ اور انہیں طبعی طور پر گناہوں، فسق وفجور اور بے ایمانی سے نفرت تھی۔

﴿وکرّہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولٓئك ھم الر شدون﴾ ان کے ہر فرد کو متقی قرار دیا ان کے اجماعی فیصلوں پر ہر مسلمان کو پابند کیا۔

صحابہ کرام ؓ وہ لوگ ہیں جن میں سے کوئی بھی حضرت عمر فاروق ؓ کو ٹوکنے میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتا۔ تاریخ وحدیث کی کتب ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں کہ صحابہ کرام نے بہت سے فروعی مسائل میں آپ ؓ سے اختلاف کیا اور بعض مرتبہ برسر منبر آپ ؓ کو ٹوکا اور آپ نے بڑی فیاضی اور خوش دلی کے ساتھ ان کی بات کو سنا اور ان کی بات کو قبول بھی کیا۔

کیا ایسی پوری قدسی جماعت حضرت عمر ؓ کی غلطی پر نہ صرف خاموش رہی بلکہ اس کو مان بھی لیا خصوصاً عبداللہ بن عباس ؓ جو اس حدیث کو روایت کرنے والے ہیں انہوں نے بھی شریعت کے حکم میں تبدیلی پر حضرت عمر فاروق ؓ سے اتفاق کیا اور شریعت کے حکم کے خلاف فتویٰ دینے لگے۔ پھر لطف یہ کہ یہ فتویٰ صرف فاروقی عہد میں نہیں بلکہ آپ ؓ کے بعد دونوں خلفاء بھی اس پر متفق رہے اور ان کے زمانے کے تمام علماء وفقہاء بھی اس پر مطمئن رہے اور اس کے مطابق فتویٰ دیتے رہے اگر یہ کوئی نیا حکم اور بدعت تھی تو العیاذ باللہ پوری امت بدعت وضلالت پر اکٹھی ہوگئی حالانکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کبھی ضلالت پر متفق نہ ہوگی اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ کے بارے میں بیہودہ باتیں وہ لوگ کرسکتے ہیں جن کے دل ودماغ پر رافضیت کے خبیث داغ لگ چکے ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ حضرت عمر فاروق ؓ اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام ؓ کے بارے میں ایسی خبیث سوچ رکھتے ہیں یا ان کے بارے میں زبان درازیاں کرتے ہیں وقطعاً اسلام کے خیرخواہ نہیں ہیں۔ خبیث رافضی ہوسکتے ہیں جو کہتے ہیں کہ صحابہ کرام ؓ نے نبی کریم ﷺ کے طریقوں کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد

چھوڑ دیا تھا یا یہ باتیں ایسے لوگ کرتے ہیں جن کے دل نبی کریم اوران کے صحابہ کرامؓ کی محبت اورعظمت سے خالی ہوتے ہیں یا وہ ایسے لوگ ہوسکتے ہیں جو اپنی جماعتوں کے لئے خوشنما نام تجویز کر کے لوگوں کو دانستہ یا نا دانستہ طور پر اسلام سے ہٹانے میں مصروف ہیں اور اپنے مذموم مقاصد کیلئے بڑے دلچسپ اور خوشنما الفاظ استعمال کرتے ہیں مثلاً ہم قرآن کو مانتے ہیں، صرف حدیث کو مانتے ہیں، ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کلمہ تو نہیں پڑھا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو معصوم نہیں وغیرہ......وغیرہ

## ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کلمہ اور قرآن اور احادیث سیکھیں ہیں!

بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم نہیں اجتہادی خطاء ان سے بھی ہوسکتی ہے یہ بالکل درست اور صحیح ہے اور اس کی وضاحت میں نے پہلے کردی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے اجماعی فیصلوں پر بھی انگلی اٹھائی جائے اور ان کی راہ سے الگ راہ اختیار کی جائے کیونکہ جس شرعی مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو اس میں اختلاف کی گنجائش ہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت کا فیصلہ بلاشبہ اس کی یقینی طور پر ثابت ہونے کی دلیل ہے۔

بلاشبہ ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کلمہ نہیں پڑھا ہے بلکہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھا اور پڑھتے ہیں مگر اس کلمہ اور قرآن وحدیث کو ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وساطت سے ہی حاصل کیا ہے اور انہی سے ہم نے کلمہ اور قرآن سیکھا ہے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو قرآن ہی سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور شیطان کے چیلوں کا یہی مقصد ہے کہ کسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اور ان کے اجماعی فیصلوں سے لوگوں کو بدظن کردیا جائے۔

## حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم!

خلاصہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دورِ خلافت میں بیک لفظ تین طلاقیں یا ایک مجلس یا ایک طہر میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کو تین قرار دیا۔

جو شخص اس بات کا مدعی ہے اس پر لازم ہے کہ کم از کم دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا صرف ایک ایسے صحابی کا فتویٰ پیش کرے جن کے فتویٰ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اعتماد کرتے تھے اور وہ صحیح سند سے بھی ثابت ہو اور اس میں کسی تاویل کی

کوئی گنجائش موجود نہ ہو نیز وہ صحیح فتویٰ اس کے دوسرے فتویٰ سے متصادم اور خلاف بھی نہ ہو۔ایسی صحیح غیر متعارض روایت قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور رکانہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کو بھی اگر بالکل صحیح قرار دیا جائے تو اس سے بھی تین طلاقوں کا ایک طلاق قرار دینا مشکل ہے کیونکہ ان روایتوں کی صحیح تاویل موجود ہے خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس کی وضاحت بھی موجود ہے جیسا کہ اس کا مفصل بیان گزر چکا لہٰذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے العیاذ باللہ شریعت کا حکم نہیں بدلا بلکہ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جو ثابت تھا اس کا سر عام اعلان کیا۔تا کہ عام لوگوں کو اس مسئلہ کا حکم معلوم ہو جائے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں متعہ (یعنی سفر کے دوران وقتی نکاح) کیا جاتا رہا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس (وقتی نکاح) سے روک دیا۔(صحیح مسلم ج ا ص ۴۵۱)

یہ بعینہ اس طرح کے الفاظ ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تین طلاقوں کو ایک ماننے کے متعلق نقل کئے جاتے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ کی حرمت کے متعلق فیصلہ تمام اہل سنت والجماعت بشمول غیر مقلدین تمام مسلمانوں کے ہاں مسلّم ہے کسی نے بھی اسے وقتی استثناء یا انتظامی حکم قرار نہیں دیا۔کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی ایسا حکم نہیں دے سکتے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو حقیقت یہ ہے کہ یہ متعہ یعنی وقتی نکاح جس کی ممانعت خود قرآن و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت تھی مگر سب کو یہ حکم معلوم نہیں ہو سکا۔اور اس حکم کا اظہار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کر دیا اور اس حکم سے سب کو خبردار کیا تقریباً یہی نوعیت تین طلاقوں کے معاملہ میں بھی پیش آئی جس کی تین وجوہات علماء اسلام نے لکھی ہیں۔

(ا) تین طلاقوں کے بعد رجوع کرنے کا دورِ جاہلیت کا جو طریقہ قرآن مجید میں منسوخ اور ختم ہو گیا اس کا علم شاید بعض عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں ہوا تھا اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ وہ اس حکم کی تشہیر کریں لیکن یہ توجیہہ درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔ظاہر ہے کہ کم از کم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اس نسخ کا علم تھا کہ قرآن مجید کی آیت ﴿الطلاق مرتٰن﴾ سے قدیم رواج ختم ہو گیا ہے نیز آگے آنے والی بہت سی روایتوں اور واقعات سے معلوم ہو جائیگا کہ ایک اور تین طلاقوں میں فرق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں معروف اور مشہور تھا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں دوسری تاویل یہ کی گئی کہ اس کا تعلق دراصل ان تین طلاقوں کے ساتھ ہے جو بیک وقت الگ الگ تین لفظوں میں دی گئی ہوں ''انت طالق۔ انت طالق۔ انت طالق: چونکہ اس طرح طلاق دینے میں یہ احتمال بھی ہے۔ کہ یہ تاکید کے لیے ہو جس سے مقصد صرف اچھی طرح آگاہ کرنا یا ڈرانا ہو جس طرح چور دیکھنے والا کہتا ہے۔ چور ہے، چور ہے، چور ہے۔ اسی طرح کئی بار کہنے سے اس کی مراد صرف لوگوں کو خبردار کرنا ہوتا ہے اور اس طرح طلاق دینے میں یہ احتمال بھی ہے کہ ہر بار کہنے سے نئی طلاق دینا مقصود ہو چونکہ اس کا تعلق دل سے ہے کہ آدمی کا ارادہ تکرار کا ہے یا تین طلاقیں دینے کا۔ ایسی صورت میں اگر ایک کی نیت ہو تو دیانۃً صرف ایک طلاق ہوتی ہے۔ عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے ابتدائی دور میں چونکہ لوگوں کی دیانت پر اعتماد تھا اور لوگوں سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ جھوٹ بول کر حرام کا ارتکاب کریں گے اس لیے اس دور میں اگر کوئی کہتا کہ اس طرح تین طلاقیں دینے سے میری نیت تین طلاقوں کی نہیں تھی بلکہ ایک ہی طلاق تھی تو اس کا یہ قول قضاءً یعنی قانونی طور پر بھی قبول کر لیا جاتا تھا۔ لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور میں محسوس کیا کہ دیانت کا معیار روز بروز گھٹ رہا ہے اور اس طرح طلاق دینے کا رواج بڑھ رہا ہے۔ اور جلد بازی سے تین طلاقیں دے کر پھر یہ کہنا شروع کرتے ہیں کہ میری نیت تو ایک طلاق کی تھی۔ لہٰذا اگر لوگوں کے بیانات قضاءً قبول کا یہ سلسلہ جاری رہا تو لوگ جھوٹ بول کر حرام کا ارتکاب کریں گے۔ اس لیے انہوں نے یہ اعلان فرمایا کہ اب اگر کوئی شخص تین مرتبہ الفاظ طلاق استعمال کرے گا تو تاکید کا عذر قبول نہ ہوگا۔ اور ظاہر الفاظ پر فیصلہ کرتے ہوئے اس کو قضاءً اور قانونی طور پر تین شمار کیا جائیگا جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

(۳) اس روایت کی تیسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ اس کا تعلق غیر مدخولہ کے ساتھ ہے اور آپ ﷺ کے زمانہ میں لوگ غیر مدخول بہا کو اس طرح طلاق دیتے تھے۔ ''انت طالق. انت طالق.انت طالق'' اس صورت میں چونکہ پہلی طلاق سے غیر مدخولہ بالکل آزاد ہو جاتی ہے۔ اس لیے دوسری تیسری طلاق بے محل ہو کر واقع نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگوں نے ''انت طالق ثلاثاً'' کے الفاظ سے طلاق دینا شروع کر دی اس لیے حضرت عمر فاروقؓ نے تینوں کے وقوع کا حکم لگایا۔ اس تاویل کو امام نسائی وغیرہ نے اختیار کیا ہے اور یہ تاویل خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ اس کا تعلق غیر مدخولہ کے ساتھ ہے اور اسی پر وہ ہمیشہ فتویٰ دیتے تھے جو شخص بھی غیر مدخولہ بیوی کو الگ الگ تین طلاقیں دیتے تو آپ ان کو یہ فرماتے کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور جب کوئی ایسی عورت کو بیک لفظ تین طلاقیں دیتے اس کو یہ فتویٰ

دیتے کہ تمہاری بیوی تم پر حرام ہے۔ یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر لے آگے آنے والی بہت سے روایتوں سے واضح ہو جائیگا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا مطلب یہی ہے ورنہ پوری ذخیرہ کتب احادیث میں کوئی بھی ایسی صحیح روایت نہیں ملتی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی نے کسی بھی وقت اور کسی بھی دور میں کسی پوچھنے والے کو یہ فتویٰ دیا ہو کہ بیک لفظ تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق واقع ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ انتظامی اور سیاسی نہیں بلکہ خالص شرعی ہے اور قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔اس لیے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے اتفاق کیا اور کسی صحابی نے آپ رضی اللہ عنہ سے اس حکم میں اختلاف نہیں کیا خصوصاً وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو فتویٰ دینے کے کام پر مامور تھے انہوں نے بھی آپ رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں پورا پورا اتفاق کیا حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ دور فاروقی رضی اللہ عنہ کی ایک بوڑھی عورت کا حال یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مہر کی زیادتی پر پابندی کے ارادہ پر سختی سے ان کو ٹوکنے کی جرأت رکھتی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ وہ ٹھنڈے دل سے اعتراض کو سنتے تھے اگر اعتراض کرنے والا درست اور ٹھیک بات کرتا تو اس کی بات کو قبول بھی کرتے تھے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس پر بہت سے واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن اس مسئلہ میں چونکہ سب محققین صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کو یہ معلوم تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہی بات کرتے ہیں جو عین قرآن و حدیث کے مطابق ہو اس لیے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے ذرہ برابر بھی اختلاف نہیں کیا۔

## کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے؟

بعض لوگ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کو غیر ثابت باور کرانے کے لیے کتاب الوثائق سے ابو جعفر بن محمد بن مغیث الطلیطلی کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں۔ (اعلام الموقعین و تعلیق المغنی علی الدار قطنی ص ۵۵ ج ۴)[۱]

---

۱ـ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اذا قال أنت طالق ثلاثاً بفهم واحد فی واحدة فأفتی ایضاً بالثلاث وأفتی بهٰذا و هذا بأنها واحدة الزبير ابن العوام و عبدالرحمٰن بن عوف حكاه عنهما ابن وضاح وعن علی وابن مسعود روايتان كما عن عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ (التعليق المغنی علی الدار قطنی ص ٥٥ ج ٤ وا علام المواقعين ص ٤١ الی ٤٢ ج ٣)

ان لوگوں کا یہ دعویٰ بھی ایسا ہی ہے جس طرح ان کے دوسرے ہوائی دعوے ہیں جن کی پشت پر کوئی صحیح اور درست دلیل نہیں ہوتی بلکہ جہاں بھی کوئی گری پڑی ردی چیز کو دیکھ لیتے ہیں وہ اس کو دلائل کے ٹوکرے میں ڈالدیتے ہیں پہلے تو خود ابن مغیث طلیطلی کا علم وفہم اور نقل روایت میں ان کی امانت اور کردار کی پختگی علماء رجال کے نزدیک غیر معروف ہے پھر اس روایت کو محمد بن وضاح کے حوالے سے نقل کیا ہے حالانکہ ان کے اور ابن وضاح کے درمیان صدیوں کا طویل فاصلہ ہے اور اس طویل فاصلے میں تسلسل کے ساتھ کوئی سند موجود نہیں ہے ایسی بے سند روایت اصولوں کے مطابق لائق اعتبار نہیں۔

اگر ابن مغیث اور ان کی راویت کی مذکورہ کمزوریوں سے صرف نظر کر کے ابن وضاح کی جانب اس نسبت کو درست مان بھی لیا جائے تو خود محمد وضاح اس لائق نہیں کہ ان کی باتوں کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیا جائے۔

الحافظ ابوالید الفرضیؒ ابن وضاح اور طلیطلی کے متعلق لکھتے ہیں۔

" انہ کان جا ھلا بالفقہ وبا العربیۃ ینفی کثیراً من الا حادیث الصحیحۃ فمثلہ یکون بمنز لۃ العامی وان کثر ت روایتہ."

''ابن وضاح فقہ اور عربیت سے ناواقف تھے اکثر صحیح حدیثوں کی بھی نفی کرتے تھے۔ایسا آدمی عوام الناس میں شمار ہوگا۔اگرچہ اس کی روایات زیادہ کیوں نہ ہوں۔'' (الاشفاق)

حافظ الفرضیؒ ابن مغیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

" والا شتغال برأئی ھذا الطلیطلی و ذاك المجر یطی من المھملین شغل من لا شغل لہ."

''اور یہ طلیطلی اور مجریطی ایسے مہمل اور بے کار لوگ ہیں کہ ان کی باتوں میں وہ (شخص) مشغول ہوگا جس کے پاس اور کوئی کام نہ ہو۔'' (تفصیل کے لیے دیکھئے الا شفاق علی احکام الطلاق للعلامۃ محمد زاھد الکوثری ص۸۰)

اس روایت کی تمام کمزوریوں اور خامیوں کو اگر نظر انداز بھی کیا جائے تو پھر بھی صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو بھی اختلاف اس باب میں نقل کیا گیا ہے اس کا تعلق یا تو الفاظ کنایہ سے ہے یا اس کا تعلق غیر مدخولہ

کے ساتھ ہے یا کسی اور غیر متعلقہ مسئلہ کے ساتھ ہے اور ان میں سے کسی بھی بزرگ سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے یہ کیا ہو، کہ جو شخص مدخولہ بیوی کو یہ کہے کہ ''انت طالق ثلاثاً'' ''تجھے تین طلاقیں'' تو یہ ایک شمار ہوگی بلکہ اس کے برعکس حدیث کی قابل اعتماد کتابوں میں اس کے خلاف ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ ان کے نزدیک بیک لفظ تین طلاقیں دینے میں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ بہرحال اکٹھی تین طلاقوں کا ایک شمار کرنا انہی لوگوں کا طریقہ ہے جو دوسروں سے ہر بات پر صحیح واضح غیر معارض دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں اور خود صحیح اور ٹھوس دلائل کے مقابلے میں بے سروپا روایتوں کا سہارا لیتے ہیں۔

## کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے فیصلے پر نادم ہوئے تھے؟

بعض لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع میں رخنہ ڈالنے کے لیے یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے اس فیصلے پر کہ ''ایک مجلس میں تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں'' نادم اور پشیمان ہو گئے تھے یہ بالکل جھوٹ غلط اور شیعوں وغیرہ کی اُڑائی ہوئی ہوائی بات ہے جس روایت کی بنیاد پر یہ بات کہی گئی ہے اس کی سند میں خالد بن یزید بن ابی مالک ہے جو اپنے والد کے بارے میں بھی جھوٹ بولتے تھے یحیٰی بن معین فرماتے ہیں کہ خالد بن یزید صرف اپنے باپ پر ہی جھوٹ بولنے پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اس نے رسول اللہ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی جھوٹ باندھا ہے۔ اس کی کتاب ''الدّیات'' اس لائق ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ ابن ابی الحواریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی کتاب ''الدّیات'' ابن عبدوس عطار کو دی تو انہوں نے اس کو پھاڑ دیا۔ اس کے کاغذوں میں لوگوں کے لیے (عطر و دوائیاں وغیرہ) چیزیں پیک کرتا تھا (پوری تفصیل کے لیے دیکھئے تہذیب التہذیب ص۱۲۶ تا ۱۲ ج ۳)

سوال یہ ہے کہ اگر واقعتاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے فیصلے پر نادم ہوئے تھے تو آپ کے لیے کون سی ایسی رکاوٹ تھی جس کی وجہ سے وہ اس اہم مسئلہ میں علی الاعلان رجوع نہ کر سکے حالانکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح ؒ وغیرہ اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین جو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عرصہ دراز تک حیات تھے انہوں نے نہ تو کسی ندامت کا ذکر کیا اور نہ رجوع کا بلکہ وہ تمام کے تمام قرآن و حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اجماعی فیصلے پر قائم رہے کہ بیک لفظ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں اور اس فیصلے کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب بھی کرتے ہیں کیا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے متقی، پرہیزگار اور بہادر جو کسی ملامت سے ڈرنے گھبرانے اور دبنے والے نہیں

تھے۔آپ کی حق پسندی اور تقویٰ کا حال یہ تھا کہ اگر بھرے مجمع میں آپ کوئی مسئلہ پیش کرتے اور اس پر اس مجمع میں کوئی انگلی اٹھاتا اور آپ رضی اللہ عنہ کو اس کی بات حق معلوم ہوتی تو فوراً اپنے فیصلے سے رجوع کرتے کیا ایسی عظیم شخصیت نے اپنے خاص شاگردوں، قاضیوں وغیرہ یہاں تک کہ اپنے بیٹے کو بھی اپنی ندامت سے بے خبر رکھا اور کہیں دور جا کر چپکے سے کسی کے کان میں اپنے ندامت کا راز نہ سنایا اور اس طرح آپ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے فرمانبردار اور سمجھدار بیٹے کو بھی اس کا علم نہ ہوسکا کیونکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ قاضی اور شاگرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہی نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین طلاقیں دینے سے تین واقع ہوتی ہیں اور خود بھی وہ ہمیشہ یہی فتویٰ دیتے رہے پھر سوال یہ ہے کہ آخر اگر اس حکم میں کوئی بات قابل اصلاح تھی تو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں اس کی اصلاح نہیں کی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ خالص افتراء ہے اور ممکن ہے کہ اس روایت کی جڑوں میں کوئی رافضی شیطان بیٹھا ہوا ہو جو اس بات کو محض اس لیے اڑا رہا ہو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں کو یہ باور کرا سکے کہ دیکھئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نادم ہونے کے باوجود (العیاذ باللہ) محض ضد، انانیت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنے فیصلے سے رجوع نہ کر سکے اور اس طرح وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے نظروں میں گرانا چاہتا ہو۔

## تین طلاقوں سے تین طلاقیں واقع ہونے پر صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کا اجماع!

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اگر ثابت بھی ہو جائے تو اس کا مطلب وہ نہیں جو فریق مخالف لے رہا ہے بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح صرف اس روایت کی بنیاد پر اجماع قدیم کا دعویٰ باطل بلکہ مضحکہ خیز اور غلط ہے تو اس روایت کی بنیاد پر تین طلاقوں سے تین طلاقیں واضح ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع جدید کو کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے خصوصاً جبکہ اس حدیث کو شاذ اور نا قابل استدلال بھی قرار دیا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اور حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں سے ثابت نہیں بلکہ یہ اجماع قرآن وحدیث اور اہل فتاویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ سے ثابت ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

## اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے اور رجعت کا اختیار شوہر کو دیا ہے!

اس مسئلہ پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے اور رجعت کا اختیار عورت کو نہیں بلکہ شوہر کو دیا ہے اور یہ وہ حق ہے جو نکاح کے ذریعے مرد کو حاصل ہوتا ہے اب مرد کتنی بار طلاق دے سکتا ہے؟، کتنی بار طلاق دینے کے بعد بیوی سے رجوع کر سکتا ہے؟ اس کے متعلق اسلام کی تعلیم اور حکم یہی ہے کہ مرد کو تین طلاقیں دینے کا حق حاصل ہے اس سے زیادہ نہیں اور مرد صرف دو طلاقوں تک رجوع کر سکتا ہے تیسری طلاق کے بعد یہ اختیار اس کے ہاتھ سے مکمل طور پر نکل جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الطلاق مرّ تٰن فا مساك بالمعروف او تصريح باحسان﴾

''طلاق دو بار ہے پھر (اس کے بعد یا تو بیوی کو رجوع کر کے شرعی قاعدے کے مطابق) اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا اس کو نیک اور اچھے طریقے سے چھوڑ دینا ہے''۔

اس آیت کریمہ کا سبب نزول تقریباً تمام مفسرین [۱] نے بیان فرمایا ہے۔

---

۱ ؎ قال الحافظ ابن كثيرؒ هذه الاية الكريمة رافعة لما كان عليه الأمر فى ابتداء الاسلام من أن الرجل كا ن أحق برجعة امرأته وان طلقها مائة مرّة مادامت فى العدة فلما كا ن هذافيه ضرر على الزوجات قصرهم اللّه الى الثلاث طلقات واباح الرجعة فى المرأة والثنتين وأبانها بالكليه فى الثالثة. فقال :﴿ الطلاق مرتان فامساك بمعروف أو تسريح باحسان﴾ قال ابو داؤد رحمه اللّه تعالىٰ عليه فى السنة ( باب نسخ المراجعة بعد التطلقات الثلاث )

حدثنا احمد ابن المروزى حدثنى على ابن الحسين بن واقد عن أبيه عن يزيد النحو عن عكرمه عن ابن عباسؓ ﴿والمطلقات يَتَربصن بِأنفسهِنّ ثلاثة قروء ولا يَحِلُّ لهُنَّ أن يكتمنَ ما خلق اللّهُ فى ارحامهِنَّ﴾ وذالك أن الرجل كان اذا طلق امرأته فهوا أحق برجعتها وان طلقها ثلاثاً فنسخ ذالك " فقال ﴿ الطلاق مرتان﴾ وراه النسائى عن ذكريا بن يحيىٰ عن اسحاق بن ابراهيم عن على ابن الحسين وقال ابن ابى حاتم حدثنا هارون ابن اسحاق بن حدثنا عبدة يعنى ابن سليمان عن هاشم بن عروة عن أبيه أن رجلاً قال لامرأته لااطلقك أبدًا ولا آويك ابداً قالت وكيف ذالك؟ قال اطلق حتىٰ اذا دنا أجلك راجعتك فا تت رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم فذكرت ذالك له فأنزل اللّه ﴿ الطلاق مرتان...﴾ (تفسير ايين كثير ص ٢٧١ ج١ ) ومثله فى تفسير ابن عباس ص ٣١ (دارالكتب العلميه بيروت لبنان ) تفسير القرطبى ص ١٢٦ ج٣) ۔ تفسير ابن جرير الطبرى ص ٢٧٦ض ٢۔ (دارالمعرفة بيروت لبنان )

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ طلاقیں دینے اور پھر عدت میں رجوع کر لینے کی کوئی حد نہیں تھی سینکڑوں ہزاروں دی جاسکتی تھیں اور پھر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کیا جا سکتا تھا بعض لوگ جو کسی نا چاقی وغیرہ کی بناء پر اپنی بیوی کو تنگ اور پریشان کرنا چاہتے تھے تو وہ بار بار طلاقیں دے کر عدت میں رجوع کرتے رہتے تھے۔ نہ خود ان کے ازدواجی حقوق ادا کرتے تھے اور نہ انہیں آزاد کرتے تھے اور اس سے وہ بے بس ہو کر رہ جاتی تھیں ۔ اجب تک طلاق کی تعداد سے متعلق اسلام میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا مسلمانوں میں طلاق کا یہی طریقہ جاری رہا اللہ تعالیٰ نے دورِ جاہلیت کے اس ظالمانہ طریقے کو منسوخ اور ختم کیا اور تین طلاقوں کی حد مقرر کر دی اور فرمایا کہ دو طلاقوں تک رجوع کر سکتا ہے اور تیسری طلاق کے بعد رجعت کا یہ اختیار مکمل طور پر اسکے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ کا سبب نزول کم وبیش انہی الفاظ کے ساتھ حدیث کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ (دیکھئے سنن بیہقی ،مصنف عبدالرزاق ابوداؤد موطا امام مالک اور مستدرک حاکم وغیرہ)

---

۱ ۔ عن عائشة رضي اللّه عنها قالت كان الرجل يطلق امرأته ما شاء اللّه ان يطلقها وان طلقها مائة او اكثر اذا ارتجعها ( قبل ان تنقضى عدتها ) حتى قال الرجل لامرأته واللّه لا اطلقك فتبينى منى ولا اؤيك اليَّ قالت وكيف ذاك قال اطلقك فكلما همت عدتك ان تنقضى ارتجعتك ثم اطلقك وافعل هٰكذا فشكت المرأة ذالك الى عائشة فذكرت عائشةؓ ذالك لنبى صلى اللّه عليه وسلم فسكت فلم يقل شيئاً حتىٰ نزل القرآن ﴿الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان﴾ فاستانف الناس الطلاق من شاء طلق ومن شاء لم يطلق. حواله: ( السنن الكبرىٰ للبيهقى ص ٣٣٣ ج٧) عبدالرزاق عن الثوري عن بعض الفقهاء قال : كان الرجل فى الجاهلية يطلّق امرأته ما شاء اللّه لاتكون عليها عدة فتزوّج من مكانها ان شائت فجاء رجل من اشجع الى النبى صلى اللّه عليه وسلم فقال : يا رسول اللّه انه طلّق امرأته وأنا أخشى أن تزوّج فيكون الولد لغيرى فأنزل اللّه﴿ الطلاق مرتن﴾ فنسخت هٰذه كل طلاق فى القرآن (١٠٩٣) عبدالرزاق عن معمر عن قتادة قال؛ لم يكن للطلاق فى الجاهليه وقت متى شاء راجعها فى العدة فهى امرأته حتى سنّ اللّه الطلاق ثلاثاً فقال ﴿الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان﴾(الثالثه ) (مصنف عبدالرزاق ص ٣٣٨ ج٢ باب الطلاق مرتٰن)

## تیسری طلاق کے بعد عورت ہاتھ سے نکل جاتی ہے!

دو طلاقوں میں یہ گنجائش موجود تھی کہ اگر شوہر پھر بھی اپنے کئے پر نادم ہو جائے یا عورت معافی تلافی کر کے ایسے رویہ سے باز آ جائے جس کی وجہ سے شوہر اس سے متنفر ہو چکا تھا تو دو طلاقوں کے بعد بھی عدت کے اندر اندر رجعت کا حق مرد کو حاصل تھا اور عدت گزر جانے کے بعد بھی میاں بیوی باہمی رضامندی کے ساتھ اگر دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو وہ نیا مہر مقرر کر کے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں لیکن اگر شوہر نے تیسری طلاق دیدی تو اس کی بیوی اس کے ہاتھ سے مکمل طور پر نکل جائیگی چنانچہ اس کے بعد والی آیت میں ارشاد ہے:

﴿ فان طلّقها فلا تحلّ له من بعد حتی تنكح زوجاً غيره ﴾

''پس (دو طلاقوں کے بعد) اگر اس شخص نے (اپنی بیوی کو تیسری) طلاق (بھی) دیدی تو اس کے بعد وہ عورت اس شخص کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ اس خاوند کے سوا دوسرے کسی شخص کے ساتھ (عدت گزرنے کے بعد) نکاح نہ کرے، (بقرہ آیت ۲۲۹ تا ۲۳۰)۔

## حلالہ کسے کہتے ہیں؟

مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے تیسری طلاق بھی دیدی اب یہ عورت شوہر سے مکمل طور پر جدا ہو گئی طلاق اور رجعت کا حق بالکل ہی ختم ہو گیا اور اس کی سزا یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ دوبارہ نیا نکاح بھی نہیں کر سکتا ہاں اب پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے وہ یہ کہ عدت کے بعد وہ عورت کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کر لے اور اس کے ساتھ وہ ہمبستری بھی کر لے۔ اس کے بعد اگر وہ بھی کسی وجہ سے اسے طلاق دے یا اس کا انتقال ہو جائے اب اس دوسرے خاوند سے عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے دوسرے شوہر سے نکاح اور علیحدگی کا یہ مذکورہ بالا عمل جس کی وجہ سے یہ عورت پہلے شوہر کے لیے دوبارہ حلال ہو گئی اسے اصطلاح میں حلالہ کہا جاتا ہے۔

## طلاق میں جلدی نہ کرے!

مذکورہ بالا آیات سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مرد کو چاہئے کہ وہ طلاق دینے میں صبر و تحمل سے کام لے اس معاملہ میں جلدی نہ کرے اور اس کا صحیح اور درست طریقہ یہ ہے کہ بوقت مجبوری ایک یا دو طلاق دیدی جائیں تاکہ طلاق دینے کے بعد اگر ندامت ہو تو اس کی تلافی ہو سکے لیکن جو شخص جذبات میں آ کر اپنے اختیار تین طلاقوں کو

استعمال کرتا ہے تو وہ اختیار اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے خواہ ان تین طلاقوں کے اختیار کو الگ الگ تین طہروں میں ختم کر دے یا ایک ہی مجلس میں الگ الگ الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دیدے یا ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دیدی جائیں بہر حال اس کے لیے مزید طلاقیں دینے کا حق اور رجوع کا اختیار ختم ہو جائیگا کیونکہ دو طلاقیں دو اور تین، تین ہیں۔ جو صراحت کے ساتھ اپنے تین طلاقوں کے اختیار کو ختم کرتا ہے تو اس کا اختیار ختم ہوگا اگر چہ کسی خاص وجہ کے بغیر یکبارگی تین طلاقیں یا ایک طہر میں تین طلاقیں یا حالتِ حیض میں طلاقیں دینا شریعت کی رو سے ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں مگر اس ناپسندیدہ فعل کی وجہ سے وہ اس بات کا مستحق نہیں ہو سکتا کہ اس ناپسندیدہ عمل سے اس کو مزید طلاق دینے کا اختیار بھی حاصل ہو جائے بلکہ اس نے ظلم کیا ہے اور اس ظلم کی سزا بھی وہی ہونی چاہئے جو تین طلاقوں کے لیے مقرر ہے کہ وہ عورت اس کے ہاتھ سے مکمل طور پر نکل جاتی ہے جس کے بعد اگر وہ نادم بھی ہو جائے اور عورت بھی دوبارہ نکاح پر رضامند ہو جائے پھر بھی وہ اس کے ساتھ بلا حلالہ دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔

## طلاق طہر میں دینی چاہئے یکبارگی طلاق دینے والا اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے!

خلاصہ یہ کہ بوقت مجبوری طلاق طہر میں دینی چاہئے اور ایک ہی طلاق دینا چاہئے تا کہ اگر ندامت ہو تو آئندہ رجعت کی راہ مسدود نہ ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ یاایّها النّبیّ اذا طلّقتم النّساء فطلّقوهن لعدّتهن و احصوا العدّة﴾

”اے نبی (مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے کا اردہ کرو تو ان کی عدت پر دو اور انکی عدت کو شمار کرتے رہو“۔ (سورۂ طلاق آیت نمبر۱)

اس آیت کریمہ میں اس بات کی ہدایت کی گئی کہ طلاق دینے میں جلد بازی نہ کیا کرو بلکہ جب تمہارا ارادہ بیویوں کو طلاق دینے کا ہو تو عدت کے حساب سے ان کو طلاق دیا کرو۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق الگ الگ طہروں میں دینی چاہئے اور اس کی تفصیل حدیث میں بھی موجود ہے کہ طلاق ایسے طہر میں دینی چاہئے جس میں اس نے بیوی کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو اس پوری حدیث کے بیان کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس مذکورہ آیت کو بطور استدلال پیش کیا کہ اس آیت کا یہی مطلب ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

اگر چہ اس آیت کریمہ میں یہ ترغیب موجود ہے کہ طلاق دینے میں عدت کو ملحوظ رکھا جائے لیکن اسمیں کہیں بھی یہ اشارہ تک نہیں کہ جو طلاق طہر کے بغیر حیض میں دی گئی ہو یا ایک مجلس اور طہر میں کئی طلاقیں یکجا دی گئی ہوں تو وہ طلاقیں واقع نہ ہونگی بلکہ اس آیت کے اگلے بیان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص طلاق دینے کا

غیر شرعی طریقہ اختیار کرے اور بیک وقت تین طلاقیں دے تو اس کے ہاتھ سے طلاق اور رجعت کا وہ اختیار نکل جاتا ہے جو شریعت کی رو سے اس کو حاصل ہے چنانچہ آیت کے اگلے حصے میں دو باتوں کا ذکر ہے:

﴿ و تلك حدود اللّٰه و من يتعدّ حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل اللهَ يُحدِثُ بعد ذٰلك امرًا ﴾

''اور یہ اللہ تعالیٰ کے حدود ہیں اور جو (شخص) اللہ تعالیٰ کے (مقررہ) حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تجھے کیا معلوم شاید اللہ تعالیٰ اس (ناچاقی کے بعد کوئی اور نئی صورت جوڑ کی) پیدا کر دے۔'' (سورۂ طلاق آیت ۱)

آیت مذکورہ کے اس آخری حصے میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک یہ کہ ''جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بے شک وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے'' اس سے بھی جمہور علماء نے تین طلاقوں کے تین واقع ہونے پر استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جو شخص شرعی ہدایت کے بغیر طلاق دیتا ہے وہ اکثر تین طلاقوں تک پہنچ جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کو دو طرح کے نقصانات ہوتے ہیں، ایک یہ کہ وہ غیر شرعی عمل کی وجہ سے شرعاً قابل ملامت ہوتا ہے دوسرا یہ کہ نکاح جدید بھی نہیں کر سکتا اور بہت سے لوگ اس طرح غیر شرعی طلاق دینے کے بعد سخت نادم اور مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں خصوصاً اس وقت جب وہ صاحب اولاد ہوں۔ اس لیے ایک مصیبت تو دنیا ہی میں اس کی جان پر آ پڑی اگر تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتیں تو پھر ندامت اور پشیمانی کس بات کی ہوتی کیونکہ اگر وہ نادم ہو جائے تو پھر بھی وہ رجعت کے ذریعے اپنے بیوی کو اپنے پاس روک سکتا ہے۔ (دیکھئے امام نووی کی شرح علی صحیح مسلم کتاب الطلاق ص ۴۷۸ ج ۱ اور امام جصاص رازیؒ کی احکام القرآن ص ۴۵۴ ج ۳)

اس آیت کے آخری حصہ میں دوسری بات یہ بیان ہوئی ''تجھے کیا معلوم شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی اور نئی صورت پیدا کر دے اور اس کا مطلب ظاہر ہے وہ یہ کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس باہمی ناچاقی کے بعد کوئی موافقت کی حالت پیدا کر دے اور اس کے دل میں طلاق کے بعد ندامت پیدا ہو جائے اور وہ دوبارہ اس کو نکاح میں رکھنے کا ارادہ کرلے تو دوبارہ نکاح میں رہنے کی صورت اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ شرعی حدود کے مطابق طلاق دی جائے ورنہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دیدی جائیں تو اس کے بعد اس کے لیے اپنے کئے پر غور و فکر کی مہلت ختم ہو جائیگی اور یہ ندامت اس کے لیے مفید نہ ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی یہ آیتیں بھی ان لوگوں کے رائے کی تردید کرتی ہیں جن کا خیال ہے کہ بیک

وقت تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے کیونکہ اگر غیر شرعی طلاق واقع ہی نہ ہوتی یا تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتیں تو یہ کہنے کی کیا ضرورت باقی رہتی کہ جو اللہ تعالیٰ کے حدود (نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ طلاق) کی خلاف ورزی کرے گا وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا اور تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد (موافقت کی) کوئی نئی صورت پیدا کردے یہ دونوں باتیں اس صورت میں مفید ہوسکتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے خلاف طلاق دینے سے واقعی کوئی ایسا نقصان ہوسکتا ہو جس پر آدمی کو بعد میں ندامت اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑے بیک وقت تین طلاقیں دینے کے بعد بسا اوقات ایسی ندامت اور مصیبت سر پر آپڑتی ہے جس کے بعد وہ رجوع نہ کرسکے گا اور اس کی تلافی حلالہ کے بغیر ناممکن ہوتی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ جو طلاق واقع ہی نہ ہو یا طلاق ایک ہی شمار ہوتی ہو تو اس کے بعد پھر بھی اس کو دوبارہ رجوع کا وہی حق باقی رہتا ہے جو سنت کے مطابق طلاق دینے والے کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے بعد بہرحال لازماً ندامت کے ازالے اور موافقت کی صورت باقی رہتی ہے اور جو لوگ غصہ اور جوش کی حالت میں شریعت کی ہدایت کو نظر انداز کرتے ہیں اور ایک ہی سانس میں تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں اور نکاح کے پاکیزہ رشتہ کو توڑ دیتے ہیں ایسے لوگ عموماً اپنے کئے پر زندگی بھر پچھتاتے ہیں۔لیکن ان کا یہ پچھتاوا بالکل بے سود ہوتا ہے کیونکہ اس نے خود اپنے اوپر ظلم کرکے رجعت کے دروازے کو بند کردیا۔

حضرت عبیدہ سلمانیؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

(( ما طلّق رجل طلاق السنة فندم )) ''جس آدمی نے سنت کے مطابق طلاق دی تو وہ نادم نہ ہوگا۔''(مصنف ابن ابی شیبة ص ٤ ج ٤ ما قالو فی طلاق السنة )

اور امام بیہقی نے اس روایت کو یوں نقل کیا ہے:

(( ماطلق رجل طلاق السنة فیندم ابدا )) ''جس آدمی نے سنت کے مطابق طلاق دی وہ کبھی نادم نہ ہوگا (السنن الکبریٰ ص ۳۲۵ ج ۷ )

حضرت مالک بن حارثؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے چچا نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:(( ان عمك عصی اللّٰه فا ند مه فلم یجعل له مخر جا ))

''بے شک تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نادم (پشیمان) کردیا پس (

ایسی صورت میں) اللہ تعالیٰ نے اسکے لیے (اس مشکل سے حلالہ شرعی کے بغیر) نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ٹھہرایا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۰ ج ۴۔ مـن کره ان یطلق الر جل امرأته ثلاثاً فی مقعد و احد و أجاز ذالك علیه )

## اس مسئلہ کے متعلق قرآن مجید کی آیتوں میں ربط، نظم اور ترتیب!

مذکورہ تفصیل کے بعد مناسب سمجھتا ہوں کہ طلاق اور طلاق ثلاثہ کے متعلق آیتوں میں باہمی ربط، نظم اور ترتیب کو بھی پیش کر دوں تا کہ اس مسئلہ کے سمجھنے میں کوئی دشواری باقی نہ رہے اور طلاق اور رجعت وغیرہ کے کچھ مسائل بھی اختصار کے ساتھ سامنے آجائیں۔

## عدت کے اندر بلا تجدید نکاح رجوع کر سکتا ہے!

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیتوں میں طلاق اور رجعت سے متعلق جو احکام و ہدایات ترتیب وار بیان فرمائے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

﴿ والمطلقات یتر بصن با نفسهن ثلثة قروء﴾

''اور طلاق شدہ عورتیں (کسی دوسری جگہ نکاح کرنے سے پہلے) تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔''

اس کے بعد فرمایا:

﴿و بعو لتهن احق بر دهن فی ذلك ان ارادوا اصلا حا﴾

''اور ان کے شوہر اس مدت میں ان کو لوٹا لینے کے زیادہ حقدار ہیں اگر وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

(بقرہ آیت ۲۲۸) مطلب یہ ہے کہ ان کے شوہر عدت گزر جانے سے پہلے رجوع کا حق رکھتے ہیں۔

## حق رجوع کتنی طلاقوں تک ہے اور دورِ جاہلیت کے قدیم رواج کا خاتمہ اور طلاق کی تعداد و نصاب!

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے نزول کے وقت قدیم رواج کے مطابق شوہر کے لیے رجوع کا حق بحالہ باقی تھا خواہ وہ سینکڑوں بار طلاق دے کر پھر رجوع کر لے۔ اس ظالمانہ قدیم رواج کا خاتمہ ضروری تھا بلکہ سبب نزول اور قدیم رواج کی طرف نہ بھی دیکھا جائے پھر بھی مذکورہ آیت میں جو یہ بیان ہوا کہ طلاق کے بعد عدت کے اندر

شوہر اپنی بیوی سے رجوع کا حق رکھتا ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ حقِ رجوع اور اختیار کتنی طلاقوں تک ہے اسکے جواب میں فرمایا:

﴿الطّلاق مرّ تٰن فا مساك بمعروف او تسريح با حسان﴾

یعنی ''(طلاق اور رجعت بار بار نہیں ہوسکتی بلکہ) طلاق دو بار ہے پھر دستور اور قاعدہ کے مطابق روک لینا ہے یا احسان اور نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔'' (بقرہ آیت ۲۲۹)

اس آیت کریمہ میں طلاقوں کی تعداد اور اس کا نصاب بتایا گیا کہ طلاق کا نصاب تین ہے اور وہ طلاق جسکے بعد رجعت ہوسکے دو تک ہیں اور دو طلاقوں کے بعد عدت کے اندر اندر شوہر اپنی بیوی سے بلا تجدید نکاح کے رجوع کرسکتا ہے اور عدت گزر جانے کے بعد بھی دوبارہ نکاح کر لینا میاں بیوی کے باہمی رضا مندی سے ہوسکتا ہے۔

## تیسری طلاق کے بعد بیوی مکمل طور پر جدا ہو جاتی ہے!

اسکے بعد اگلی آیت میں فرمایا:

﴿فـان طلّقها فلا تحلّ له من بعد حتّٰى تنكح زوجا غير فان طلّقها فلا جناح عليهما ان يّترا جعا ان ظنّا ان يّقيما حدود الله﴾

''پس اگر (دو طلاقوں کے بعد) وہ اسے (تیسری) طلاق بھی دیدے تو اب وہ عورت اس شخص کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح نہ کرلے پھر اگر دوسرا خاوند بھی اس کو طلاق دے (اور اس کی عدت بھی گزر جائے) تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ (باہمی رضا مندی) سے آپس میں نکاح کر لیں اگر دونوں کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حدود اور ضابطوں کو قائم رکھ سکیں گے'' (بقرہ آیت ۲۳۰)

## بوقت مجبوری صرف ایک طلاق دینی چاہیئے!

اس کے بعد اس بات کا اشارہ فرمایا کہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے طلاق پر اقدام کی نوبت آجائے تو شریعت کی نظر میں اصل یہی ہے کہ صرف ایک طلاق رجعی دیدی جائے تا کہ عدت تک رجعت کا حق باقی رہے اور عدت کے بعد بھی آپس میں دوبارہ نکاح کر لینے کی راہ بلا تحلیل کھلی رہے چنانچہ فرمایا:

﴿واذا طلّـقتـم الـنّسـاء فبلغن اجلهنّ فامسكو هنّ بمعرف او سرّ حو هنّ بمعروف ولا

تمسكو هنّ ضرارا لّتعتدُوا و من يّفعل ذلك فقد ظلم نفسه ولا تتّخذوايٰت الله هزوا﴾

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دیدو۔ پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں دستور کے مطابق (حسن سلوک اور اچھے طریقے کے ساتھ ) روکو (یعنی نکاح میں رہنے دو ) یا (اگر نباہ نہیں ہوسکتا تو مزید طلاق دیئے بغیر ) ان کو دستور کے مطابق (نیکی اور احسان کے ساتھ ) چھوڑ دو اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روکو تاکہ ان سے ظلم و زیادتی کرو۔ جو ایسا کرے گا تو وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ہنسی اور کھیل نہ بناؤ۔'' (بقرہ آیت ۲۳۱) آیت کریمہ کا مطلب ترجمہ سے واضح ہے۔

## ہنسی مذاق میں طلاق دی جائے وہ بھی واقع ہو جاتی ہے!

اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ہنسی اور کھیل بنانے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو حدود اور ضابطے مقرر فرمائے ہیں ان کی خلاف ورزی نہ کرو دوسرا مطلب یہ کہ طلاق و نکاح اور رجوع کا معاملہ ہنسی مذاق میں بھی کیا جائے تو وہ نافذ ہوگا اور ان معاملات کے بارے میں یہ عذر نہ سنا جائیگا کہ میں نے یہ معاملہ ہنسی مذاق میں کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں ایسی ہیں جن کا قصد و ارادہ سے کہنا اور ہنسی مذاق کے طور پر کہنا (دونوں ) برابر ہے ایک طلاق دوسری نکاح تیسری رجعت۔'' (ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ)[۱]

## مذکورہ بالا آیتوں کا خلاصہ!

مذکورہ بالا آیتوں میں یہ بتلایا گیا ہے کہ طلاق دینا مرد کا حق ہے اور ان میں طلاق کے نصاب و تعداد کا بیان ہے وہ یہ کہ دو طلاقوں تک رجعت کا حق باقی رہتا ہے تیسری طلاق کے بعد نکاح مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ایک طلاق پر اکتفاء کریں اور بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں خصوصاً طلاق اور رجعت کے معاملہ میں خوب احتیاط کریں۔

## طلاق کا اختیار شوہر کو ہے وہ اس اختیار کو بے جا استعمال نہ کرے!

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ طلاق دینے کا حق و اختیار شوہر کو حاصل ہے اور اس کی تعداد و نصاب

---

۱ ـ وعن ابی هریرة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم قال ثلٰث جدُّهنَّ جدٌّ و هزلهنَّ جدّ النکاح والطلاق والرجعة. ( ترمذی و ابوداؤد ، مشکوٰة )

صرف تین ہے۔ وہ اپنے حق واختیار کو جس طرح بھی استعمال کرے گا وہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی جیسے کہ کسی کے پاس کچھ رقم ہو وہ اس کی ملکیت ہے اس رقم کو وہ جس طرح بھی خرچ کرے گا وہ خرچ ہو کر اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی البتہ اگر اس کو وہ صحیح طریقہ پر استعمال کرے گا تو وہ اس سے فائدہ اٹھائے گا اگر اس کو بے جا خرچ کرے گا تو نقصان اٹھائے گا اور بعد میں پچھتائے گا۔

## طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے اس سے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۂ طلاق میں ایسے قوانین اور ہدایات بیان کئے ہیں جن کا اگر پورا خیال رکھا جائے تو آدمی خود بھی پریشانیوں مصیبتوں سے بچ جاتا ہے اور اس کا گھر اور خاندان بھی اور معاشرہ بھی بگڑنے سے بچ جاتا ہے اور بعد میں اس کو پریشانی ندامت اور پچھتاوے کی نوبت بھی نہیں آتی وہ ہدایت وقوانین یہ ہیں:

﴿ يَاَ يُّهَا النّبىّ اذا طلّقتم النّساء فطلّقو هنّ لعدّ تهنّ و ا حصواالعدّة واتّقو االلّه ربّكم﴾

''اے نبی ﷺ! (مسلمانوں سے کہہ دیجئے) جب تم عورتوں کو طلاق دو (یعنی طلاق دینے کا ارادہ کرو) تو ان کی عدت کے لیے انہیں طلاق دیا کرو اور عدت کو شمار کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (اور اس کی نا فرمانی سے بچتے رہو جو تمہارا رب ہے)۔''

## طلاق دینے میں جلد بازی کرنا درست نہیں!

یہاں اس بات کی ہدایت فرمائی گئی کہ طلاق دینے میں جلد بازی نہ کیا کرو بلکہ جب تمہیں کسی مجبوری کی بناء پر طلاق دینا پڑے تو عدت کے حساب سے انہیں طلاق دیا کرو۔

## عدت کیا ہے؟

عدت کے لفظی معنی عدد شمار کرنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اس مدت کو کہا جاتا ہے جس میں عورت ایک شوہر کے نکاح سے نکلنے کے بعد دوسرے شخص کے نکاح سے ممنوع ہوتی ہے اس مدت انتظار کو عدت کہا جاتا ہے۔[1]

---

۱ ـ العـدة (هى) لغة بالكسر لاحصاء وشرعاً " تربص يلزم المرأة عند زوال النكاح او شبهته ."(تنوير الابصار مع الدّر المختار ص ۵۹۷ الى ۵۹۹ ج۲)

## عورت پر ظلم نہ کیجئے!

مطلب یہ ہے کہ طلاق ایسے موقع پر دینی چاہئے جس میں عورت کی عدت بلا وجہ طویل نہ ہو جائے مثلاً اگر حیض میں طلاق دی جائے تو موجودہ حیض عدت میں شمار نہ ہوگا۔اس کے بعد طہر پھر طہر کے بعد اگلے حیض سے عدت شمار ہوگی۔جن آئمہ مجتہدین کے نزدیک طہر سے عدت شروع ہو جاتی ہے ان کے مطابق بھی کم از کم حیض کے بقیہ ایام جو عدت سے پہلے گزریں گے وہ زیادہ ہو جائیں گے اگر طلاق ایسے طہر میں دی جائے جس میں بیوی سے مباشرت کی گئی ہو ایسی صورت میں یہ امکان ہے کہ حمل ٹھہر گیا ہو تو عدت وضع حمل تک طویل ہو جائے گا۔

## طلاق دینے کیلئے ایسے طہر کا انتظار کیجئے جس میں ہمبستری نہ ہوئی ہو!

طلاق کا صحیح اور سنت طریقہ یہ ہے کہ طلاق ایسے طہر میں ہو جس میں بیوی کے ساتھ ہمبستری نہ ہوئی ہو اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ حیض میں طبعی طور پر میاں بیوی دونوں میں تھوڑی دوری ہوتی ہے نیز جس طہر میں ہمبستری ہوئی ہے اس کی وجہ سے بھی بیوی کی طرف رغبت کم ہو سکتی ہے اس لیے یہاں ایک ایسا طریقہ بتایا کہ اس میں عورت کی عدت بھی طویل نہ ہو نیز طلاق دینے کیلئے انتظار مدت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ شوہر کی نفرت رغبت میں تبدیل ہو جائے اور دونوں کے درمیان معافی تلافی ہو کر شوہر کے دل سے طلاق دینے کا اور بیوی کا طلاق لینے کا یعنی دونوں کا ارادہ ہی ختم ہو جائے۔

## عدت کے ساتھ اور بہت سے مسائل کا تعلق ہے!

مذکورہ آیت میں طلاق کے بعد عدت کو ٹھیک ٹھیک شمار کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ اس سے بہت اہم مسائل وابستہ ہیں مثلاً ایام عدت میں عورت کا نان نفقہ اور رہن سہن کی جگہ مرد کے ذمہ ہے اور عدت کے ایام میں عوت کسی دودسرے کے ساتھ نکاح بھی نہیں کر سکتی عدت گزرنے کے بعد عورت آزاد ہو جاتی ہے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اس کے علاوہ کئی دیگر مسائل کا عدت سے گہرا تعلق ہے اس لیے عدت کو پوری احتیاط سے شمار کرنا ضروری ہے۔

## تقویٰ کی ترغیب!

عدت ٹھیک ٹھیک شمار کرنے کے بعد ''تقویٰ'' کی ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی ہدایت کی خلاف ورزی نہ کرو مثلاً یہ کہ عدت شمار کرنے میں کوتاہی بے احتیاطی نہ کرو اور حالت حیض میں طلاق دینے سے پرہیز کرو نیز بیک وقت تین طلاقیں نہ دو جیسا کہ احادیث صحیحہ میں بھی اس کا بیان آیا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ

نے یہ ہدایت فرمائی کہ عدت کے زمانے میں طلاق شدہ عورتوں کو گھروں سے نہ نکالو، اس کے بعد ایک بار پھر یہ ترغیب دی کہ اللہ تعالیٰ کے حدوں اور قوانین کی خلاف ورزی نہ کرو۔ اور طلاق جیسے اہم معاملہ میں صبر وتحمل اور دانشمندی کا مظاہرہ کرو چنانچہ آیت کے آخری حصہ میں فرمایا:

﴿و تلك حدود الله ومن يتعدّ حدود الله فقد ظلم نفسه﴾

''اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود (احکام اور قوانین) ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدوں (اور اس کے احکام وقوانین) سے تجاوز کرتا ہے۔ (مثلاً حیض میں طلاق دیتا ہے یا بیک وقت تین طلاقیں دیتا ہے یا عدت کے اندر عورت کو گھر سے نکال دیتا ہے وغیرہ) تو بے شک اس نے اپنے اوپر ظلم کیا (اس گناہ کی سزا اس کو ہوگی اور اس کی وجہ سے دنیا میں پشیمانی اور مصائب وغیرہ اس کے سر پڑ سکتے ہیں)۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک طلاق رجعی کی ترغیب دی اور فرمایا:

﴿لا تدری لعل الله يحدث بعد ذلك امرا﴾

''تجھے کیا معلوم شاید اللہ تعالیٰ اس (طلاق اور نا چاقی) کے بعد کوئی نئی صورت (موافقت کی) پیدا کردے۔ (اس لیے بیک وقت تین طلاقیں دینے یا طلاق بائن سے پرہیز کرو۔ تاکہ عدت کے اندر اندر رجعت یا عدت کے بعد بھی تجدید نکاح کا راستہ کھلا رہے)''

## قرآن مجید کی رو سے تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں!

قرآن مجید کی آیتوں سے یہ بات پوری طرح ثابت ہے کہ طلاق کی تعداد اور نصاب تین ہے اور یہ شوہر کا حق واختیار ہے اب خواہ وہ اس حق واختیار کو ایک ہی مجلس میں یا ایک ہی لفظ میں استعمال کرے، یا الگ الگ طہروں میں، بہر حال اس کا حق واختیار ختم ہو جائیگا اور اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی قرآن مجید میں کسی بھی آیت سے اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ جو شخص ظلم وزیادتی کرے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف طلاق دیدے۔ تو ایسے ظلم کرنے والے کو یہ رعایت ملنی چاہئے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق واقع ہوگی۔

## نبی کریم ﷺ کے مبارک دور میں تین طلاقوں کا تین ہونا!

کتاب اللہ قرآن مجید کے بعد اب نبی کریم ﷺ کے مبارک دور پر نظر ڈالتے ہیں اس سے بھی ان شاء اللہ تعالیٰ

ثابت ہوگا کہ اس مبارک دور میں بھی بلکہ خود نبی کریم ﷺ نے بیک وقت تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا ہے۔

## حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ لعان!

(۱) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے لعان کا واقعہ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

''حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے مسجد کے بڑے مجمع میں جس میں میں بھی تھا رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کیا جب میاں بیوی دونوں لعان ۱؎ سے فارغ ہوئے تو عویمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

(( کذبت علیھا یا رسول اللہ ان امسکتھا فطلّقھا ثلاثا قبل ان یا مرہ رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم))(صحیح مسلم ص ٤٨٨الی ٩٨٤ ج١ )

''اے رسول اللہ: اگر اب بھی میں اس کو اپنے ساتھ رکھوں تو (اسکا مطلب یہ ہوگا کہ) میں جھوٹ بولنے والا (اور بہتان تراشی کرنے والا) ہوں تو انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں اس سے پہلے کہ رسول اللہ ﷺ ان کو حکم فرماتے۔''(بخاری ومسلم)

اگر تین طلاقیں ایک شمار ہوتیں تو آپ ﷺ ضرور اس پر نکیر فرماتے اور ان کو یہ بات سمجھا دیتے کہ تین طلاقوں سے تین نہیں بلکہ ایک واقع ہوتی ہے مگر آپ ﷺ نے یہاں پر نہیں فرمایا اس واقعہ کے متعلق کسی بھی روایت میں یہ نہیں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس پر نکیر فرمائی ہو اور تین کو ایک قرار دینے کا حکم سمجھایا ہو۔

## کیا صرف لعان سے زوجین کے درمیان جدائی ہوجاتی ہے؟

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ خود لعان ہی سے عویمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیوی کے درمیان جدائی ہوگئی اس لیے آپ ﷺ نے انکے اس طرح طلاق دینے پر سکوت فرمایا اور آپ ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا بلاشبہ یہ ایک ایسی بات ہے جو علم وتحقیق کی نظر میں بحث برائے بحث سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ پہلے تو یہ بات ہے کہ صرف لعان ہی سے میاں بیوی کے درمیان جدائی ہوجاتی ہے خود محل نظر ہے کیونکہ ان کے درمیان بغیر قاضی کے تفریق کے جدائی نہیں ہوتی اگر چہ بعض آئمہ مجتہدین اس کے قائل ہیں کہ لعان سے خود بخود جدائی ہوجاتی ہے لیکن لعان سے میاں بیوی کی جدائی پر نہ تو لعان کا لفظ دلالت کرتا ہے اور نہ کسی آیت یا صریح حدیث سے اس کا ثبوت

---

۱؎ لعان کیا ہے؟ اس کی تفصیل ان شاءاللہ آگے آئیگی

ملتا ہے بلکہ لعان کے بعد یہ جدائی ایک ضروری مصلحت کے تحت ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عقد نکاح کو میاں بیوی کے درمیان رحمت شفقت اور محبت کا ذریعہ بنایا ہے اور اس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے چین وسکون حاصل کرتے ہیں لیکن جب شوہر کی طرف سے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگ جاتا ہے تو ان کے درمیان باہمی محبت و رحمت کا یہ تعلق باقی نہیں رہتا بلکہ یہ باہمی محبت بغض وعداوت میں بدل جاتی ہے ایسی صورت میں مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے درمیان جدائی ہو جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ لعان سے جدائی کا ہونا کوئی یقینی بات اور اتفاقی مسئلہ نہیں بلکہ اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض فقہاء کے نزدیک تو لعان کے بعد بھی شوہر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھے اور فقہائے احناف کا مسلک یہ ہے کہ نفس لعان سے جدائی نہ ہوگی البتہ لعان کے بعد مذکورہ مصلحت کے پیش نظر شوہر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو طلاق دے کر فارغ کر دے اور لعان کے برقرار رکھتے ہوئے اگر شوہر طلاق نہ دے تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کرے گا بہرحال یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے یہاں اس سے بحث نہیں بلکہ اس واقعہ سے تو اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مبارک دور میں بیک لفظ تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں، حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے جو تین طلاقیں دیں اس سے تو یہی بات ثابت ہوتی ہے کیونکہ اگر یہ مانا جائے کہ نفس لعان سے جدائی عمل میں نہیں آتی بلکہ اس کے لیے طلاق دینا یا قاضی کا فیصلہ ضروری ہے، ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک تین طلاقوں سے تین ہی واقع ہوتی ہیں اس لئے انہوں نے بیک لفظ تین طلاقیں دیں اور نبی کریم ﷺ نے بھی ان تینوں کو تین ہی قرار دیا۔ اس کے برعکس اگر یہ مانا جائے کہ نفس لعان ہی سے زوجین میں جدائی ہو جاتی ہے مگر اس مسئلہ کا علم حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کو نہیں تھا پھر بھی ان کے اس عمل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بیک لفظ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ اس لئے انہوں نے بیک زبان تین طلاقیں دیں اور ان کے یہ الفاظ نبی کریم ﷺ اور ان کے پاس مسجد میں بیٹھے ہوئے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سن لئے پھر بھی نبی کریم ﷺ کا اس پر خاموش رہنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ بیک لفظ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں ورنہ ایسے موقع پر نبی کریم ﷺ کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس بات کی وضاحت فرماتے اور لوگوں کو سمجھاتے کہ اس طرح تین طلاقیں دینے سے صرف ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا اسی واقعہ کو امام ابوداؤدؒ نے بھی نقل کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ اور وضاحت بھی موجود ہے کہ:

(( فطلّقها ثلاث تطليقات عند رسول الله ﷺ فانفذه رسول الله ﷺ و كان ما صنع

عندر سول الله ﷺ سنة ))

یعنی'' عویمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے تین طلاقیں دیدیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو نافذ فرمادیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے جو کچھ پیش آیا (اس مسئلے میں) وہی سنت قرار پایا۔'' (ابوداؤد کتاب الطلاق باب اللعان)

اس واقعہ سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کے مبارک دور میں بیک وقت تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں اور یہ بات اس واقعہ سے اس وضاحت کے ساتھ ثابت ہے اگر کوئی دوسری دلیل نہ بھی ہوتو صرف یہی ایک واقعہ ہی اس کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔

## بیک وقت تین طلاقوں سے تین واقع ہونے سے متعلق تین حدیثیں!

(۱) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں اور اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اس (دوسرے) شوہر نے بھی (اس سے صحبت کئے بغیر) طلاق دیدی۔ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں (یہ اس وقت تک پہلے شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی) جب تک دوسرا شوہر (بھی) پہلے شوہر کی طرح (اس کے ساتھ) صحبت کا مزہ نہ چکھے۔ (بخاری و مسلم کتاب الطلاق)[1]

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((المطلقة ثلاثا لا تحل لزوجها الأول حتى تنكح زوجا غيره و يخالطها ويذوق عسيلتها ))

''تین طلاقوں والی عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی اور سے نکاح نہ کر لے اور وہ اس سے ہمبستر ہو اور اس کی صحبت کا مزہ نہ چکھ لے۔'' (رواہ الطبرانی وابویعلیٰ مجمع الزوائد ص ۳۴۰ ج ۴)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور اس عورت نے کسی اور مرد سے نکاح کرلیا دوسرے شوہر نے صحبت سے

---

۱ ؎ عن عائشة قالت طلّق رجل امرأته ثلثا فتزوجها رجل ثم طلقها قبل ان يدخل بها فأراد زوجها الاول ان يتزوجها فسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذالك فقال لا حتىٰ يذوق لاٰخرمن عسيلتها ماذاق الاول (صحيح مسلم ٤٢٣٦ ج ١ صحيح بخارى ٨٠١ ج ٣)

پہلے اسے طلاق دیدی کیا یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگئی۔اس پر رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ دوسرا شوہر جب تک اس کی صحبت کا مزہ نہ چکھے اور عورت اس دوسرے شوہر کی صحبت کا مزہ نہ چکھ لے تو یہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی۔(احمد بزار ابویعلیٰ مجمع الزوائد ص۳۴۰ ج۴)[۱]

ظاہر ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تین ہی نافذ ہوتی ہیں ورنہ نبی کریمﷺ اسے فرماتے کہ فکر کی کوئی بات نہیں اس نے جو تین طلاقیں دی ہیں وہ ایک ہی شمار ہوتی ہے لہٰذا اس عورت سے نکاح کرنا پہلے شوہر کے لیے کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کئے بغیر بھی حلال ہے۔

## حضرت محمود بن لبیدؓ کی روایت!

حضرت محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ رسولﷺ کو ایک شخص کے بارے میں خبر دی گئی کہ:

((طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعا فقام غضباناً ثم قال يلعب بكتاب الله وا نا بين اظهر كم حتى قام رجل قال ألا اقتله؟))

''ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیدی ہیں آپﷺ غضبناک ہو کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیلا جا رہا ہے اور میں تمہارے درمیان ہوں (آپﷺ اس قدر غصے ہوگئے) یہاں تک کہ (صحابہ کرامؓ میں سے) ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟''(نسائی۔مشکوٰۃ)

اس حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ اکھٹی تین طلاقیں دینے پر نبی کریمﷺ سخت ناراض ہوگئے اور اس عمل کو کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کئے جانے سے تعبیر فرمایا کیونکہ اس طرح اکٹھی تین طلاقیں دینا اللہ تعالیٰ کے حدود اور اس کے قوانین کی خلاف ورزی ہے اور یہ عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ اور سنت کے خلاف ہے اس حدیث میں غور کیجئے۔اگر بیک وقت تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تو نبی کریمﷺ رجعت کا حکم فرماتے۔لیکن نبی کریم ﷺ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا نیز اگر تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوتی تو آپ ﷺ غضبناک نہ ہوتے کیونکہ اگر تین طلاقیں ایک ہی ہوں پھر تو ایک ہی واقع ہوئی اس میں اس قدر غضبناک ہونے کی

---

۱؎ عن أنس رضي اللّه تعالى عنه أن رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم سئل عن رجل كانت تحته امرأة فطلقها ثلثاً فتزوجها بعده رجل فطلقها قبل ان يدخل بها أتحل لزوجها الأول فقال الأول رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم لا حتى يذوق الآخر ماذاق الاول من عسيلتها وذاقت من عسيلته۔ (رواه احمد والبزار وأبو يعلٰى ۔ مجمع الزوائد ص ٣٤٠ ج ٤ )

کیا ضرورت تھی؟ غصہ تو اس لیے ہوئے کہ تین طلاقیں نافذ ہوگئیں اور گھر اجڑ گیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے کہ کوئی حرج نہیں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی ہیں اگر وہ نادم ہے تو اس کے لیے اب بھی یہ رعایت موجود ہے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔

## عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ!

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ موتہ میں شہادت سے پہلے اپنے آپ سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا:

(( یا نفس الی شیء تشو قین الی فلا نة امرأة له فهی طالقة ثلاثا اوالی فلان و فلان غلامان له فهما حران اوالیٰ معجف حائط له فهو للّٰه ور سوله))

''اے نفس اب تجھے کس چیز کا اشتیاق باقی ہے (جس کی وجہ سے تجھے تردد ہے) کیا بیوی کا ہے؟ تو اس کو تین طلاقیں یا فلان فلان غلام کا ہے؟ تو وہ دونوں آزاد یا معجف باغ کا شوق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ ہے۔''

تفصیل کے لیے دیکھئے تاریخ خمیس ص ۹۷ ج ۲ وابن عساکر جلد نمبر ۱۵ جز نمبر ۳۳ ص ۱۹۸ اور حکایات صحابہ رضی اللہ عنہم ص ۸۲)

غزوہ موتہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں پیش آیا تھا اور اسی میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تھے۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ اس لئے فرمائے تھے تاکہ ان کا دل دنیا کی ہر چیز سے فارغ ہوکر پوری قوت ویکسوئی کے ساتھ لڑے اور جام شہادت نصیب ہوجائے۔ اس مقصد کی خاطر انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دورِ نبوت میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک اور تین کا فرق معلوم تھا کہ بیک لفظ تین طلاقیں دینے سے ایک نہیں بلکہ تین ہی واقع ہوتی ہیں اگر ان کے ہاں یہ فرق نہ ہوتا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو بیک لفظ تین طلاقیں نہ دیتے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اگر میں بیوی کو ایک طلاق دوں گا تو پھر بھی مجھے بیوی سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے اور ایک طلاق دینے سے میرا مقصد حاصل نہ ہوگا اس لیے انہوں نے بیک لفظ تین طلاقیں دیدیں تاکہ بیوی بالکل آزاد ہوجائے اور ان کا دل بیوی سے مکمل طور پر فارغ ہوجائے کہ میری بیوی ہے ہی نہیں۔ غور کیجئے! انہوں نے بیوی کو تو تین طلاقیں دیں مگر غلاموں کے آزاد کرنے اور باغ کو صدقہ کرنے کے لیے تین کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ صرف اتنا کہہ دیا کہ وہ دونوں آزاد ہیں یہ اس لیے کہ انہیں خوب معلوم تھا کہ غلاموں کی مکمل آزادی اور صدقہ کرنے کے لیے تین کا لفظ ضروری نہیں۔ اس واقعہ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ کے مبارک دور میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ معروف تھا کہ تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم

## حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ طلاق!

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حالتِ حیض میں بیوی کو ایک طلاق دی تھی ۔ جب نبی کریم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حکم فرمایا کہ وہ اس سے رجوع کریں اور اس کو اپنے نکاح میں روک لیں جیسے کہ یہ حدیث ''حیض میں طلاق دینے'' کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔بعض روایتوں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس واقعے کا تفصیلی ذکر ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عرض کیا کہ:

((یا رسول اللہ افرأیت لو انی طلقتھا ثلاثا کان یحلّ لی ان اراجعھا قال کانت تبین منك و تکون معصیة))

''یارسول اللہ!اگر میں اسے (حالت حیض میں) تین طلاقیں دیدیتا۔تو کیا میری رجعت حلال ہوتی ۔ آپ ﷺ نے فرمایانہیں وہ تم سے جدا ہو جاتی اور تمہاری یہ حرکت گناہ اور معصیت ہوتی۔'' (طبرانی دیکھئے مجمع الزوائدص۳۳۶ ج۴ نیز سنن الکبریٰ للبیہقی ص۳۳۴ ج۷)

(۷) نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میں نے بیوی کو بتّہ طلاق دیدی ہے جبکہ وہ حالت حیض میں تھی۔حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا''تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی۔اس پر اس شخص نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو عبداللہ بن عمرؓ کو فرمایا تھا جس وقت انہوں نے (حالت حیض میں) بیوی کو طلاق دیدی تھی کہ وہ اس سے رجوع کرلے اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا:

((ان رسول اللہ ﷺ امر ہ ان یرا جع بطلاق بقی وأنه لم یبق لك ماترا جع به امرأتك))

''رسول اللہؐ نے ان کو رجعت کا حکم اس لیے فرمایا تھا کہ (عبداللہ بن عمرؓ نے بیوی کو ایک طلاق دی تھی) اس کا حق طلاق باقی تھا اور تیرے لئے تو بیوی کی رجعت کرنے کا کوئی حق باقی نہ رہا۔'' (رواہ الطبرانی مجمع الزوائدص۳۳۵ ج۴، نیز دیکھئے سنن الکبریٰ للبیہقی ج۷ص۳۳۴) بتّہ طلاق سے اس کی نیت تین طلاقوں کی تھی اس لئے حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو مذکورہ جواب دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی تھی اور اس واقعہ کی اطلاع پہلی بار حضرت عمر فاروقؓ نے ہی نبی کریم ﷺ کو دی تھی جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور آپ ﷺ نے اس کے بارے میں جو ہدایات اور احکامات حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو بتلائے ہیں وہ بھی آپ

کے سامنے آ چکے ہیں ان سے صاف صاف یہ معلوم ہوا کہ تین طلاقیں بہر حال تین واقع ہوتی ہیں خواہ حیض میں ہوں یا طہر میں بیک وقت ہوں یا الگ الگ دی جائیں بہر حال تین ہی واقع ہونگی۔

(۸) حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب ایسے شخص کے متعلق پوچھا جاتا جس نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے:

(( لو طلقت مرّة او مرّتين فان النبی ﷺ امر نی بھذا فان طلّقھا ثلاثا حرمت حتی تنکح زوجا غیرہ.))

''اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہوں (تو پھر اس کو رجوع کرنا حلال ہے) کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے اسی کا حکم دیا تھا پس اگر تین طلاقیں دی ہوں تو پھر وہ حرام ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کر لے۔''

(صحیح بخاری: باب من قال لامراتہ انت علیّ حرام) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

## حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا واقعہ!

نبی کریم ﷺ کے محبوب نواسے حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی عائشہ خثعمیہ تھیں جب امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا اور اسکے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے۔ تو ان کی بیوی عائشہ نے محبت کی وجہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کہا خلافت مبارک ہو۔ (حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دل میں ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم تازہ تھا) اس بے موقع مبارک باد پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سخت نا گواری ہوئی اور غصے ہو کر فرمایا کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اظہار مسرت کر رہی ہے:

(( انطلقی فانت طالق ثلاثاً)) ''جا تجھ کو تین طلاقیں۔''

عائشہ عدت کے بعد جب گھر چلی گئیں تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مہر کی بقیہ رقم جو انہوں نے ابھی تک ادا نہیں کی تھی اور اس کے ساتھ دس ہزار درہم مزید ان کے پاس بھجوا دیئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قاصد یہ رقم لے کر جب عائشہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اظہار حسرت کرتے ہوئے کہا: ''متاع قلیل من حبیب مفارق'''' جدا ہونے والے محبوب کے مقابلے میں یہ رقم متاع قلیل ہے۔''

جب قاصد نے یہ جملہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سنایا۔ (اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو عائشہ کی بے قراری اور رونے کا حال معلوم ہوا) تو وہ رو پڑے اور فرمایا: اگر اپنے نانا جان (یعنی نبی کریم ﷺ سے نہ سنا ہوتا یا یہ فرمایا اگر میرے والد

حضرت علیؓ نے میرے نانا جان کی یہ حدیث نہ سنائی ہوتی کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((اذاطلق الرجل امرأته ثلاثا عندالاقراء اوطلقها ثلاثا مبهمة لم تحلّ له حتى تنكح زوجا غيره لراجعتُها))

''جو شخص اپنی بیوی کو تین طہروں میں تین طلاقیں دیدے یا ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دیدے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرلے، تو میں یقیناً رجوع کرلیتا۔'' (السنن الکبری ص ۳۳۶، ۷ وغیرہ)

علامہ ھیثمیؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی تخریج علامہ طبرانی نے کی ہے اور اس کی سند کے رجال میں کچھ ضعف ہے اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہے علامہ ھیثمیؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ طبرانی کی روایت کی یہ سند درجہ حسن سے کم نہیں اور علامہ ھیثمیؒ نے اس کے علاوہ اسی واقعہ سے متعلق اور بھی روایتیں نقل کی ہیں اور ان روایتوں کے متعلق علامہ ھیثمی فرماتے ہیں کہ یہ تمام روایتیں طبرانی نے روایت کی ہیں اور ان میں سے پہلی روایت کے رجال صحیح ہیں۔ (دیکھئے مجمع الزوائد ص ۳۳۹ تا ص ۳۴۰، ج ۴) حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے بھی اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے شیخ الاسلام محمد تقی عثمانی کی تکملہ فتح الملهم ص ۱۵۵ ج ۱) [۱]

---

۱ ـ وعن سويد ابن غفلة قال كانت عائشة بنت خليفة الخثعمية عن الحسن بن على فلما أصيب على وبويع للحسن بالخلافة دخل عليها فقالت ليهنك الخلافة فقال لها اتظهرين الشماتة بقتل على ان طلقى فأنت طالق ثلاثاً فتقنعت بسلع لها وجلست فى نا حية البيت وقالت أما اردت ما ذهبت اليه فأقامت حتى انقضت عدتها ثم تحولت عنه فبعث اليها ببقية بقيت لها من صداقها عليه وبمتعة عشرة آلاف فلماء جاء الرسول بذالك قالت متاع قليل من حبيب مفارق فلما رجع الرسول الى الحسن فأخبره بما قالت بكى الحسن بن على وقال لو سمعت جدى رسول الله صلى الله عليه وسلم أو سمعت ابى يحدث عن جدى أنه قال اذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً عندالاقراء او طلقها مبهمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره لراجعتها رواه الطبرانى وفى رجاله ضعف وقد وثقوا. . .راوه كله الطبرانى و رجال الاول رجال الصحيح۔ حواله: (مجمع الزوائد ص ۳۳۹ الى ص ۳۴۰ ج۴) قال شيخ المفتى محمد تقى العثمانى فى هذا الحديث واستاده صحيح قال له ابن رجب الحنبلى الحافظ بعد أن ساق هذا الحديث فى كتابه بيان مشكل الأحاديث الواردة فى ان الطلاق الثلاث واحدة " كما فى الاشفاق ص ۴۲ـ(تكملة فتح الملهم لشيخ الاسلام محمد تقى عثمانى ص ۱۵۵ ج ۱)

مذکورہ احادیث اور کتب احادیث میں اس طرح کی اور بھی بہت سی احادیث موجود ہیں۔جن سے وضاحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بنی کریم ﷺ کے مبارک دور میں تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں اور مخالفین کے پاس اس مبارک دور کا صرف ایک حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ جسے وہ بطور دلیل پیش کرتے ہیں حالانکہ اس سے بھی یہی ثابت ہے کہ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔کیونکہ انہوں نے کنائی طلاق دی تھی اور قسم کھا کر کہا تھا کہ میرا ارادہ ایک ہی طلاق کا تھا اور نبی کریم ﷺ نے بھی انہیں قسم دے کر پوچھا تھا کہ کیا تیرا ارادہ ایک طلاق کا تھا......؟انہوں نے عرض کیا کہ میرا ارادہ ایک ہی طلاق کا تھا۔پھر آپ ﷺ نے ان کے بتّہ طلاق کو ایک قرار دیا جس سے صاف واضح ہے کہ تین طلاقیں دینے سے تین ہی نافذ ہوتی ہیں۔

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو نبی کریم ﷺ کے بلا واسطہ شاگرد اور جو ان کی صحبت سے بلا واسطہ فیض یاب ہوئے تھے۔انہوں نے قرآن مجید اور اس کا بیان اور نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ کو خود نبی کریم ﷺ سے سنا اور سیکھا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کے اعمال واخلاق اور آپ ﷺ کے فیصلوں کو دیکھا اور سنا اور انہوں نے جو کچھ جس طرح آپ سے سنا، یا دیکھا اس کو اپنی زندگی میں داخل کر دیا اور ان کو جب بھی کسی مسئلہ اور کسی کام میں شک وشبہ پیدا ہوا تو براہ راست نبی کریم ﷺ سے پوچھ کر اپنے شک وشبہ کو دور کیا۔اپنے مسئلہ کا حل معلوم کیا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بعض وہ تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی طویل صحبت اُٹھائی تھی اور ان کا شمار جلیل القدر گہرے علم رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھا۔اور یہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

جن کے پاس دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے مسائل میں رجوع کرتے تھے اور ان کے فتوؤں پر عمل کرتے یہاں اس زیر بحث مسئلہ کے متعلق ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتوؤں کو نقل کرنے کی کوشش کرونگا۔

## طلاق ثلاثہ کے زیر بحث مسئلہ کے متعلق اہم وضاحت!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے علماء اور فقہاء کے زیر بحث تین طلاقوں کے متعلق فتوؤں کے نقل کرنے سے پہلے ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ان فتاوٰں میں کبھی کنائی الفاظ کے متعلق کسی صحابی یا تابعی کا فتویٰ نقل کرونگا اور کبھی غیر مدخول بھا عورت کے طلاق سے اس سے مقصد صرف یہ ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علماء اور فقہاء کے نزدیک بیک لفظ تین طلاق دینے سے تین طلاقیں واقع ہوئی ہیں۔ان کنائی الفاظ سے طلاق کے معاملے یا غیر

مدخولہ کے بارے میں ان سے کچھ اختلاف بھی منقول ہے۔لیکن ان شاء اللہ آئندہ بحث سے یہ بات کھل جائے گی کہ اہل علم صحابہ کرام ؓ اور تابعین سب کا اس پر اتفاق تھا کہ صراحت کے ساتھ تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع ہونگی۔

نیز طلاق کنایہ وغیرہ میں کس کی رائے وزنی ہے یا زیادہ تر علماء نے کس کی رائے کو ترجیح دی ہے۔اس سے بھی بحث نہ ہوگی۔ یہاں صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ صحابہ کرام ؓ اور تابعین کا مدخولہ عورت کے بارے میں بیک لفظ تین طلاقوں سے تین واقع ہونے میں کسی معتبر شخصیت کا کوئی اختلاف نہیں تھا۔

## طلاق ثلاثہ کی تصریح کے بغیر کنائی طلاق میں تین طلاقوں کی نیت!

طلاق دینے کیلئے دو قسم کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔اس کی ایک صورت یہ ہے کہ لفظ ''طلاق'' سے بیوی کو طلاق دی جائے۔طلاق کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس میں لفظ ''طلاق'' کی تصریح تو نہ ہو۔مگر اس میں طلاق دینے کا معنٰی پایا جاتا ہو۔مثلاً: کوئی بیوی سے یہ کہہ دے کہ میں نے تم کو فارغ کردیا، آزاد کردیا'' جا'' باپ کے گھر چلی جاو غیرہ الفاظ کنایہ۔معنی کے لحاظ سے علماء ان کے حکم میں فرق کرتے ہیں۔جیسا کہ اس کا بیان طلاق کنایہ کے بیان میں موجود ہے۔لیکن یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے شاگرد تابعین تو بعض کنایہ الفاظ جن میں تین کی نیت صحیح ہوسکتی ہے کہ متعلق یہ فرماتے ہیں کہ اگر اس میں تین طلاقوں کی نیت ہو تو تین ہی واقع ہونگی۔جب تین طلاقوں کی تصریح کے بغیر بھی کنایہ کی طلاق سے ان کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں ایسی صورت میں یہ بات کیسے مانی جاسکتی ہے کہ تین طلاقوں کی تصریح کے باوجود تین طلاقیں واقع نہ ہوں بلاشبہ جب بعض الفاظ سے تین طلاقوں کی تصریح کے بغیر طلاق کنایہ وغیرہ میں صرف نیت سے تین طلاقیں واقع ہوسکتی ہیں تو تین طلاقوں کی تصریح کے ساتھ تو بطریق اولی تین ہی واقع ہونگی۔

یہاں اس کے متعلق چند مثالوں کو پڑھ لیجئے:

۱۔ عن حميد بن هلال عن عمرؓ فى قول الرجل لامرأته ۔انت طالق البتّة انها واحدة بائن وقال علیؓ هى ثلاث ...... حمید بن ھلال سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ ایسے شخص کے متعلق جو اپنی بیوی کو کہے کہ '' تجھے طلاق بتّہ ہے'' فرماتے ہیں کہ اس سے ایک بائن طلاق واقع ہوتی ہے اور حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵ ج ۴)

۲۔ حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے بتّہ طلاق کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ اس سے

تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں ۱؎ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۵۰ ج ۴)

اور بعض روایتوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بتّہ طلاق کے بارے میں ایک طلاق کا فتویٰ دیا۔ ۲؎ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۰ تا ۵۱ ج ۴)

ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نیت کو معلوم کر کے یہ فتویٰ دیا ہوگا۔

۳۔ حضرت سالم بن ابی امیہ التیمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن المسیبؒ طلاق بتّہ کے متعلق فرماتے تھے۔ ''ان نوی واحدة فواحدة وان نوی ثلاثا فثلاث ''اگر اس کی نیت ایک طلاق کی ہوتو ایک واقع ہوتی ہے اگر نیت تین طلاقوں کی ہوتو تین واقع ہوتی ہیں (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۵۱ ج ۴)

۵۔ جو شخص اپنی بیوی سے یہ کہہ دے ''برأت منك''، یا یوں کہے ''انت منی برئية ''یا یہ کہے ''انـا منك برى ''یا یوں کہے: ''انت البر ية ''وغیرہ ایسے الفاظ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''هى ثلاث '' یہ تین طلاقیں ہوئیں حضرت حسن بصریؒ بھی فرماتے ہیں کہ یہ تین طلاقیں ہوئیں حضرت عامر شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک طلاق ہے نیز انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس کی نیت کا اعتبار ہے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں نیت کا اعتبار ہے اگر ایک کی نیت کی ہے تو ایک۔ اگر تین طلاقوں کی نیت ہے تو تین واقع ہوں گی۔ حضرت طاؤسؒ ۳؎ کے بیٹے کہتے ہیں کہ ان کے والد طاؤس بریۃ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''مـا نـوى ''جو نیت ہوگی وہی ہوگی یعنی اس کی نیت کا اعتبار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: '' هى ثلاث فلا تحل له حتى تنكح زوجا غيره ۔'' یہ تین

---

۱؎ عن نافع عن ابن عمر: فی البتة ثلاث تطليقا ( مصنف ابن ابی شيبة ص ۵۰ ج ۴)

۲؎ عن عروة عن ابن مغيرة أن عمر جعلها واحدة وهو احق بها ۔ (مصنف ابن ابی شيبة ص ۵۰ تا ۵۱ ج ۴)

۳؎ یاد رہے یہ وہی حضرت طاؤس ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ اکھٹی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں۔ خواہ مدخول بھا ہو یا غیر مدخول بھا۔ خواہ اکھٹی ہوں۔ یا متفرق ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۵۶۔ ج ۴)(مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۵۵۔ ج ۴)

طلاقیں ہوئیں لہٰذا اس کے لئے وہ عورت حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے مرد کیساتھ نکاح نہ کرے۔[۱] (مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۳، تا۵۴، ج۴)

۶۔ جوشخص اپنی بیوی سے کہہ دے:"انت علیّ حرج "اسکے بارے میں ابن طاؤس اپنے والد حضرت طاؤسؒ سے نقل کرتے ہیں کہ اس میں" مانوی "(جونیت کی) اس کا اعتبار ہوگا۔ حضرت علیؓ اور حضرت حسن بصریؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ "طلاق حرج" سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔[۲]

۷۔ جوشخص اپنی بیوی سے کہہ دے کہ:"انت علیّ حرام ""تو مجھ پر حرام ہے"اس کے بارے میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔"فھی ثلاث "وہ تین طلاقیں ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں نیت کا اعتبار ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ یہ تین طلاقیں ہیں۔[۳]

امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

"باب اذا قال فارقتك اوسرحتك اوالخلية اوالبرية او ما عنى به الطلاق فهو على نيته "جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہہ دے"فارقتك "میں نے تجھے جدا کر دیا یا"سرحتك "میں نے تجھے چھوڑ دیا، یا اس کو" خلیّة یابریّه "کے الفاظ کہہ دے جس سے مراد طلاق ہوسکتی ہے۔ اس میں نیت اور قصد کا اعتبار ہے۔ جوشخص بیوی سے کہہ دے کہ تو مجھ پر حرام ہے اس کے بارے میں حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں نیت کا

---

۱۔ عن علی قال: هی الثلاث عن الحسن قال هی ثلاث عن الشعبی قال: كان يقول هی واحدة. عن حماد عن ابراهيم قال ان نوىٰ واحدة وان نوى ثنتين فثنتان وان نوى ثلاثا فثلاث. عن ابن طاؤس عن ابيه فی البرية قال: مانوى. عن نافع عن ابن عمر قال هی الثلاث فلا تحل له حتى تنكح زوجا غيره. (مصنف ابن شيبة ص۵۳تا۵٤ ج ٤)

۲۔ عن طاؤس عن ابيه فی الطلاق الحرج مانوى عن قتادة أن عليا قال فی الطلاق الحرج: ثلاثا. قال؛ وكذالك قال الحسن ۔(مصنف ابن ابی شيبة ص ۵۵ ج٤)

۳۔ عن علی قال اذا قال الرجل لامرأته أنت علیّ حرام فهی ثلاث. عن ابراهيم قال ان نوى طلاقا فأدنى مايكون نيته فی ذالك بائنة واحدة ان شاء وشاء ت تزوجها وان نوى ثلاثا فثلاث. عن زيد بن ثابتؓ أنه كان يقول: فی الحرام : ثلاث (مصنف ابن ابی شيبة ص ۵۵تا ۵٦ ج٤ )

اعتبار ہے۔[۱] (صحیح بخاری ص۷۹۲ ج۲)

۹۔ جو شخص اپنی بیوی سے کہہ دے تجھے اختیار ہے یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے اور اگر اس سے مقصود طلاق کا اختیار دینا ہو مثلاً ایک شخص نے بیوی کو یہ اختیار دیا تھا کہ تم چاہو تو اپنے آپ کو طلاقیں دیدو اس نے غلطی کی اور شوہر سے کہہ دیا کہ تجھے تین طلاقیں اس کے متعلق حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ یہ کہتی کہ ''طلقت نفسی''میں نے اپنے آپ کو طلاقیں دیدی (تو یہ طلاقیں اس پر پڑ جاتیں ہیں مصنف عبدالرزاق ص۵۲۰ تا ۵۲۲ ج۶) اور سنن بیہقی میں ہے:

''فهلا طلقت نفسها انما الطلاق عليها وليس عليه''

وہ اپنے آپ کو کیوں طلاق نہیں دیتی (تا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتی) طلاق تو عورت پر واقع ہوتی ہے۔(اس عورت نے غلطی کی کہ اس نے شوہر کو طلاق دیدی) ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنے آپ کو تین طلاقیں کیوں نہیں دیں۔[۲] (سنن بیہقی ص۳۴۹ ج۷، مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۵ ج۴) میں ہے کہ ایسی عورت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''لو قالت انا طالق ثلاثا لكان كما قالت''

''اگر وہ یہ کہتی ہے کہ میں تین طلاقوں سے مطلقہ ہوگئی تو ایسا ہی ہوتا جیسا کہ وہ کہتی (یعنی تین طلاقیں پڑ جاتیں)۔''

۱۰۔ حضرت امام زہریؒ، حضرت عطاءؒ، حضرت قتادہ بن دعامہؒ اور حضرت سعید بن مسیّبؒ ایسی عورت کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنے آپ کو ایک طلاق دیتی تو ایک ہوتی اور اگر دو دیتی تو دو، اگر تین دیتی ہے تو تین واقع ہونگی (مصنف ابن عبدالرزاق ص۵۱۷ تا ص۵۱۸ ج۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کو فرمایا جس نے بیوی کو طلاق دینے کا اختیار دیدیا تھا اور اسکی بیوی نے اپنے آپ کو تین طلاقیں دیں کہ ''تو نے

---

۱ ۔ باب من قال لأمرأته انت عليَّ حرام قال الحسن نيته (صحيح بخاری ص ۷۹۲ ج۲)

۲ ۔روی عن ابن عباس رضی الله عنه انه سئل عن رجل جعل امرأته بيدها فقالت انت طالق ثلاثاوعن ابن عباس رضی اللّه عنهما ان امرأة قالت لزوجها لوأن ما تملك من امری كان بيدی لعلمت كيف اصح قال فان ما املك من امرك بيدك قالت قد طلقتك ثلاثا فقيل ذالك لابن عباسؓ فقال خطاء نوء ها فهلا طلقت نفسها انما الطلاق عليها وليس عليه. (سن الكبرٰی ص۳۴۹ ج ۷)

حماقت کی کہ اللہ تعالیٰ کی دیئے ہوئے اختیار کو تو نے بیوی کے ہاتھ میں دیا لہٰذا وہ یقیناً تم سے جدا ہوگئی ہے۔ [۱]
(مصنف ابن عبدالرزاق ص ۵۱۹ ج ۶ وغیرہ)

یہ چند حوالے کتب احادیث کے ساتھ نقل کئے یہ ایک سلیم الطبع حق پرست اور سلیم القلب کے لیے کافی وشافی ہیں کہ وہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکے کہ الفاظ کنایہ جہاں تین طلاقوں کی تصریح بھی نہ ہوا گر اس میں تین طلاقوں کا احتمال ہو تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین وعلماء وفقہاء کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں تو جہاں شوہر کی طرف سے مدخولہ بیوی کو صراحت کے ساتھ تین طلاقیں دیدی جائیں تو وہ بطریق اولیٰ پڑ جائے گی۔ واللہ اعلم

## مغالطہ کا ازالہ!

بعض لوگ دین کے معاملے میں اس قدر بے باک اور اپنی ضد وعناد کی وجہ سے اس قدر اندھے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ جب الفاظ کنایہ میں صحابہ کرام اور تابعین یا ائمہ مجتہدین کے اختلاف کو دیکھتے ہیں کہ کوئی کہتا ہے کہ اس سے ایک طلاق واقع ہوگی کوئی کہتا ہے کہ تین کوئی کہتا ہے کہ فلاں لفظ سے طلاق واقع ہی نہیں ہوتی تو وہ انہی الفاظ کنایہ کے سہارے لوگوں کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ دیکھئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے درمیان زیر بحث مسئلہ میں اختلاف موجود ہے۔ حالانکہ یہ صرف ایک دھوکہ وفریب ہوتا ہے جس کا حقیقت سے کوئی سروکار نہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ جب بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم الفاظ کنایہ کے ساتھ تین طلاقیں واقع ہونے کے قائل ہیں تو ظاہر ہے کہ تین طلاقوں کی تصریح کے باوجود تین طلاقیں تو بالاتفاق واقع ہوتی ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کا الفاظ کنایہ

---

[۱] ـ ۱۱۸۹۸ ـ عبدالرزاق عن معمر عن الزهري قال؛ ان طلّقت نفسها فالقضاه ما قضت ان واحدة فواحدة وان ثنتان فثنتان وان ثلاثا فثلاث. ۱۱۹۰۱ ـ عبد الرزاق عن ابن جريج قال قلت لعطاء امرأة ملكت أمرها فردته ألى زوجها قال ليست بشيء فان طلقت نفسها فهوعلى ذالك ان واحدة فواحدة وان ثنتان فثنتان وان ثلاثا فثلاث. (مصنف عبدالرزاقص ۵۱۷ الی ۵۱۸ ج ۶)

(۱۱۹۰۹) عن عبدالرزاق عن عبدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رجلا جعل امرأته بيدها فطلقت نفسها ثلاثا فسائله ابن عمر فقال ماسمك ؟ قال مهر ، قال مهر احمق عمدت الى جعل الله في يدك فجعلته في يدها فقد بانت منك ـ (مصنف عبدالرزاق ص ۵۱۹ ج ۶)

اور غیر مدخولہ میں جو اختلاف منقول ہے، اسکی وجہ یہ نہیں کہ تین، تین نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تین اور ایک طلاق یا عدم طلاق کا احتمال موجود ہوتا ہے اور غیر مدخول میں یہ اختلاف اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی عدت نہیں اور طلاق کے لئے ضروری ہے کہ عورت نکاح میں ہو یا عدت میں ہو۔ اس وضاحت اور تمہید کے بعد زیر بحث مسئلہ کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے فتاویٰ کو پڑھ لیجئے۔

## خلیفہ راشد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت!

سید المرسلین خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تین طلاقیں دینے سے تین کا واقع ہونا معروف تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول اور جانشین بنے لیکن آپ کے پورے دور میں کسی اہل فتویٰ صحابی سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں یہ فتویٰ دیا ہو کہ بیک لفظ تین طلاقیں ایک شمار ہوتی ہیں اور نہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کسی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے تم بیوی سے رجوع کرلو بلکہ آپ کے دور خلافت میں حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم موجود تھے ان کے بارے میں علامہ ابن القیم [۱] کا کہنا یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکثرین تھے یعنی زیادہ فتویٰ دینے والے تھے اور آگے معلوم ہوجائے گا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیک لفظ تین طلاقیں دینے والے کو تین طلاقیں واقع ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کے جتنے بھی واقعات پیش آئے ہونگے ان واقعات میں ان حضرات کا یہی فتویٰ ہوگا کہ تین طلاقیں دینے سے تین واقع ہوتی ہیں کیونکہ ان حضرات کے بارے میں کسی بھی حدیث اور تاریخ کی مستند کتب میں یہ منقول نہیں کہ ان حضرات نے یا ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ فرمایا ہو کہ میں نے پہلے تین طلاقیں دینے کو ایک شمار کرنے کا جو فتویٰ دیا تھا وہ میری پہلی رائے تھی اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم

---

[۱] یاد رہے کہ یہ علامہ ابن القیم کی رائے ہے اور اس کو اس لئے نقل کیا کہ اہلسنت والجماعت میں صرف یہ ایک شخص ہیں جنہوں نے بیک وقت یا بیک لفظ تین طلاقوں کے ایک ہونے کی بھرپور تائید کی ہے، ورنہ دوسرے اہل علم مثلاً: امام ابن الھمام نے مکثرین نہ سہی اہل فتویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ۲۰ سے بڑھ کر بتائی ہے۔

سے اپنی رائے بدل دی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کے لئے ضروری ہوتا کہ اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع کرنے کا اعلان فرماتے لیکن ان کے بارے میں ہرگز یہ منقول نہیں نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کسی ایسے فتویٰ کو رد کیا ہو جس میں بیک وقت تین طلاقوں کو تین قرار دیا گیا ہو۔ اگر کوئی سوال کرے کہ شاید اس دور میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کا واقعہ پیش نہیں آیا ہوگا۔ پہلے تو بعید از قیاس ہے کہ دور دراز تک پھیلی ہوئی مسلمانوں کی پوری آبادی میں ایسا واقعہ پیش نہ آیا ہو، تاہم اگر یہ مان بھی لیا جائے تو مخالف کا یہ دعویٰ ہی باطل ہوجاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بیک لفظ تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھی بلکہ اس کے برعکس اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کے مبارک دور کے فیصلوں اور حدیثوں سے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ تین طلاقیں دینے سے تین واقع ہوتی ہیں، یہی صحیح اور ثابت ہے۔

## خلیفہ راشد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ!

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں بتہ طلاق دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوچکی ہے اس نے کہا حضرت ابن عمر نے اپنی بیوی کو (حالت حیض میں) طلاق دی تھی تو رسول ﷺ نے ان کو رجعت کا حکم صادر فرمایا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’ان رسول اللّٰه صلیٰ اللّٰه علیه وسلم أمره أن یراجع بطلاق بقی وأنه لم یبق لك ماترجع امرأتك ‘‘ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس لئے رجعت کا حکم فرمایا تھا کہ ان کی طلاق باقی رہ گئی تھی اور تمہارے لئے کچھ باقی نہیں کہ تم اپنی بیوی سے رجعت کرو۔ (راہ البیهقی فی السنن ص۳۳٦ ج ۷ (رواه الطبرانی فی الاوسط وقال الهیثمیؒ ورجاله رجال الصحیح خلا اسماعیل بن ابراهیم الترجمانی وهوثقة مجمع الزوائد ۲۳۵ ج٤)

۲۔ زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک مزاحی آدمی تھا اس نے بیوی کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں اس کا معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں پیش کیا گیا تو اس نے کہا۔ میں تو مذاق کر رہا تھا (میرا مقصد طلاق دینا نہیں تھا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دُرے سے سزا دی اور فرمایا۔ ’’انما یکفیك من ذالك الثلاث ‘‘ تجھے (ایک ہزار میں سے) تین طلاقیں ہی کافی تھیں۔ (نیل الاوطار ص۲۴۵ ج٦ سنن الکبریٰ ص۳۳۴

المحلی لابن حزمؒ ص۲۷۲ ج۱۰) مصنف عبدالرزاق ۳۹۳ ج۲) مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۲ ج۴)[۱]

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’کان عمراذا أتی برجل قدطلق امرأته ثلاثافی مجلس واحداوجعه ضرباوفرق بینهما ‘‘جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اس کو سزا دیتے اور میاں بیوی میں تفریق کردیتے (جوہر النقی علی حاشیہ سنن الکبریٰ ص۳۳۴ ج۷ مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۱ ج۴) معانی الآثار ص۳۵ ج۲)

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس شخص کے متعلق فرماتے تھے جو بیوی کو ہمبستری سے پہلے تین طلاقیں دیتا کہ یہ تین طلاقیں ہیں اور یہ عورت اس کے لئے حلال نہیں۔ یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے اور جب آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کسی ایسے شخص کو لایا جاتا تو وہ اس شخص کو سزا دیتے۔ (سنن بیہقی ص۳۳۴ ج۷ مصنف عبدالرزاق ص۳۳۲ ج۶)[۲]

(۵) حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ (میں نے یہ کہا ہے) میں جس عورت سے بھی نکاح کروں تو اس کو تین طلاقیں ’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا‘‘ ’’فھو کما قلت‘‘ ’’جس طرح تو نے کہا ہے۔ (یعنی جس عورت سے نکاح کروگے) اس پر تین طلاقیں پڑینگی (مصنف عبدالرزاق باب الطلاق قبل النكاح ص ۳۲۱ ج ٦)[۳]

---

١ ـ وقد اخرج عبد الرزاق عن عمر انه طلق امرأته ألفا فقال له عمر أطلقت امرأتك قال لا انما كنت ألعب فعلاه عمر با الدرة وقال انما يكفيك من ذالك ثلاث.(نيل الاوطار ص ٢٤٥ ج٦).

٢ ـ عن شقيق سمع أنس بن مالك يقول قال عمر بن الخطاب رضى اللّٰه تعالىٰ عنه فى الرجل يطلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها قال هى ثلاث لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره و كان اذا أتى به أوجعه.(سنسن الكبرىٰ للبيهقىؒ ص ٣٣٤ ج ٧)

٣ ـ عن ابى سلمة بن عبدالرحمٰن ان رجلا أتى عمر ابن الخطاب فقال كل امرأة أتزوجها فهى طالق ثلاثا فقال له عمر فهوكما قلت .(مصنف عبدالرزاق باب الطلاق قبل النكاح ص ٤٢١ ج ٦)

## خلیفہ راشد امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ!

۱۔ حضرت معاویہ بن ابی یحییٰ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا: "بانت منك بثلاث" "تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوگئی اور بعینہ ساری طلاقوں کو اپنی عورتوں پر تقسیم کردو (فتح القدیر ص ۳۳۰ ص ۲۷۱ ج ۱۰، اعلاء السنن ص ۱۲۶ ج ۱۱) [۱]

۲۔ حضرت معاویہ بن ابی یحیٰ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: "ثلاث تحرمها عليك وسبعة و تسعون عدوان" تین طلاقوں سے آپ کی بیوی آپ پر حرام ہوگئی باقی ستانوے طلاقیں ظلم وزیادتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴ ج ۴)

## خلیفہ راشد امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ!

۱۔ حضرت حبیب بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بانت منك بثلاث واقسم سائرها على نسائك" تین طلاقوں سے تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی اور بقیہ ساری طلاقوں کو اپنی عورتوں پر تقسیم کرو۔ [۲] (سنن الکبریٰ ص ۳۳۴ ج ۷ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲ ج ۴)

۲۔ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں فرمایا کہ اس کی بیوی اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے۔ (سنن الکبریٰ۔ ص ۳۳۴ ج ۷) [۳]

---

۱ ۔ عن معاوية بن ابى يحىٰ قال جاء رجل الى عثمان بن عفانؓ فقال طلقت امرأتى ألفا فقال بانت منك بثلاث۔(اعلاء السنن ص ۱۶۲ ج ۱۱)

۲ ۔عن حبيب بن ابى ثابت عن بعض اصحابه قال جاء رجل الى على رضى اللّٰه تعالى عنه فقال طلقت امرأتى الفا قال ثلاث تحرمها عليك واقسم سائرها بين نسائك ۔ (السنن الكبرىٰ ص ۳۳۵ ج ۷)

۳ ۔ عن عبدالرحمٰن بن ابى ليلىٰ عن على رضى اللّٰه عنه فيمن طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها قال لاتحل له حتىٰ تنكح زوجاً غيره ۔ (اعلاء السنن الكبرىٰ ص ۳۳٤ ج ۷)

۳۔ ابوعبداللہ الحکم سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں:" اذا طلّق البکر ثلاثا فجمعها لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره فان فرّقها بانت بالأولیٰ" جب کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں ایک لفظ سے دے (یعنی تجھے تین طلاقیں دیدیں) تو تین واقع ہونگی اور یہ عورت شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے اور اگر ایک ایک کرکے دیں تو وہ پہلی سے جدا ہوجاتی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ص۳۳۶ ج۶)

۴۔ حضرت قتادۃ بن دعامہؓ فرماتے ہیں:" ان علیاً قال فی البتّة والبریة والبائنة هی ثلاث تطیلقات" حضرت علیؓ بتۃ بریہ اور بائنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تین طلاقیں ہوتی ہیں (یعنی ان الفاظ سے طلاق دینے سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں)۔ (مصنف عبدالرزاق۔ص ۳۵۹ ج۶) اور حضرت اسماعیل بن ابی خالد حضرت عامر شعبیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ: خلیّه ،بریّه، بتّة اور حرام کو تین طلاقیں قرار دیتے ہیں۔ (سنن بیہقی ص۳۴۴ ج۷) [1]

۵۔ عن حمیدبن هلال عن عمر (ابن الخطابؓ) فی قول الرجل لامر اته انت طالق البتّة انها واحدة بائن وقال علی هی ثلاث....

حمید بن ہلال سے روایت ہے کہ جو آدمی اپنی بیوی کو کہہ دے کہ تجھے طلاق دیتا ہو اس بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے یہ ہے کہ یہ ایک بائن طلاق ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہ تین طلاقیں ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۱ ج۴)

۶۔ عن عروة بن مغیرة أن عمر جعلها واحدة وهو احق بها. وان الورس بن عدی عن علیؓ ان جعلها ثلاثا ان شریحا قال نیته.

عروۃ بن مغیرہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اس (یعنی جو شخص اپنی بیوی سے یہ کہدے کہ میں نے تجھے طلاق بتۃ دی ہے) کو تو وہ ایک (بائن) طلاق قرار دیا۔ اس کا خاوند اس سے دوبارہ نکاح کا زیادہ حقدار ہے۔ اور ورس بن عدی فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اس کو تین طلاقیں قرار دیں۔ قاضی شریحؒ فرماتے ہیں کہ اس میں نیت کا اعتبار ہے (اگر ایک کی نیت ہے تو ایک اور اگر تین کی نیت ہے تو تین واقع ہوں گی)۔ (مصنف

---

[1] عن عامر قال کان علی رضی الله عنه یجعل خلیّة والبریة والبتّة والحرام ثلاثاً.

(سنن الکبریٰ للبیهقی ص۳٤٤ ج۷)

ابن ابی شیبة ص ۱۵ ج ٤،قالوافی الرجل یطلق امرأة البتةّ)

۷۔ حضرت قتادہ بن دعامہؒ فرماتے ہیں کہ: ان علیاقال فی قولہ انت طالق طلاق الحرج ھی ثلاث لاتحل لہ حتی تنکح زوجا وغیرہ.

''حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دے کہ'' انت طالق طلاق الحرج ''تو اس سے تین طلاقیں واقع ہونگی اور وہ عورت اس مرد کیلئے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔''(مصنف عبدالرزاق ص۳۶۵ ج۶)

۸۔ ابوحسان اعرج سے روایت ہے کہ عدی بن قیس نے اپنی بیوی کو اپنے اُوپر حرام کردیا (یعنی اس سے کہا کہ تم مجھ پر حرام ہو)۔تو اس کو حضرت علیؓ فرمایا:'' والذی نفسی بیدہ لئن مستھا قبل ان تتزوج غیرک لا ر جمنک'' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔اگر تو نے اپنی بیوی سے اس سے پہلے صحبت کی جبکہ اس نے تیرے سوا کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کیا ہو میں ضرور تمہیں سنگسار کروں گا۔

اگر کوئی بیوی سے یہ کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے اس لفظ کے کہنے میں صحابہ وتابعین فقہاء میں اور ان کے بعد والوں میں اختلاف ہے کہ اس سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو اس میں نیت کا اعتبار ہے یا نہیں۔ لیکن یہاں چونکہ تین طلاقوں پر بحث ہو رہی ہے اور اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک بیوی کو حرام کہنے سے بھی تین طلاقیں ہوتی ہیں اور آپؓ کو اس پر اس قدر یقین ہے کہ وہ ایسے کہنے والے کو کہتے ہیں کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو قبل اسکے کہ وہ تیرے سوا کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے دوبارہ نکاح میں لے لیا تو تم سرعام زنا کے مرتکب ہوگے جس کی سزا رجم یعنی سنگسار ہے اور میں تمہیں اس جرم میں سنگسار کروں گا۔

۹۔ حضرت اعمش کوفی سے روایت ہے: انہوں نے بیان کیا کہ کوفہ میں ایک بوڑھا شخص تھا جو کہتا تھا کہ میں نے علیؓ بن ابی طالب کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی شخص ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا ہے تو وہ ایک طلاق کی طرف لوٹا دی جائیگی۔لوگوں نے تانتا اسکے پاس باندھا ہوا تھا۔لوگ آتے تھے اور اس سے یہ روایت سنتے تھے۔اعمش کہتے ہیں کہ میں اس کے پاس گیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ گھر سے نکلا میں نے ان سے پوچھا کہ تم نے حضرت علیؓ سے کیا سنا ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ جب کوئی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے گا تو وہ ایک ہوگی۔میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے حضرت علیؓ

سے روایت کہاں سنی ہے؟ اس نے کہا میں تمہیں کتاب دکھاتا ہوں (اس میں موجود ہے) چنانچہ اس نے کتاب نکالی تو اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا ہوا تھا کہ یہ وہ حدیث ہے جو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:"اذا طلق الرجل امرأته ثلاثافي مجلس واحده فقد بانت منه ولاتحل له حتى تنكح زوجا غيره" جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے گا تو وہ عورت اس سے جدا ہو جائے گی اور وہ اس کیلئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرلے۔ میں نے اس سے کہا کہ افسوس ہے کہ یہ تو تمہارے بیان کے خلاف ہے۔ اس نے جواب دیا کہ صحیح یہی ہے (جو اس کتاب میں درج ہے) لیکن لوگ مجھ سے یہی چاہتے ہیں (یعنی لوگوں نے مجھے مجبور کیا اس لئے میں نے اس کو بدل کر بیان کیا)۔ (سنن الکبریٰ ص ۳۳۹ تا ۳۴۰ ج ۷)

## ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ!

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے حکم وطریقہ کی پیروی نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ وہ ضد و عناد کی وجہ سے صرف اپنی اختیار کردہ رائے پر ڈٹے رہتے ہیں یا ان کے نزدیک اپنی پارٹی یا جماعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم وطریقہ سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔ یا محض جہالت کی وجہ سے وہ لوگوں کو اپنی تقریر یا تحریر سے کسی روایت اور حدیث کے بارے میں دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ صحابی سے نقل کرنے والے متعدد لوگ ہوتے ہیں اور اس کی نقل کرنے والوں میں کھرے بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے بھی تو وہ صرف اس سند کو لے لیتے ہیں جس میں کمزور یا جھوٹا راوی ہوتا ہے پھر کہتے اور لکھتے ہیں۔ دیکھئے"اس آدمی کو یا اس سند کو' علماء اور محدثین نے نا قابل اعتماد قرار دیا ہے یا اسمیں فلاں شخص کو ضعیف یا جھوٹا قرار دیا ہے یہ صرف ایک مغالطہ اور دھوکہ ہوتا ہے حالانکہ وہ حدیث صحیح ہوتی ہے کیونکہ حفاظ اور محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی صحیح روایت کو کسی صحابی وغیرہ سے یا کھرے سچے آدمی سے نقل کرنے والوں میں سے کھرے لوگ بھی ہوں اور ان میں کوکوئی جھوٹا شخص بھی ہو تو وہ اس حدیث صحیح کہتے ہیں۔ البتہ اس نقل کردہ سند کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ سند صحیح نہیں ہے یا اس آدمی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے یا ضعیف ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں بہت سے لوگوں کے سامنے بیان کر رہے ہوں اب اس مجلس میں کھرے سچے اور سمجھدار لوگ بھی بیٹھے ہوں اور ایک دو کمزور یا وہ لوگ جن کی بات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا بھی بیٹھے ہوں اب ظاہر ہے کہ یہی بات اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سچے کھرے بااعتماد لوگ بھی نقل کرتے ہیں اور دو تین ایسے آدمی بھی نقل کرتے ہیں جو

بے اعتماد ہیں۔ ظاہر ہے کہ انکے بے اعتماد ہونے کی وجہ سے دوسرے امانتدار سچے لوگوں کو تو جھوٹا نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس سے سچے اور کھرے لوگوں کی مزید تائید ہوتی ہیں کہ ضعیف لوگوں نے بھی اس کو ٹھیک ٹھیک سمجھا ہے۔

البتہ اتنی بات درست ہے کہ یہی صحیح بات اگر اس جھوٹے یا کمزور سے نقل کی جائے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ سند یا نقل کرنیوالا کمزور اور بے اعتماد ہے لیکن یہ بات تو عقل اور نقل ہر لحاظ سے غلط ہے کہ اس بے اعتماد شخص کی وجہ سے قابل اعتماد لوگوں کی بات کو بھی مسترد کیا جائے۔

## دوسرا مغالطہ اور اس کا ازالہ!

مذکورہ قسم کے لوگ عوام کو ایک مغالطہ اور دھوکہ یہ دیتے ہیں کہ اگر کسی مسئلہ کے متعلق بہت سے دلائل موجود ہوں ان میں بعض دلائل یا بعض احادیث ضعیف ہوں تو وہ انہی کمزور دلائل اور ضعیف حدیثوں کو تحریر یا تقریر کے ذریعے عوام کے سامنے لاتے ہیں اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا اس مسئلے کے متعلق یہی کمزور دلائل تھے جن کا جواب ہوگیا حالانکہ یہ صرف ایک مغالطہ اور دھوکہ ہے جو ان لوگوں کا شیوہ ہے جن کے دل خوف الٰہی سے خالی ہوتے ہیں اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک مسئلہ قرآن مجید سے ثابت ہے اور اس مسئلہ کے بارے میں ایک ضعیف حدیث بھی ہے تو وہ قرآن مجید کی دلیل کو چھوڑ کر لوگوں کے سامنے ضعیف حدیث کو لاتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھئے میرا مخالف اس ضعیف حدیث سے اس مسئلے کو ثابت کرتا ہے مثلاً، یہی طلاق ثلاثہ کا مسئلہ ہے جو قرآن مجید، صحیح احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے ثابت ہے مگر اس میں ایک یا دلیل یا واقعہ کمزور بھی ہو جو صرف اصل دلائل، یا صحیح روایتوں کی تقویت کے لیے بیان کیا جاتا ہے وہ اس سے انہی دلائل اور روایات کو لیں جو کمزور ہوتے ہیں اور ان کمزور دلائل سے جواب دیکر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور عوام بھی یہ سمجھتے ہیں کہ واقعی یہ دلائل تو بڑے کمزور ہیں حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہوتا ہے کہ اگر کوئی توحید کے مسئلے پر ٹھوس دلائل پیش کرے اور اس میں ایک دو کمزور دلائل بھی ہوں تو کیا ان کمزور دلائل کی بنیاد پر توحید کو چھوڑا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

## حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ بیک وقت تین طلاقیں دینے والوں کو یہی فتویٰ دیتے تھے کہ اسکی بیوی اس سے جدا ہوگئی ہے اور اپنے فتاویٰ میں کبھی بھی انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حوالہ نہیں

دیا کہ میں یہ فتویٰ ان کے حکم کے مطابق دے رہا ہوں، بلکہ جب کہیں تفصیل کی ضرورت پڑی تو قرآن مجید کا حوالہ دیتے تھے۔

۱۔ مقسم (بن بجرہؒ) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو یہ کہا تھا کہ آنے والے رمضان آئے تو تجھے تین طلاقیں اب رمضان کو چھ مہینے باقی ہیں وہ پشیمان و پریشان ہے کہ میری بیوی کو تین طلاقیں ہوجائیں گی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یطلق واحدةفتنقضی عدتها قبل ان یجیء رمضان فاذا مضی خطبها ان شاء" وہ ایسا کرے کہ بیوی کو ایک طلاق ابھی دیدے (اس کے بعد رجوع نہ کرے) تو رمضان آنے سے پہلے اس کی عدت پوری ہوجائیگی (اور رمضان المبارک تک وہ اس سے جدا ہوجائیگی اور اس کی بیوی نہیں رہے گی۔ شرط پوری ہونے کے وقت طلاقوں کا محل نہ ہونیکی وجہ سے لغو اور باطل ہوجائیں گی) جب رمضان المبارک گزر جائے پھر اگر وہ چاہے تو اسے نکاح کا پیغام بھیج دے۔ (السنن الکبریٰ باب مایقع ومالا یقع علی امرأته من طلاقه ص ۳۱۷ ج ۷)

اگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں ایک شمار ہوتیں تو وہ یہ مذکورہ مشورہ نہ دیتے بلکہ یہ فرماتے کہ کوئی حرج نہیں جب رمضان المبارک آئے گا تو صرف ایک طلاق ہی پڑ جائیگی اسکے بعد وہ عدت کے اندر اندر بلا تجدید نکاح دوبارہ رجوع کرسکتا ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق نہیں بلکہ تین ہی واقع ہونگی اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو یہی مشورہ دیا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ: " انه طلق امرأته ثلاثا" میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ چپ رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ شاید آپ رجعت کا حکم دیں گے پھر فرمایا:" ینطلق واحد کم فیرکب الحموقة ثم یقول یا ابن عباس وان الله قال ومن یتق الله یجعل له مخرجاًوانك لم تتق الله فلااجد لك مخرجاًعصیت ربك وبانت منك امراتك." لوگ پہلے حماقت (کے گھوڑے) پر سوار ہوجاتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اے ابن عباس: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے اللہ تعالیٰ اس کیلئے چھٹکارے کی صورت پیدا کرتا ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرے نہیں (اور بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالیں) اس لئے تیرے واسطے چھٹکارے کی کوئی صورت میں نہیں پاتا۔ تونے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی۔ (ابوداؤد)

اسکے بعد امام ابوداوٗدؒ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے دوسرے شاگردوں حضرت سعید بن جبیرؒ، مالک بن الحارثؒ اور حضرت عمرو بن دینارؒ نے بھی روایت کیا ہے ان سب حضرات نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ (دیکھئے ابوداوٗد باب بقيه النسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث)

اسکے بعد امام ابوداوٗدؒ نے ایک اور رویت نقل کی ہے کہ عکرمہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''جب کوئی شخص'' بفم واحد ''بیک زبان تین طلاقیں دے، تو وہ ایک شمار ہوگی۔ (ابوداوٗد) یہی وہ روایت ہے جس کے بارے میں حافظ ابن القیمؒ نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس مسئلے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک تو وہی جو عام صحابہ رضی اللہ عنہم اور جمہور کا قول ہے اور دوسرا یہ کہ ایک لفظ کی تین طلاقیں ایک شمار ہونگی حالانکہ اس روایت کا جو حال ہے وہ امام ابوداوٗدؒ کے تبصرے سے واضح ہے کہ انہوں نے اس کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ اسماعیل بن ابراہیم نے ایوب سے روایت کی ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نہیں کہا ہے بلکہ یہ بات خود عکرمہ نے کہی ہے اس کے بعد ابوداوٗدؒ نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ جب غیر مدخولہ بیوی کو بیک لفظ تین طلاقیں دی جائیں تو عورت حرام ہوجاتی ہے اس کے ساتھ اس کے شوہر کا دوبارہ نکاح حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے (تفصیل کے لئے دیکھئے۔ ابوداوٗد باب بقية النسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث ص ۲۹۸ تا ۲۹۹ ج ۱) امام ابوداوٗدؒ کی وضاحت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اس مسئلے کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح نہیں یہ عکرمہ کا قول ہے نیز یہ روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے دوسرے شاگرد مثلاً: مجاہد سعید بن جبیر، عطاء، مالک بن حارث اور عمرو بن ولی کے بیان کردہ روایت کے بھی خلاف ہے بلکہ اگر یہ ثابت ہوجائے پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا تعلق غیر مدخولہ کے ساتھ ہے اور بیک زبان سے مراد'' انت طالق، انت طالق، انت طالق ''ہے۔ اس سے ایک طلاق واقع ہوجاتی ہے کیونکہ غیر مدخولہ پہلے طلاق سے جدا ہوگئی اور دوسری تیسری طلاق کے لئے محل باقی نہ رہا جیسا کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی فتویٰ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ علم

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد وعنزہ بن عبدالرحمٰن کوفی شیبانیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ میں نے یکبارگی اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدی ہیں کیا یہ مجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوجائیگی یا یہ ایک طلاق شمار ہوگی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بانت بثلاث وعليك وزر سبعة و تسعين ”وہ تین طلاقوں سے جدا ہوگئی اور بقیہ ستانوے تم پر گناہ کا بوجھ ہے۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۲ ج۴)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آ کر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "يذهب احدكم فيتلطخ بالنتن ثم يأتينا اذهب فقد عصيت ربك وقد حرمت عليك امرأتك لا تحل لك حتى تنكح زوجاً غيره" تم میں سے کوئی گندگی میں ملوث ہوجاتا ہے پھر ہمارے پاس آتا ہے جاؤ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی یہاں تک کہ وہ تمارے علاوہ کسی دوسرے مرد کیساتھ نکاح نہ کرے حضرت امام محمدؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس پر ہمارا عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا اور تمام لوگوں کا قول اور مسلک ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (کتاب الآثار للامام محمدؒ ص۱۰۵)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد محمد بن ایاس بن بکیر سے روایت ہے کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کو صحبت سے پہلے اکھٹی تین طلاقیں دیدی تھیں پھر اس کا ارادہ ہوا کہ اس عورت سے دوبارہ نکاح کرلے تو وہ فتویٰ پوچھنے کے لئے آیا میں اس کے ساتھ گیا کہ اس کا شرعی حکم معلوم کرلوں اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا دونوں حضرات نے فرمایا:

” لا نرى ان تنكحها حتى تنكح زوجا غيرك قال انما طلاقي ايا ها واحدة فقال ابن عباس انك ار سلت من يدك ما كان لك من فضل“

”ہمارے نزدیک تم اس سے نکاح نہیں کرسکتے جب تک وہ تمہارے علاوہ کسی اور سے نکاح نہ کرلے ۔اس شخص نے عرض کیا میرا اس کو طلاق دینا تو ایک ہی (لفظ یا ایک ہی نیت کے ساتھ) تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے خود ہی (تین طلاقیں اکھٹی دے کر) وہ گنجائش ختم کردی جو تجھے حاصل تھی۔(موطأ امام مالک ۔طلاق البکر ص۲۰۷، السنن الکبریٰ ص۳۳۵ ج۷، معانی الآثار ص۳۴ ج۲)

(۶) حضرت عطاء سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:” اذا طلقها ثلاثا قبل ان يد خل بها لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره ولو قالها تترى بانت بالأ ولى “

”جب کوئی اپنی بیوی کو صحبت سے پہلے اکھٹی تین طلاقیں دے تو وہ اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے اور اگر وہ اس کو (تین طلاقیں) پے درپے دیدے تو وہ پہلی

طلاق سے جدا ہو جائیگی (باقی دوطلاقیں لغو ہو جائیں گی)۔(مصنف ابن ابی شیبۃ باب فی الرجل یقول لامرأۃ انت طالق انت طالق قبل ان یدخل بھا ص۲۰ ج۴)

اس روایت کو امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام عامر شعبیؒ کی سند سے نقل کیا ہے اور اس کے ایک راوی سفیان بن محمدؒ ''تتریٰ''،''پے درپے'' کے بارے میں کہتے ہیں: " یعنی انت طالق. انت طالق. انت طالق فانھا تبین باالا ؤلٰی والثنتان لیستا بشیء"

''تتریٰ'' کا مطلب یہ ہے (کہ اس طرح طلاق دے) تجھے طلاق۔ تجھے طلاق۔ تجھے طلاق۔ کیونکہ اس طرح طلاق دینے سے عورت پہلی طلاق سے (نکاح سے نکل کر) جدا ہو جاتی ہے اور باقی دوطلاقیں لغو ہو جاتی ہیں۔(السنن الکبریٰ ص۳۵۵ ج۷)

(۷) منصور بن المعتمرؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی سے کہا ہو''امـر ك بیـدك ''تیرے طلاق دینے کا معاملہ تیرے ہاتھ میں دیدیا تو اس عورت نے (اپنے شوہر سے) کہا:''انـت طـالق ثلاثاً '' تجھے تین طلاق۔ اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" خـطـاء اللہُ نوءَ ھا لو قالت انا طالق ثلاثاً لکان کماقالت"'' اللہ تعالیٰ نے اس کا کارتی (یعنی نشانہ طلاق کو) خطاء کر دیا اگر وہ یہ کہتی کہ''مجھے تین طلاقیں'' تو وہی ہوتا جو وہ کہتی (یعنی تین طلاقیں اس پر واقع ہوتیں)(مصنف ابن ابی شیبۃ ص۴۵ ج۴) حضرت عمرو بن دینارؒ حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت عطاءؒ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی کچھ نقل کیا ہے۔(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبۃ ص۴۵ ج۴ و مصنف عبدالرزاق ص۵۲۲ ج۶)

(۸) امام عامر شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا۔ جس نے رخصتی سے پہلے بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ آپ نے فرمایا:" عـقـدۃ کـانت فی یدہ ار سلھا جـمیـعا اذا کانت تتری فلیست بشیء اذا قال انت طالق. انت طالق. انت طالق فا نھا تبین با لاولی و لیسـت الثـنتـان بشئی" ''یہ طلاقیں اس کے ہاتھ میں تھیں جو اس نے یکدم چھوڑ دیں جب طلاقیں پے درپے ہوں تو یہ کوئی چیز نہیں (اس کا معاملہ آسان ہے کیونکہ) جب مرد غیر مدخولہ سے کہتا ہے تجھے طلاق۔ تجھے طلاق تو وہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جاتی ہے اور اس کے بعد والی دوطلاقیں کوئی چیز نہیں (کیونکہ اس وقت یہ بیوی نہ رہی اور نہ اس کی عدت باقی ہے لہٰذا یہ بے محل ہو کر باطل ہو گئیں۔(مصنف عبدالرزاص ص۳۳۳ ج۶)

(۹) حضرت مجاہدؒ کا بیان ہے کہ ایک قریشی آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ:" یاابن عباس انی طلقت امراتی ثلاثاوانا غضبان فقال ان ابن عباس لایستطیع ان یحل لك ماحرم علیك عصیت ربك وحرمت علیك امرأتك ...." "اے ابن عباس میں نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں تین طلاقیں دے ڈالیں (اس کا کیا حکم ہے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک ابن عباس اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ تیرے لئے وہ چیز حلال کرے جو تجھ پر حرام ہوگئی ہے تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور تجھ پر تیری بیوی حرام ہوگئی ہے (سنن دارقطنی ص۱۳ ج۴)

(۱۰) حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت مجاہدؒ دونوں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے بیوی کو آسمان کے ستاروں کی تعداد میں طلاق دیدی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " اخطاء السنة حرمت علیه امرأته" اس نے سنت کے خلاف کیا۔اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ (سنن دارقطنی ص۲۱ ج۴)

(۱۱) حضرت عمرو بن دینارؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو ستاروں کی تعداد میں طلاق دیدی تھی۔آپ نے فرمایا:" یکفیه من ذالك رأس الجوزاء" اس کے لیے رأس الجوزاء یعنی تین طلاقیں کافی تھیں۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۴ ج۱۴السنن الکبریٰ ص۳۳۵ ج۷ ومصنف عبدالرزاق ص۳۹۶ ج۶ عن مجاہد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے یہ چند فتاویٰ نقل کئے حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کے فتاویٰ بہت کثرت سے منقول ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ یکبارگی تین طلاقیں دینے والوں کو یہی فتویٰ دیتے تھے کہ تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی اور وہ تیرے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ تیرے سوا کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح نہ کرلے۔

## ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ،حضرت ابو ہریرہ،حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ!

(۱) حضرت محمد بن ایاس بن بکیرؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ،حضرت عبداللہ بن عباس ،حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے اس عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس کو اس کے شوہر نے صحبت سے پہلے تین طلاقیں دی تھیں" قالوا : لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره "

ان سب حضرات نے فرمایا: (وہ عورت اس کے لیے) حلال نہیں ہے جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے (مصنف ابن ابی شیبة ص ١٩ ج ٤ باب فی الرجل یتزوج المراة ثم یطلقها و مصنف عبدالرزاق عن ابی سلیمة باب طلاق البکر ص ٣٣٤ ج ٦)

(۲) معاویہ بن ابی عیاش انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ محمد بن ایاس آئے اور کہا کہ ایک دیہاتی نے اپنی بیوی کو مباشرت سے پہلے تین طلاقیں دی ہیں آپ دونوں حضرات اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بارے میں مجھے علم نہیں تم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ وہ دونوں حضرات عائشہ صدیقہ کے یہاں ہیں اور یہ دونوں حضرات جو مسئلہ بتائیں اسے ہمیں بتا دینا محمد بن ایاس ان دونوں کے پاس گئے اور ان سے معلوم کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کہ ایک مشکل مسئلہ پیش آیا ہے آپ ہی اس کے بارے میں فتویٰ دیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک طلاق تو (غیر مدخولہ کو) بائن یعنی جدا کر دے گی اور تین طلاقیں اس کو حرام کر دیں گی (اور مرد کے لیے رجوع جائز نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے بارے میں یہی فتویٰ دیا ہے (مؤطا امام مالك طلاق البکر ص ٢٧٧ ، السنن الکبریٰ ص ٣٥٥ ج ٧ باب ماجاء فی طلاق التی لم یدخل بهاء مصنف عبدالرزاق عن محمد بن عبدالرحمن باب طلاق البکر ص ٣٣٤ ج ٦) [1]

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک مشکل مسئلہ!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اسی روایت اور اس طرح کی دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] عن معاویة بن ابی عیاش الانصاری أنه کا جالساً مع عبداللّٰه بن الزبیر وعاصم بن عمر قال فجاء هما محمد بن ایاس بن البکیر فقال ان رجلاً من البادیة طلق امراته ثلاثاً قبل أن یدخل بها فماذا تریان فقال ابن الزبیر رض ان هذا امر مالنا فیه قول اذهب الی ابن عباس والی ابی هریرة رضی اللّٰه عنهما فانی قد ترکتهما عند عائشة رضی اللّٰه عنها فسئلها ائتنا فا خبرنا فذهب فسلهما فقال ابن عباس رض لا بی هریرة الواحدة تبینها وثلاثة تحرمها فقال ابن عباس مثل ذالك حتیٰ تنکح زوجاً غیره ۔(السنن الکبری ٣٥٥ ج ٧ باب ما جاء فی الطلاق التی لم یدخل بها)

حضرت عبداللہ ابن عباس وغیرہ صحابہ کرام ﷺ کو مدخولہ عورت کے مسئلہ میں کوئی شک نہیں تھا کہ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

البتہ ان کو مشکل غیر مدخولہ عورت (جس کے ساتھ نکاح تو ہو چکا ہو مگر اس کے ساتھ صحبت اور خلوت کی نوبت نہیں آئی ہو) کے معاملہ میں پیش آتی تھی کیونکہ غیر مدخولہ عورت کے لیے طلاق کے بعد کوئی عدت نہیں ہے وہ طلاق کے بعد فوراً جدا ہو جاتی ہے اور اس کے بعد وہ بغیر کسی انتظار کے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح بھی کر سکتی ہے جیسا کہ اس کا حکم سورۂ احزاب آیت ۴۹ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے لہٰذا غیر مدخولہ عورت کو اگر کوئی بیک وقت یا متفرق طور پر الگ الگ لفظوں میں تین طلاقیں دیدے اور یہ کہے تجھے طلاق۔ تجھے طلاق۔ تجھے طلاق۔ ایسی صورت میں تین طلاقیں واقع ہونگی یا صرف ایک کیونکہ اگر اس نے انت طالق۔ انت طالق۔ انت طالق تین بار کہا اگر نیت بھی تاکید کی نہیں بلکہ تین طلاقوں کی ہے تو تین واقع ہونی چاہئیں کیونکہ قرآن مجید میں ﴿الطلاق مرّتٰن﴾ مطلق ہے اس میں مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں شامل ہیں لیکن دوسری طرف ایسی صورت میں وہ عورت پہلی طلاق ہی سے جدا ہو جاتی ہے اور اس کے بعد وہ اسکی بیوی ہی نہ رہی اور نہ اس کے لیے عدت ہے اور طلاق کا محل وقوع تو اپنی بیوی یا اس کا عدت میں ہونا ہے۔

لہٰذا پہلی طلاق کے بعد دوسری اور تیسری طلاق لغو ہونی چاہئے لیکن اس صورت میں ان دونوں نے یہی فیصلہ کیا کہ ایک طلاق کے بعد غیر مدخولہ بیوی جدا ہو جاتی ہے (اور اس کے بعد والی طلاقیں لغو ہو گئیں) اور تین طلاقیں بیک لفظ دینے سے یعنی انت طالق ثلاثاً کہنے سے بیوی ایسی جدا ہو جاتی ہے کہ وہ پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوتی جب تک وہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے۔

(۳) حضرت محمد بن ایاسؒ سے روایت ہے کہ ابن عباس، ابو ہریرہ اور عمرو بن العاص ﷺ سے غیر مدخول بھا کے بارے میں پوچھا گیا کہ اگر شوہر اس کو تین طلاقیں دیدے تو کیا حکم ہے "فکلھم قال لا تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ" تو ان سب نے فرمایا وہ اس مرد کے لیے حلال نہیں جب تک وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے (ابوداؤد باب بقیة النسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث و مصنف عبدالرزاق عن الزھری باب طلاق البکر ص ۳۳۵ ج ٦، السنن الکبریٰ ص ۳۵٤ ج ۷)

یادرہے: بعض روایات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی غیر مدخولہ کو اس طرح تین

طلاقیں تکرار لفظ کے ساتھ دیدے یعنی انت طالق. انت طالق. انت طالق. تجھے طلاق۔ تجھے طلاق۔ تجھے طلاق۔ بعض روایتوں میں اس کی وضاحت بھی موجود ہے جیسا کہ پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ آگے بھی ایسی احادیث آئیں گی جن میں یہی تفصیل اور فرق موجود ہوگا۔

(۴) حضرت امام عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس شخص کے متعلق سوال کیا جس نے بیوی کو صحبت سے پہلے تین طلاقیں دیدی ہوں عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے عرض کیا کہ غیر مدخولہ پر تو ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے عبداللہ بن عمرو نے فرمایا:" انما انت قاصّ الواحدة تبينها والثلاث تحر مها حتى تنكح زوجا غيره "" تم صرف واعظ خطیب اور قصہ گو ہو۔ غیر مدخولہ ایک طلاق سے بائن یعنی جدا ہوتی ہے (یعنی اس کے ساتھ بغیر تجدید نکاح کے مرد کے لیے رجوع جائز نہیں اور تین طلاقوں سے بیوی ایسی حرام ہوجاتی ہے کہ جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے حلال نہ ہوگی۔)

(موطا امام مالك طلاق البكر ص ۳۰۷، مصنف ابن ابی شيبة فی الرجل يتزوج المرأة ثم يطلقها ص ۱۸ ج ٤، السنن الكبرى باب ماجاء فی امضاء الطلاق الثلاث وان كن مجموعات: ص ۳۳۵ ج ۷ شرح معانی الاثار اللامام الطحاوی ص ۳۵ ج ۲، مصنف عبدالرزاق ص ۳۳٤ ج ٦، حضرت علیؓ حضرت عبدالله بن مسعودؓ وحضرت زيد بن ثابتؓ قالوا اذا طلق البكر ثلاثا فجمعها لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره "

" حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ غیر مدخولہ کو جب بیک لفظ اکھٹی تین طلاقیں دی گئیں ہوں تو وہ شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے (مصنف عبدالرزاق ص ۳۳۶ ج ۶)

(۲) حضرت سعد بن ہشامؒ کا بیان ہے کہ: " ان زيد بن ثابت قال فی البريّة والحرام و البتّة ثلاثاً ثلاثاً "" حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بریہ اور حرام اور البتّہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تین تین طلاقیں ہیں۔ (سنن بیہقی ص ۳۴۴ ج ۷)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت علقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دی ہیں اور میں نے یہ

مسئلہ دریافت کیا تو مجھے (مفتیوں کی طرف سے) جواب ملا کہ عورت مجھ سے جدا ہوگئی حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا:
"لقد احبوا ان يفرقوا بينك و بينها قال فما تقول رحمك الله فظن انه سيرخص له فقال ثلث تبينها و سائرها عدوان" ''لوگوں کی خواہش یہ ہے کہ تیرے اور تیرے بیوی کے درمیان جدائی کر دیں اس نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کیا فرماتے ہیں اور اس نے یہ گمان کیا کہ شاید ان کو ابن مسعودؓ رخصت دیں گے (اور مجھے رجعت کا حکم فرمائیں گے) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تین طلاقوں سے وہ تم سے جدا ہوگئی اور بقیہ طلاقیں ظلم اور زیادتی ہیں (مصنف عبدالرزاق باب المطلق ثلاثاً: ص ۳۹۵ ج ۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں صحابہ کرامؓ کا فتویٰ یہی تھا کہ بیک لفظ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو دوسرے اہل علم صحابہ کرامؓ نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا۔

(۴) موطا امام مالک میں ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو دو سو طلاقیں دی ہیں ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ تم کو دوسروں (یعنی دوسرے مفتیوں) نے کیا جواب دیا ہے اس نے عرض کیا مجھے یہ جواب ملا ہے کہ وہ عورت مجھ سے جدا ہوگئی حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "صدقوا" وہ (اہل علم لوگ) صحیح کہتے ہیں (حکم وہی ہے جو یہ لوگ کہتے ہیں موطا امام مالکؒ باب طلاق البتۃ) حافظ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں اس کلام سے ظاہر یہی ہے کہ اس جواب پر صحابہ کرام کا اتفاق اور اجماع تھا۔ (فتح القدیر ص ۳۳۰ ج ۳)

(۵) حضرت حکمؒ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: "قالا فی رجل طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها لا تحل له حتی تنكح زوجاً غيره" ''یہ دونوں حضرات اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو اپنی بیوی کو صحبت سے پہلے (اکٹھی) تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸ ج ۴)

(۶) حضرت امام زر بن حبیش اسدی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: "اذا طلقها ثلاثا قبل ان يدخل بها فهی بمنزلة المدخول بها" ''جب کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں (بیک لفظ) دیدے تو اس کا حکم مدخولہ عورت کی طرح ہے۔ (مصنف ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۴)

اور عبداللہ بن مسعودؓ کی یہی بات اور فتویٰ ان کے مشہور شاگرد ابو وائل نے بھی نقل کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۴)

جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مدخولہ کو بیک لفظ تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔

اسی طرح غیر مدخولہ کا حکم بھی ہے (البتہ مدخولہ اور غیر مدخولہ میں جوفرق ہے وہ صرف اسی صورت میں ہے کہ غیر مدخولہ کو تین لفظوں سے تین طلاقیں دیدی جائیں تو اس سے اس پر پہلی ایک طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اسکے بعد والی دو طلاقیں لغو اور باطل ہو جاتی ہیں جبکہ مدخولہ کو عدت کے اندر اندر جب بھی طلاق دی جائے تو وہ واقع ہو جاتی ہے)۔ واللہ اعلم

(۷) حضرت امام مسروق بن اجدع ؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " اذا خیّر ھا ثلاثا فا ختا رت نفسھا مر ۃ فھی ثلاث " "جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقوں کا اختیار دیدے۔ (کہ تم چاہو اپنے اوپر تین طلاقوں کو اختیار کرو) پھر اس عورت نے ایک بار اپنے نفس کو اختیار کیا تو یہ تین ہی ہوں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۹۴ ج ۴ فی الر جل یخیر امرأته ثلاثا فختار مرة)

## حضرت عمران بن حصین، ابوموسیٰ اشعری، مغیرہ بن شعبہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کے آثار اور فتاوی!

(۱) حمید ابن واقع کا بیان ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جبکہ وہ مسجد میں تھے اور اس نے عرض کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدی ہیں حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ جواب دیا کہ وہ اپنے رب کی نافرمانی کی وجہ سے گنہگار ہوا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی یہ شخص حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے چلا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بطور شکایت کہا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عمران نے یہ کیسا فتویٰ دیا ہے یہ سن کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" کثـر الله فینا مثل ابی نجید " "اللہ تعالیٰ ہمارے اندر ابونجید (عمران بن حصین رضی اللہ عنہ) جیسے لوگوں کی کثرت کرے (جو شریعت کے مطابق ٹھیک ٹھیک فتویٰ دیتے ہیں)۔ (السنن الکبریٰ باب الاختیار للزوج ان لا یطلق الا واحدۃ ص ۳۳۲ ج ۷)۱

---

۱ ـ عـن حمید بن واقع بن سحبان ان رجلاً أتی عمر بن حصین رضی الله عنه وهو فی المسجد فـقـال رجل طلق امرأته ثلاثاً وهوفی المجلس قال اثم بربه وحرمت علیه امرأته قال فانطلق الرجل فـذكـر بذالك عیبه فقال ألا تریٰ ان عمران بن حصین قال كذاوكذا فقال ابو موسیٰ اكثر فینا مثل ابی نجید۔ (السنن الكبریٰ ص ۳۳۲ ج ۷ )

و مـالك انـه بـلـغـه ان رجلا جاء الی عبدالله بن مسعودؓ فقال انی طلقت امرأتی بمأتی تـطـلیـقـات فـقـال ابـن مسعود مما ذا قیل لك قال لی انها قدبانت منی فقال ابن مسعود صدقوا۔ (مؤطا امام مالك ص ۱۹۹ باب الطلاق البتة )

(۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ " طلق امرأته ثلاثا في مجلس "جس نے بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " اثم بربه و حرمت عليه " ''اس نے اپنے رب کا گناہ کیا (یعنی نافرمانی کی) اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۰ ج ۴)

(۳) حضرت شقیق بن ابو عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو صحبت سے پہلے تین طلاقیں دی ہوں فتویٰ دیتے تھے: " لا تحل لـه حتى تنكح زوجا غيـره " ''وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۹ ج ۴) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جب ایسا شخص لایا جاتا جس نے اکٹھی تین طلاقیں دیں ہوں وہ اس کے سر پر درے مارتے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۵ ج ۶)

(۴) طارق بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے قیس بن ابی حازم کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص نے میری موجودگی میں حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں ہیں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"ثلاث تحرمها عليه وفضل سبعة و تسعون " تین طلاقوں نے حرام کردیا اور باقی ستانوے طلاقیں فضول اور بیکار ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۳ ج ۴)

## حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ!

حضرت امام عامر شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں آپ نے فرمایا:" لا تحل لـه حتى تنكح زوجا غيره "''وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔'' (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۹ ج ۴)

## حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ!

حضرت حکم (بن عبداللہ بن اسحاق اعرج بصریؒ) سے روایت ہے کہ حضرت ابو سعید (خدری رضی اللہ عنہ) سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے صحبت سے پہلے بیوی کو (تین) طلاقیں دیں؟ تو آپ نے فرمایا:"لا تحل لـه حتى تنكح زوجا غيره " ''وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۸ ج ۴)

## حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ!

حضرت شقیق بن ابی عبداللہؒ (کوفی) سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے (ایسے شخص کے بارے میں) فرمایا (جس نے صحبت سے پہلے بیوی کو تین طلاقیں دیں ہوں)" لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره "'' وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں جب تک وہ دوسرے مرد کے ساتھ نکاح نہ کرلے۔(مصنف ابن ابی شيبة ص ١٩ ج ٤ فی الرجل يتزوج المرأة ثم يطلقها)

## حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آثار اور فتاویٰ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اتباع رسول ﷺ میں اس قدر سخت تھے کہ اگر سفر میں نبی کریم ﷺ نے اتفاقاً کسی جگہ قیام فرمایا یا کسی تقاضے کے لیے اترے تو آپ رضی اللہ عنہ بھی اسی جگہ اترتے اور وہی عمل کرتے جو نبی کریم ﷺ نے کیا ہوتا اگر آپ ﷺ نے وہاں نماز پڑھی تو آپ نماز پڑھتے اگر آپ ﷺ نے آرام فرمایا تو آپ آرام کرتے وغیرہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ طلاق ثلاثہ کے بارے میں یہی فرماتے ہیں کہ ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے معروف ومشہور شاگرد حضرت نافعؒ سے روایت ہے:"كان ابن عمر اذاسُئل عمن طلق امر اته ثلاثا قال لو طلقت مرة اومرتين فان النبی ﷺ امرنی بهذا فان طلقتها ثلاثا حرمت عليك حتى تنكح زوجاغيره." ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب کسی ایسے شخص کے متعلق پوچھا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ جواب دیا کرتے تھے کہ اگر تم نے ایک بار یا دو بار طلاق دی ہوتی (تو تم رجعت کرسکتے کیونکہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسی (رجعت) کا حکم دیا تھا لیکن اگر تم نے تین طلاقیں دیدی ہیں تو وہ (بیوی) تم پر حرام ہوگئی یہاں تک کہ وہ (تیرے سوا) دوسرے مرد کے ساتھ نکاح نہ کرلے (صحيح بخاری باب من قال لامرأته انت علیّ حرام ص ۷۹۲ ج ۲ وصحيح مسلم ص ٤٧٦ ج) امام مسلم کی روایت میں یہ اضافہ بھی موجود ہے "وعصيت الله فيما امرك من طلاق امرأتك" ''اور تم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی کی جو اس نے تیری بیوی کی طلاق کے بارے میں دیا تھا۔ (مسلم ص ٤٧٦ ج ۱) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کے بارے میں جو ہدایات دیں ہیں کہ تین طلاقیں الگ الگ طہروں میں ہونی چاہئیں تم نے ان ہدایات کو نظر انداز کرکے اکٹھی تین طلاقیں دے کر اللہ تعالیٰ

کے اس حکم کی نافرمانی کی جو اس نے تیری بیوی کے طلاق کے بارے میں دیا تھا۔

(۲) حضرت سعید مقبری فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا اے ابوعبدالرحمٰن! میں نے اپنی بیوی کو سوطلاقیں دیدیں ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " بانت منك بثلاث و سبعة و تسعون يحا سبك الله بها يوم القيامة " ''تین سے تو عورت تجھ سے جدا ہوگئی اور بقیہ ستانوے کے متعلق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھ سے پوچھ گچھ کرے گا۔'' (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۳ ج۴)

(۳) حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے اسے تین طلاقیں دیدیتا ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں ''عورت اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد کے سے نکاح نہ کرے۔ (مصنف عبدالرزاق ص۳۳۱ ج۶ مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۹ ج۴)

(۴) حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، خلیہ، بریہ اور بتہ کے الفاظ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ: "انها ثلاث لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره " ''یہ تین طلاقیں ہیں (جو شخص ان الفاظ کے ساتھ طلاق دے گا) تو وہ اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ دوسرے مرد کے ساتھ نکاح نہ کرے۔ (سنن بیہقی ص۳۴۴ ج۷)

## حیض میں بھی طلاق ثلاثہ واقع ہو جاتی ہے!

حیض میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اس کا بیان پہلے بھی گزر چکا ہے لیکن یہاں مسئلہ تین طلاقوں کا چل رہا ہے اس لیے اس کو دوبارہ قدرِ تفصیل سے ذکر کرتا ہوں قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اور فتاویٰ سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ بعض صورتوں میں اگر چہ طلاق دینا گناہ ہے لیکن اس کے باوجود طلاق واقع ہو جاتی ہے طلاق کی کسی صورت کا گناہ ہونا طلاق کے وقوع کو نہیں روکتا جن حالتوں یا صورتوں میں طلاق دینا گناہ ہے اگر ان صورتوں میں طلاق واقع نہ ہوتی تو ایسی صورتوں میں گناہ کیونکر ہوتا بلکہ گناہ تو اس لئے ہوا کہ اس نے جلد بازی سے وہ کام کیا جو اسے کرنا نہیں چاہئے تھا خلاصہ یہ کہ حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا اگر چہ گناہ ہے مگر اس حالت میں اگر کوئی طلاق دے تو وہ واقع ہوگی خواہ ایک طلاق دے یا دو طلاقیں دے یا پوری اکٹھی تین طلاقیں دیدے اس کے بارے میں وہی دلائل کافی وشافی ہیں جو اوپر گزر چکے تاہم مزید اطمینان کے لیے چند دلائل کو اختصار کے ساتھ ذکر کر دیتا ہوں۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو

حالت حیض میں طلاق دی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ :"مرہ فلیراجعھا" "اس کو حکم کیجئے کہ وہ بیوی سے رجوع کرے۔(بخاری کتاب الطلاق ومسلم) یہاں رجوع کا حکم بتا رہا ہے کہ طلاق واقع ہوگئی اگر طلاق واقع ہی نہ ہوئی ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور یہ فرماتے کہ حالت حیض میں طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ حالت حیض میں طلاق دینے کا یہ پہلا واقعہ پیش آیا تھا۔اس لیے اس میں بیان و تفصیل کی ضرورت تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صراحت کے ساتھ فرماتے کہ حالت حیض میں طلاق واقع نہیں ہوتی مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے برعکس یہ فرمایا کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے جس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک طلاق واقع ہوگئی ہے اور وہ بیوی سے رجعت کرے۔

(۲) حضرت یونس بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"حسبت علیّ بتطلیقۃ" (جو ایک طلاق میں نے حیض میں دیدی تھی) وہ مجھ پر ایک طلاق حساب کی گئی (بخاری ص ۷۹۰ ج ۲) صاحبِ واقعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے اس بات کی وضاحت خود فرمائی ہے کہ حیض میں دی ہوئی طلاق واقع ہوگئی اور وہ طلاق میں شمار ہوگئی ظاہر ہے کہ یہ بات انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سنی تھی کیونکہ انہوں نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ میں نے خود اس کو ایک طلاق سمجھا بلکہ فرمایا کہ یہ طلاق میرے اوپر ایک طلاق حساب کی گئی اس سے واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے حیض میں دی ہوئی طلاق کو طلاق میں حساب کیا ہوگا۔

(۳) حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دیدی تھی الخ ایک دوسری روایت میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے اسی ایک طلاق کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس طلاق کو کیا حیثیت دی گئی تو انہوں نے فرمایا:" واحدۃ اعتدبھا "" اسے ایک طلاق شمار کیا گیا۔"

(۴) حضرت سالم بن عبداللہ کہتے ہیں:" وکان عبداللہ طلقھا تطلیقۃ فحسبت من طلاقھا "" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیوی کو ایک طلاق دی تھی تو اس کو طلاق میں سے حساب کیا گیا" اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" فراجعتھا و حسبت لھا التطلیقۃ التی طلّقتھا"" میں نے بیوی کو رجوع کیا اور اس عورت کے لیے وہ طلاق حساب کی گئی جو میں نے اس کو (حالت حیض میں) دی تھی۔" (تفصیل کے لیے دیکھئے بخاری ص ۷۹۰ ج ۲، صحیح مسلم ص ۴۷۶ تا ص ۴۷۷ ج ۱) مذکورہ بالا انداز کلام سے واضح ہے

کہ حالت حیض میں دی ہوئی طلاق حساب ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تھی نہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے خصوصاً جبکہ اس مسئلہ میں ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو تنبیہ بھی ہوئی تھی پھر مسئلہ بھی ایسا ہے کہ اس کا تعلق حالت حیض میں طلاق واقع ہونے یا نہ ہونے کے ساتھ ہے ایسی صورت میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کس طرح اپنی طرف سے ایسی بات کہہ سکتے ہیں جس میں دوسرا احتمال بھی ہو۔

(۵) ایک روایت میں اس کی تصریح بھی موجود ہے چنانچہ دارقطنی کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ موجود ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''افتحتسب بتلك التطليقة "قال نعم" ''کیا اس طلاق کو (جو حالت حیض میں دیدی ہے) حساب کیا جائیگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''ہاں''(فتح الباری ص ۶۸ ج ۹ وقال رجاله الى شعبة ثقات) یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب ایسا شخص آتا جس نے بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہ اس کو بلا کسی تردد فوراً جواب دیتے اور اس جواب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منسوب کرتے تھے چنانچہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:" فكان ابن عمر اذاسئل عن الرجل يطلق امرأته ثلاثا وهي حائض يقول اما طلقت امرأتك مرة اومرتين فان رسول الله صلى الله عليه وسلم امرني بهذا وا ن كنت طلقتها ثلاثا فقدحرمت عليك حتى تنكح زوجا غيره وعصيت الله فيما امرك من طلاق امرأتك "''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں آپ رضی اللہ عنہ جواب میں فرمایا کرتے تھے اگر تم نے ایک یا دو بار طلاق دی ہوتی (تو تم بیوی کو رجوع کر سکتے کیونکہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسی (صورت میں رجعت) کا حکم دیا تھا لیکن اگر تم نے تین طلاقیں دیدی ہیں تو وہ تجھ پر حرام ہوگئی یہاں تک کہ وہ تیرے سوا کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح نہ کرے تو نے اللہ تعالی کے اس حکم کی نافرمانی کی جو اس نے تیری بیوی کے طلاق کے بارے میں دیا تھا (بخاری و مسلم واللفظ لہ)

## طلاق ثلاثہ کے زیر بحث مسئلہ کے بارے میں ایک اعتراض اور اس کا جواب!

بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ زیر بحث طلاق ثلاثہ کے وقوع پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو اتفاق نقل کیا جاتا ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تقریباً ایک لاکھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے تو ان کے عشر کے عشر سے بھی کیا یہی بات صراحتاً منقول ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اس اعتراض کی حیثیت محض اعتراض برائے اعتراض ہے جس کے اندر کوئی وزن اور

حقیقت نہیں بلکہ یہ صرف لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے اور اپنے آپ کو خوش فہمی میں مبتلا کر دینا ہے کیونکہ اس بات کو تو ایک سطحی ذہن والا بھی جانتا ہے کہ کسی علمی اور فنی مسئلہ اور بات پر اتفاق اور اجماع کا قاعدہ یہ ہے کہ اس کے اہل اس پر متفق ہوں مثلاً کسی تعمیری مسئلہ میں انجینئروں کا اتفاق ہو تو اس کو اتفاقی مسئلہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح کسی مسئلہ کا تعلق علاج معالجہ سے ہو تو اس پر ڈاکٹروں کے اتفاق کو متفقہ مسئلہ سمجھا جاتا ہے اور اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر انجینئر اور ڈاکٹر کے قول کو نقل کیا جائے بلکہ اس وقت کے چند اعلیٰ پایہ انجینئروں اور ڈاکٹروں کے اتفاق کو نقل کیا جاتا ہے اور کسی مسئلہ کو متفقہ مسئلہ ماننے کے لیے اتنی بات ضروری ہے کہ اس فن و علم کے دوسرے ماہرین ان سے اختلاف نہ کریں اور یہی قاعدہ عقل، نقل اور مشاہدہ سے ثابت ہے، ورنہ اگر کسی فنی اور علمی مسئلہ پر اتفاق و اجماع کے لیے اس دور کے ہر ہر فرد کے اتفاق نقل کرنے کو ضروری قرار دیا جائے تو دنیا کے کسی علمی اور فنی مسئلہ پر اتفاق نا ممکن ہو جائے گا لہٰذا کسی مسئلہ پر لوگوں کے اتفاق و اجماع کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر اس کے ماہرین متفق ہوں اور دوسرے ماہرین کو معلوم ہوتے ہوئے بھی وہ اس سے صراحۃً اختلاف نہ کریں۔

## شرعی مسائل پر اتفاق و اجماع کب صحیح ہوگا!

دینی مسائل میں سے کسی مسئلہ پر اتفاق و اجماع بھی اس وقت معتبر مانا جاتا ہے کہ دینی مسائل کے ماہرین یعنی وقت کے جلیل القدر علماء وفقہاء اور مجتہدین کا اس پر اتفاق ہو جائے اور باوجود علم کے دوسرے علماء وفقہاء اور مجتہدین اس سے اختلاف نہ کریں (دیکھئے فتح القدیر ص۳۳ ج۳) اور یہ تو ظاہر ہے کہ عوام دینی مسائل میں علماء اور فقہاء اسلام کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں اور ان سے مسائل سیکھتے ہیں اور ان کے تابعداری کرتے ہیں تو جس مسئلہ پر علماء و مجتہدین کا اتفاق ہو اس کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔

## جس کا دامن دلائل کی پونجی سے خالی ہو وہی اس طرح اعتراض کر سکتے ہیں!

بلاشبہ اس طرح کے اعتراض وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دامن میں دلائل کی پونجی نہ ہو اس لئے وہ ٹھوس دلائل کے بجائے ایسے اعتراضات کرتے ہیں۔ چونکہ اس مسئلہ میں بھی مخالفین کے پاس کوئی ٹھوس دلیل نہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ قدیم اجماع کو صرف ایک روایت سے ثابت کرنا چاہتے ہیں جس کی درست تاویل بلکہ اس کی اپنی تشریح خود اس حدیث کی دوسری روایتوں میں موجود ہے کہ اس کا تعلق غیر مدخولہ کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ صحابی یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو اس روایت کو نقل کرنے والے ہیں ہمیشہ اس روایت کے ظاہر

کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں اور وہ ہمیشہ اس مسئلہ کے متعلق اس طرح فتویٰ دیتے تھے جو اس سے روایت کردہ حدیث کی صحیح تاویل وتشریح کے مطابق ہوتی تھی اب ایسی روایت کی بنیاد پر اجماع قدیم کا دعویٰ کرنا اور اپنے مخالف پر یہ اعتراض کرنا کہ اس نے اجماع جدید کے حق میں ہزاروں صحابہ کرام سے صراحت کے ساتھ کیوں نقل نہیں کیا۔ بلاشبہ ایسا بے جا اعتراض وہی شخص کرسکتا ہے جو محض ’’ لا نسلم ‘‘ ہم نہیں مانتے کی ضد پر تلا ہوا ہو۔

## صحابہ کرام ﷢ کی پوری مبارک جماعت کے نزدیک تین طلاقیں بہر حال تین شمار ہوتی تھیں!

خلاصہ یہ کہ جن مذکورہ بالا صحابہ کرام ﷢ کے آثار اور فتاویٰ نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور حدیثوں کے روشنی میں نقل کئے گئے یہ وہ صحابہ کرام ﷢ ہیں جو عام صحابہ کرام سے دینی علوم میں ممتاز تھے اور یہ وہ صحابہ کرام ہیں جو صحابہ کرام ﷢ کے فقہاء اور علماء ہیں اور دوسرے صحابہ کرام ﷢ ان کی طرف اپنے مسائل میں رجوع کرتے تھے ان تمام جلیل القدر صحابہ کرام ﷢ اور خلفاء راشدین نے قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ سے یہی سمجھا ہے کہ ایک مجلس اور ایک لفظ سے دی ہوئی تین طلاقیں ایک نہیں بلکہ تین ہی شمار ہونگی اور بیک وقت تین طلاقیں دینے سے بیوی حرام ہوجاتی ہے یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنہ لے اور صحابہ کرام ﷢ کے ان آثار میں سے بعض آثار میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ دوسرے اہل فتویٰ صحابہ بھی اس مسئلہ میں وہی فتویٰ دیتے جو فتویٰ اس صاحب فتویٰ نے دیا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷛ وغیرہ کے آثار میں اسی بات کی وضاحت موجود ہے صحابہ کرام ﷢ کی پوری جماعت میں سے کسی ایک صحابی کے بارے میں بھی کوئی ایک بھی ایسی صحیح روایت موجود نہیں جو اس کے دوسرے فتاویٰ سے متصادم بھی نہ ہو اور وہ روایت ایسی ہو جس میں درست تاویل کی گنجائش بھی نہ ہو جس سے یقینی طور پر یہ ثابت ہو کہ بیک وقت تین طلاقیں ایک شمار ہوتی ہیں اگر بالفرض کسی ایک جلیل القدر صاحب علم کا ایسا صحیح اور اور یقینی قول موجود ہوتا پھر بھی تقویٰ اور انصاف کا تقاضہ تو یہی تھا کہ قرآن وحدیث اور جمہور صحابہ کرام جن میں خلفاء راشدین بھی ہیں نے جو فتویٰ دیا ہے مسلمان انہی کے فتویٰ پر عمل کرتے لیکن یہاں تو صورت ہی دوسری ہے کہ اس فتویٰ کے خلاف کسی ایسے جلیل القدر صاحب علم صحابی جن کی طرف دوسرے صحابہ کرام ﷢ اپنے مسائل میں رجوع کرتے تھے کتب حدیث کے پورے ذخیرہ میں ان سے کوئی بھی ایسا فتویٰ منقول نہیں جس سے بلا تردد یقینی طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں تین نہیں بلکہ ایک شمار ہوتی ہے۔

## تابعینؒ کے آثار اور فتوے ان کے مختصر تعارف کے ساتھ!

صحابہ کرامؓ کے اجماع و اتفاق کے بعد تابعینؒ کے آثار اور فتوؤں کے نقل کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں کیونکہ صحابہ کرامؓ سے قرآن و حدیث نقل کرنے والے تابعین کی جماعت ہی ہے جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے قرآن و سنت کو سنا اور سیکھا ہے تاہم یہاں چندان تابعینؒ کے آثار اور فتوؤں کو نقل کرتا ہوں جو اپنے وقت کے فقہاء اور ائمہ حدیث تھے تاکہ حق کے متلاشی پر یہ بات اچھی طرح کھل جائے کہ صحابہ کرامؓ کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔

## قاضی شریح کا تعارف اور ان کا فتویٰ!

قاضی شریح بن الحارث بن قیسؒ مشہور جلیل القدر بلند پایہ تابعی ہیں حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کو کوفہ میں قاضی مقرر کیا تھا اس وقت سے لے کر حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے دور تک برابر قاضی رہے (دیکھئے اکمال فی اسماء الرجال و تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ ص ۵۹ ج ا تہذیب التہذیب ص ۳۲۶ ج ۴) امام شعبیؒ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے قاضی شریح سے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدی ہیں قاضی شریح نے فرمایا: "بـانـت مـنـك بـثـلاث و سـائـر هن اسراف و معصية" تین طلاقوں سے وہ تجھ سے جدا ہوگئی باقی (ستانوے) اسراف اور گناہ ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳ ج ۴)

## حضرت عروہ بن زبیر بن عوامؒ!

حضرت عروہ بن زبیر بن عوامؒ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بھانجے اور مشہور جلیل القدر تابعی ہیں اپنے وقت کے امام و پیشوا، اور بڑے عالم اور فقیہ گزرے ہیں انہوں نے زیادہ علم اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حاصل کیا نیز ان کے اساتذہ میں حضرت زید بن ثابت حضرت اسامہ بن زید اور ابو ہریرہ وغیرہ صحابہ کرامؓ شامل ہیں یہ علم کے سمندر تھے ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور روزہ کی حالت میں دنیا سے چل بسے آپ کی وفات ۹۴ ہجری میں ہوئی فقیہ الحرم ابو الولید حضرت ابن جریجؒ ھشام بن عروہ سے اور وہ اپنے والد عروہ بن زبیر بن عوام سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے:" اذا طلق الرجل امرأته البتة فهي با ئينة منه بمنزلة الثلاث"

''جب آدمی اپنی بیوی کو بتہ طلاق دیتا ہے تو اس کی بیوی اس سے (ایسی) جدا ہو جاتی ہے جیسا کہ تین طلاقوں سے جدا ہو جاتی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۵۷ ج ٦)

## حضرت سالم بن عبداللہ حضرت قاسم بن محمدؒ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور حضرت ابوبکر محمدؒ!

(۱) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور مشہور عالم باعمل تابعی ہیں انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے حدیث سنی ہے اور ان کے شاگردوں میں حضرت عمرو بن دینار حضرت امام زہری اور صالح بن کیسان وغیرہ بہت سے جلیل القدر تابعین شامل ہیں ان کی وفات ۱۰۶ ہجری واقع ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ص ۸۸ ج ۱)

(۲) حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اپنی پھوپی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی گود میں تربیت پائی انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے احادیث سنیں اور ان کے شاگردوں میں ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم حضرت امام زہری حضرت ابن المنکد رحضرت ابن عون اور حضرت ایوب سختیانی جیسے بڑے بڑے اہل علم تابعین و تبع تابعین شامل ہیں۔

حضرت یحییٰ بن سعید انصاریؒ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں کسی کو حضرت قاسم پر فضیلت اور فوقیت نہیں دیتے تھے حضرت ابوذ ریاد فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے ۹۲ ہجری میں وفات پا گئے (تذکرہ الحفاظ ص ۹۲ تا ص ۹۷ ج ۱)

(۳) امام حضرت ابوبکر عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام بن مغیرہ قریشی ان سات مشہور فقہاء میں سے ایک ہیں جن کو فقہاء سبعہ کہتے ہیں انہوں نے اپنے والد اور حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابو مسعود بدری اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حدیث سنی ہے ان کے شاگردوں میں حضرت حکم بن عقبیہ حضرت امام زہری حضرت عمرو بن دینار وغیرہ بہت سے جلیل القدر تابعین شامل ہیں ان کی وفات ۹۴ ہجری میں ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ص ۶۳ ج ۱) عمر بن حمزہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت سالم (بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ (بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) اور امام حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن (بن الحارث) اور قاضی ابوبکر بن (محمد) بن عمرو بن حزم اور عبداللہ بن عبدالرحمٰنؒ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جو کسی عورت کے بارے میں یہ کہہ دے:" یو م اتزوج فلانة فهي طالق البتّه " فقالو اكلهم لا يزوجها"'' جس دن میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق بتّہ ہے (اس کے جواب میں) ان تمام حضرات نے یہ فرمایا کہ وہ اس عورت کیساتھ (دوبارہ) نکاح نہیں کرسکتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۷۱ ج ۴)

## حضرت حسن بصریؒ امام شعبیؒ حضرت سعید بن المسیبؒ اور حضرت مکحولؒ!

حضرت حسن بصریؒ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے ان کی تحنیک کی ان کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت کرتی تھیں ان کی والدہ جب کسی کام میں مصروف ہوتیں تو ام المؤمنین ان کو اپنی گود میں لیتی تھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بصرہ چلے گئے تو انہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے اور بہت سے جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین نے ان سے روایت کرنے کا شرف حاصل کیا وہ اپنے زمانے میں علم اور زہد و تقویٰ اور عبادت ورع کے امام تھے ۱۱۰ ہجری میں دنیا سے رحلت فرما گئے۔(اکمال فی اسماء الرجال و تذکرۃ الحفاظ للامام الذھبی ص ۷۱ ج ۱) ابو محمد حضرت سعید بن المسیبؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تیسرے سال کی ابتداء میں پیدا ہوئے یہ ان تابعین سرداروں میں سے تھے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرز زندگی پر گامزن تھے وہ فقہ و حدیث زہد، تقویٰ، عبادت اور طہارت کے جامع تھے ان چیزں کو دیکھنے کیلئے انہی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کے سب سے بڑے عالم تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے انہوں نے ملاقات کی ہے اور اُن سے روایتیں لی ہیں یہ جلیل القدر تابعی ۹۴ ہجری میں دنیا سے تشریف لے گئے حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے طلبِ علم میں تمام روئے زمین کو چھان مارا لیکن ابن المسیبؒ سے بڑا عالم اور فقیہ کوئی نہیں دیکھا تقریباً اسی طرح کے الفاظ ان کے حق میں حضرت قتادہ اور ابن مدینی نے فرمائے ہیں۔(اکمال و تذکرۃ الحفاظ ص ۵۴ ج ۱) امام شعبیؒ عامر بن شراحبیل کوفی ہیں اور مشہور اہل علم میں ایک یہ بھی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات کی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے۔ان کے شاگرد اور ان سے روایت کرنے والے بہت زیادہ ہیں اور یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بھی استاد ہیں امام ابن شھاب زہری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ علماء تو چار ہی گزرے ہیں یعنی ابن المسیبؒ مدینہ منورہ میں اور شعبیؒ کوفہ میں، مکحولؒ شام میں اور حسن بصری بصرہ میں امام شعبیؒ ۱۰۴ ہجری میں ۸۲ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔(اکمال و تذکرۃ الحفاظ ص ۷۹ ج ۱) حضرت امام مکحول بن عبداللہ شام کے باشندے ہیں امام ابن شھاب زہری فرماتے ہیں علماء چار ہیں مدینہ منورہ میں ابن المسیبؒ کوفہ میں شعبیؒ بصرہ میں حسن (بصری) اور شام میں مکحولؒ اور شام میں مکحول سے زیادہ کوئی فقیہ اور صاحب بصیرت نہ تھا۔مکحولؒ ۱۱۳ھ میں انتقال کر گئے۔(اکمال و تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۷ ج ۱)

اس مسئلہ کے متعلق اب ان چاروں حضرات کا فتویٰ پڑھ لیجئے:

۱۔ فضل بن دلھمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدی ہیں آپ نے فرمایا:

بانت منك العجوز ''وہ عورت تم سے جدا ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۳ ج ۴)

۲۔ حضرت قتادہؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن المسیبؒ فرماتے ہیں:

"اذا طلق الرجل البكر ثلاثا فلا تحل له حتى تنكح زوجا غيره"

جب کوئی شخص غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دے تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۳۳ ج ۶، مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۹ ج ۴)

۳۔ حزم ابن حزم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت بصریؒ سے پوچھا کہ گزشتہ رات ایک شخص نے اپنی بیوی کو نشہ کی حالت میں تین طلاقیں دے دی ہیں آپ نے فرمایا: تجلد ثمانين و برت منها اس کو اسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں اور اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ)

۴۔ حضرت عبداللہ بن ابی سفرؒ سے روایت ہے کہ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ارادہ کرے کہ اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہوجائے وہ اس کو تین طلاقیں دیدے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۱ ج ۴)[1]

۵۔ حضرت عاصمؒ سے روایت ہے کہ امام شعبیؒ نے ایسے شخص کے متعلق فرمایا جو رخصتی سے پہلے بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شيبة ص ۱۹ ج ٤ باب في الرجل يتزوج المرأة ثم يطلقها )[2]

٦۔ حضرت مغیرہ بن مقسمؒ سے روایت ہے کہ امام شعبیؒ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین بار اپنے نفس کو آزاد کرنے کا اختیار دیا تھا۔ تو اس نے ایک بار اپنے نفس کو اختیار کیا۔ (اس کے بارے میں کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا:" بانت منه بثلاث"وہ عورت اس سے تین طلاقوں سے جدا

---

۱ ـ عن عبدالله بن أبي السفر عن الشعبي في رجل أراد أن تبين منه امرأته قال يطلقها ثلاثاً . ( مصنف ابن أبي شيبة ص ۱۱ ج ٤)

۲ ـ عن عاصم عن الشعبي في الرجل يطلق امرأته ثلاثا قبل أن يدخل بها قال لا تحل له حتىٰ تنكح زوجاً غيره( مصنف ابن أبي شيبة ص ۱۹ ج٤ باب في الرجل يتزوج المرأة ثم يطلقها )

ہوگئی۔(مصنف ابن ابی شیبة ص ۵۰ ج ٤ باب فی الرجل یخیّرہ امرأته ثلاثا فتختا ر مرة)[1]

۷۔ عطاء بن سائبؒ سے روایت ہے کہ امام شعبی نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا ہے جو اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے اکھٹی تین طلاقیں دے۔تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے۔(البتہ اگر وہ غیر مدخولہ کو یہ کہدے کہ انت طالق. انت طالق. انت طالق. وہ پہلی طلاق سے جدا ہوگئی)(مصنف عبدالرزاق ص ۳۳٦ ج ٦)[2]

۸۔ حضرت حاتم بن وردان سے روایت ہے کہ حضرت مکحولؒ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: جس نے رخصتی سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دی: ”انها لا تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ“ تو وہ اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۴)

## حضرت سعید بن جبیرؒ، حمید بن عبدالرحمٰنؒ حضرت حکم بن عتیبہ!

حضرت سعید بن جبیرؒ وہ بہادر دلیر تابعی ہیں جن کا واقعہ شہادت مشہور ہے آپ کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف کسی کے قتل پر قادر نہ ہوسکا حضرت سعید بن جبیرؒ نے حجاج بن یوسف کو اس کے سامنے بد دعا دی تھی کہ اے اللہ حجاج کو میرے بعد کسی کے قتل پر قادر نہ کر اور آپ نے شہادت کے وقت کہا میں گواہی دیتا ہوں اور حجت پیش کرتا ہوں اس کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں.........

حضرت سعید بن جبیرؒ (۵۹) سال کی عمر میں ماہ شعبان ۹۵ھ میں شہید ہوئے یہ کوفہ کے جلیل القدر تابعین میں سے ہیں انہوں نے ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ اور انس بن مالکؓ سے علم حاصل کیا بڑے صاحب علم اور فقیہ تھے اور ان سے بہت سے لوگوں نے دین کا علم سیکھا۔(تفصیل کیلئے دیکھئے اکمال اور تذکرۃ الحفاظ ص ۷٦ ج ۱)

---

۱۔ عن مغیرة عن الشعبی فی رجل خیّرامرأته ثلاث مرات فاختارت نفسها مرة واحدة قال بانت منه بثلاث۔ (مصنف ابن أبی شیبة ص ۵۰ ج ٤ باب فی الرجل یخیّرامرأته ثلاثا فتختار مرة)

۲۔ عن ابراهیم قال الرجل یطلق البکر ثلاثا جمیعا ولم یدخل بها قال لا تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ فان قال أنت طالق فقد بانت بالاولیٰ عبدالرزاق عن معمر عن عطاء بن السائب عن الشعبی مثله۔(مصنف عبدالرزاق ص ۳۳٦ ج ٦)

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن یہ عوف زہریؒ قریشی مدنی کے پوتے ہیں کبار تابعین میں سے ہیں انہوں نے اپنے والد عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے حدیثیں سنی ہیں ان کے شاگروں میں قتادہ دعامہؒ، سعد بن ابراہیم اور ابن زہری وغیرہ جیسے بہت سے لوگ شامل ہیں ۔(۷۳) سال کی عمر میں ۹۵ ہجری میں وفات پا گئے ۔(تہذیب التھذیب ص۴۵ ج۳) حافظ ابوعمر حکم بن عتیبہ جلیل القدر تابعی اور کوفہ کے مشہور فقہاء میں سے ہیں۔

لیث بن ابی سلیم ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ امام عامر شعبیؒ سے بھی زیادہ فقیہ ہیں۔ ۱۱۵ھ ہجری میں ان کی وفات ہوئی اب ان حضرات کے فتاویٰ کو پڑھ لیجئے۔

۱۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن المسیب، حضرت سعید بن جبیرؒ اور حمید بن عبدالرحمٰن (تینوں حضرات) کہتے ہیں کہ (اگر کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو) وہ اسوقت تک اس کیلئے حلال نہیں جب تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔(مصنف ابن ابی شیبة فی الرجل ل تیزوج المرأة ثم یطلقھا ص۱۹ ج٤) ۱

۲۔ جعفر بن ابی وشیہ سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن جبیرؒ نے (اس شخص کے بارے میں جس نے رخصتی سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہوں) فرمایا کہ وہ اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کر لے۔(مصنف عبدالرزاق ص۳۳۴ ج۶) ۲

۳۔ عبداللہ بن محرّر فرماتے ہیں کہ :"سمعت الحسن و الحکم بن عتیبة یقو لان " ھی ثلاث " میں نے حضرت حسن بصریؒ اور حضرت حکم بن عتیبہ دونوں سے سنا ہے کہ (وہ اس شخص کے متعلق فرماتے تھے جو اپنی بیوی سے یہ کہدے کہ تم مجھ پر حرام ہو) تو یہ تین طلاقیں ہیں۔(مصنف عبدالرزاق ص۴۰۳ ج۶ باب الحرام) ۳

---

۱ ـ عن قتادة عن سعید بن المسیب وسعید بن جبیر وحمید بن عبدالرحمٰن قالوا لا تحل له حتیٰ تنکح زوجا غیره ( مصنف ابن أبی شیبة ص ۱۹ ج٤ فی الرجل یتزوج المرأة ثم یطلقھا)

۲ ـ عن جعفر بن ابی وحشیة عن سعید بن جبیر قال لا تحل له حتیٰ تنکح زوجا غیره۔ (مصنف عبدالرزاق ۳۳٤ ج٦)

۳ ـ عبدالرزاق عن عبداللّٰه بن محرّر قال سعمیت الحسن والحکم بن عتیبه یقولان ھی الثلاث۔ (مصنف عبدالرزاق ص۳۰٤ ج٦ باب الحرام)

حضرت قتادہ بن دعامہ ابوالخطاب سدوسی بصریؒ جلیل القدر تابعی ہیں یہ نابینا تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا حافظہ دیا تھا کہ کوئی بھی بات ان کے کان میں پڑ جاتی تو وہ انہیں حفظ ہو جاتی تھی۔ بکر بن عبداللہ مزنیؒ فرماتے ہیں کہ جس کا جی چاہے کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ قوی الحافظہ کی زیارت کرے تو وہ قتادہ کو دیکھے آج تک کوئی شخص ان سے زیادہ قوت حفظ والا مجھے نہیں ملا۔

حضرت احمد بن حنبلؒ ان کے علم وفقہ کی بھی تعریف کرتے ہیں حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ کیا دنیا میں کوئی قتادہ جیسا ہے انہوں نے صحابہ کرام ﷺ سے روایت کی ہے اور ان سے بہت لوگوں نے روایت کی ہے۔ (دیکھئے اکمال وتذکرۃ الحفاظ ص۱۲۳ ج۱)

۱۔ سعید کہتے ہیں کہ حضرت قتادہؒ حضرت حسن بصریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا اپنا قول بھی یہی ہے کہ "جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین بار اعتدی ، اعتدی، اعتدی کہہ دے تو تین طلاقیں واقع ہونگیں اور وہ اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۲۴ ج۴)[1]

۲۔ حضرت معمر بن راشدؒ سے روایت ہے کہ حضرت قتادہ ایسے شخص کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو اپنی بیوی کو تین بار اعتدی کہہ دے تو یہ تین طلاقیں ہوگئیں البتہ اگر وہ یہ کہے کہ میرا ارادہ (ان کنایہ الفاظ سے تین طلاقوں کا نہیں تھا بلکہ ) تاکید کا تھا تو اس کے قول اعتبار کیا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق ص۳۶۴ ج۶)[2]

## حضرت امام محمد بن سیرینؒ!

حضرت امام محمد بن سیرینؒ مشہور جلیل القدر تابعین میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابن سیرینؒ کو خاص مقام خشوع عطا فرمایا تھا لوگ انہیں دیکھتے تو ان کو اللہ تعالیٰ یاد آتا تھا یہ بڑے فقیہ زاہد متقی اور تعبیر خواب کے بڑے عالم تھے انہوں نے ابو ہریرہ ﷺ ، عمران بن حصین ﷺ، ابن عباس ﷺ و ابن عمرو غیرھم صحابہ کی جماعت سے حدیثیں سنی ہیں آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے حضرت ابن عون فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے حضرت امام محمد بن سیرینؒ جیسی شخصیت نہیں دیکھی حضرت ابن سیرینؒ ایک سو دس ۱۱۰ ھ میں دنیا سے تشریف لے گئے۔ (دیکھئے اکمال فی اسماء الرجال وتذکرۃ الحفاظ ص۷۷ ج۱)

---

۱ ـ عن قتادة عن الحسن وهوقول قتادة أنهما قالا: اذا قال الرجل لامرأته اعتدى ثلاثاً لم تحل له حتىٰ تنكح زوجا غيره۔(مصنف ابن أبى شيبة ص ٢٤ ج ٤

۲ ـ عن قتادة فى رجل قال لا امرأته "اعتدّى" اعتدّى "اعتدّى" هى الثلاث لا أن يقول كنت اقيمها لأول فهو على ماقال۔( مصنف عبدالرزاق ص ٣٦٤ ج٦)

۱۔ ابن عون (یعنی ابوعون عبد بن عون) فرماتے ہیں کہ حضرت محمد (بن سیرین) (ایک مجلس میں تین طلاقوں میں) کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبة من رخص للرجل ان یطلق ثلاثاً فی مجلس ص ۱۱، ج ٤)سنن سعید بن منصور ص ۲۶۰۱ ج ۳ قسم اول رقم الحدیث ص ۱۰۷۱)[۱]

۲۔ حکم بن عطیہ العیشی البصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے (امام) محمد بن سیرین سے سنا ان سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو عورت کو تین طلاقیں دے پھر ان سے انکار کر دے اور عورت کے پاس گواہ بھی نہ ہو تو وہ عورت کیا کرے گی۔آپ نے فرمایا:

"تھرب منہ" وہ عورت اس سے (اپنے باپ کے گھر) بھاگ جائے۔(مصنف ابن ابی شیبة فی رجل یطلق امرأته ثلاثا ثم یجد ھا ص ٦١ ج ٤ )[۲]

اگر تین طلاقیں ایک ہوتیں پھر خاوند کیلئے انکار کی کیا ضرورت ہے؟

کیونکہ عدت کے اندر اندر پھر وہ رجوع کا حق رکھتا ہے اور اس کا انکار کرنا بھی ایک قسم کا رجوع ہے کیونکہ وہ بیوی کو رکھنا چاہتا ہے۔اسلئے تو اس نے انکار کیا اگر تین طلاقیں ایک ہوتیں تو ایسی صورت میں ابن سیرینؒ ،قطعاً اس کو یہ مشورہ نہ دیتے کہ وہ شوہر سے اپنے باپ کے گھر بھاگ جائے۔واللہ اعلم

## ایک وضاحت!

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ اس بات سے مجھے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین وغیرہ تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع ہونے کے قائل ہیں احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دینے سے تین کے واقع ہونے میں کوئی خاص اختلاف نہ تھا کیونکہ یہ مسئلہ تو قرآن وحدیث سے صراحتاً ثابت ہے۔البتہ غیر مدخولہ اور "بتہ"، "خلیہ" وغیرہ جیسے کنائی الفاظ سے طلاق کے متعلق ان کو مشکل پیش آتی تھی اور ایسی صورتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے درمیان اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔مثلاً اگر کوئی اپنی بیوی کو کہدے۔کہ میں نے تجھے بتہ کر دیا یا یوں کہدے کہ

---

[۱] عن ابن عوعن محمد بن سیرین قال' کا ن لا یری بذالك بأساً۔ (مصنف ابن أبی شیبة ص ۱۱ ج ٤)

[۲] عن الحکم بن عطیة قال سمعیت محمد ابن سیرین وسئل عن الرجل یطلق امرأته ثلاثا ثم یجدھا قال تھرب منه ( مصنف ابن أبی شیبة ص ٦١ ج ٤)

''تجھے طلاق بتّہ دیا''۔

ایسی صورت میں بہت سے صحابہ کرام ﷺ اور تابعین کا قول یہ ہے کہ اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اسی طرح تین طلاقیں دے کر اگر کوئی مُکر جاتا ہے ایسی صورت میں بھی علماء صحابہ کرام ﷺ اور تابعین کے اندر کچھ اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ حاکم وقت خاوند سے حلف لے گا کیونکہ ممکن ہے کہ عورت اپنے شوہر سے تنگ آچکی ہو اس لئے وہ ایسی بات کہتی ہے اسی طرح اس کے بارے میں آپ کو کتب احادیث میں ان کی مختلف رائے ملیں گی مگر ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ واﷲ اعلم

۳۔ (ابوالمنازل الحذاء) خالدؒ (بن مہران البصری) سے روایت ہے کہ محمد (ابن سیرینؒ) نے (اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی کو صحبت سے پہلے تین طلاقیں دیدے) فرمایا کہ وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے (مصنف ابن ابی شیبة فی الرجل یتزوج المرأة ثم یطلقها) [۱]

۴۔ ہشام کا بیان ہے کہ ''سئِل محمد عن الرجل یطلق امرأته ثلاثاً فی مقعد واحد قال: لااعلم بأسابذالك قد طلق عبدالرحمن بن عوف امرأته فلم یعب علیه ذالك'' حضرت محمد (بن سیرینؒ) سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو ایک ہی مجلس میں بیوی کو تین طلاقیں دیدے (کیا اس میں گناہ ہے کہ نہیں) انہوں نے فرمایا کہ میں اسمیں کوئی حرج نہیں سمجھتا کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں تو اسکی وجہ سے ان پر کسی نے عیب نہیں لگایا (اگر ایک مجلس میں تین طلاقیں کوئی بڑا گناہ ہوتا تو صحابہ کرام ﷺ ضرور ان پر تنقید کرتے)۔(مصنف ابن ابی شیبة من رخص للرجل ان یطلق ثلاثا فی مجلس ص ۱۱ ج ٤)

## حضرت عطاء بن ابی رباحؒ!

حضرت عطاء بن ابی رباح مکہ مکرمہ کے جلیل القدر تابعین میں سے ہیں یہ بڑے فقیہ اور اہل مکہ کے مفتی اور محدثین میں سے ہیں انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ابو ہریرہ ؓ، ابو سعید خدری ؓ اور ابن عباس ؓ وغیرھم صحابہ کرام ﷺ سے احادیث سنی ہیں۔ ان کے علم سے بہت لوگ مستفید ہوئے یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ

---

۱؎ عن خالد عن محمد قال لا تحلّ له حتی تنکح زوجا غیره۔ (مصنف ابن أبی شیبة ص ۱۹ ج ٤ باب فی الرجل یتزوج امرأة ثم یطلقها)

کے بھی استاد ہیں حضرت امام ابوحنیفہ ؒ فرماتے ہیں کہ:''میں نے عطاء بن ابی رباح سے کسی کو زیادہ فضلیت والا نہیں دیکھا'' یہ ۱۱۴ ہجری رمضان المبارک میں دنیا سے رحلت کر گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۹۸ ج ۱)

۱۔ فقیہ الحرم ابوالولید حضرت ابن جریج ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو لفظ ''البتہ'' سے طلاق دے۔ (یعنی بیوی کو یہ کہدے۔ کہ ''انت طالق البتۃ'') اس کا کیا حکم ہے انہوں نے فرمایا: ''ان اراد ثلاثا فثلاث وان ارادواحدۃ فواحدۃ''

اگر اس لفظ سے تین طلاقوں کا ارادہ کرے گا تو تین واقع ہونگی اور اگر ایک کا ارادہ کرے گا تو ایک واقع ہوگی (مصنف عبدالرزاق باب البتۃ والخلیۃ ص ۳۵۵ ج ٦)

''البتۃ'' کنایہ لفظ ہے اور حضرت عطاء بن ابی رباح کے فتویٰ سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی اس کنایہ لفظ سے تین طلاقوں کی نیت کرے تو تین ہی واقع ہونگی۔

۲۔ حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے پوچھا کہ: ''ایک عورت کو اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار دیدیا گیا تو اس نے اسی اختیار کو اپنے شوہر کو واپس کر دیا۔ (یعنی اس اختیار کو قبول نہیں کیا تو اس کا حکم کیا ہے؟) انہوں نے فرمایا: ''لیست بشیء فان طلقت نفسها فهوعلى ذالك ان واحدة فواحدة و ان ثنتان فثنتان و ان ثلاثا فثلاث.''

''یہ کوئی چیز نہیں (یعنی اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ اس نے اختیار کو مسترد کر دیا) البتہ اگر وہ اختیار کو رد نہ کرتی بلکہ) اپنے آپ کو طلاق دیدیتی (ایسے حال میں کہ وہ شخص اسی اختیار کے حوالگی پر قائم ہو) اگر ایک طلاق کا اختیار دیا تو ایک ہوگئی اگر دو کا تو دو اور اگر تین کا تو تین طلاقیں واقع ہوتیں۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۵۱۷ ج ٦)

## حضرت امام جعفر صادق ؒ!

حضرت امام جعفر صادق ؒ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پوتے کے پوتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ تک ان کا نسب نامہ یہ ہے ''جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ'' صادق ان کا لقب ہے یہ اہل بیت کے بڑے لوگوں میں سے ہیں وہ اپنے والد امام باقر محمد بن علیؒ سے اور دوسروں سے بھی روایت کرتے ہیں ان سے ائمہ حدیث اور بڑے علماء اور محدثین نے حدیث نقل کی ہیں جیسے حضرت یحیٰی بن سعیدؒ، حضرت ابن جریج امام حضرت ابوحنیفہؒ، امام حضرت مالکؒ وغیرہ جیسے بہت سے لوگوں نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں انتقال کر گئے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمدؒ سے زیادہ فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص۱۶۶ ج۱)

۱۔ مسلمہ جعفرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جعفر صادقؒ سے عرض کیا کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو شخص جہالت کی وجہ سے تین طلاقیں دیدے تو اس کو سنت کی طرف پھیرا جائے گا اور وہ اس کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں اور یہ وہ آپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: "معاذ االلہ ماھذا من قولنا من طلق ثلاثا فھو کماقال."

معاذ اللہ: یہ ہمارا قول نہیں اگر کوئی شخص تین طلاقیں دے گا تو جو کہا ہے وہی ہوگا (یعنی تین طلاقیں ہی واقع ہونگی) (سنن بیہقی ص۳۴۰ ج۷ باب من جعل الثلاث واحدۃ)[۱]

۲۔ ابان بن تغلب الربعی ابوسعد کوفیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام جعفر بن محمدؒ سے پوچھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا:

"بانت منه ولاتحل له حتی تنكح زوجاً غيره"

''وہ اس سے جدا ہوگئی اب وہ اس کیلئے حلال نہیں جب تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے (سنن دارقطنی ص۳۵ ج۲)[۲]

۳۔ (ابوالحسن) بسام (بن عبداللہ صیرفیؒ) فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادقؒ فرماتے تھے: "من طلق امرأته ثلاثا بجها لة او علم فقد بانت منه."

''جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے خواہ جہالت کیساتھ ہو یا جان بوجھ کرے بہرحال اس کی بیوی اس سے جدا ہوگئی۔ (سنن بیہقی ص۳۴۰ ج۷)

---

۱ ـ حدثنا مسلمة ابن جعفر الاحمسی قال قلت جعفر بن محمد ان قوماً یزعمون ان من الطلاق ثلاثا بجهالة رد الیٰ السنة یجعلونها واحدة یرونها عنکم قال معاذ اللّٰه ماهٰذا من قولنا من طلق ثلاثا فهو کما قال۔ (السنن الکبریٰ للبیهقی ص ۳٤۰ ج۷ فی باب من جعل الثلاث واحدة. .)

۲ ـ عن أبان بن تغلب قال: سألتُ جعفر بن محمد عن الرجل طلق امرأته ثلاثاً فقال بانت منه ولا تحلّ له حتی تنکح زوجاً غیره فقلت له أفتی الناس بهذاالناس؟ قال نعم۔ (سنن دار قطنی ص ٥٣ ج٤)

## امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ!

امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروانؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں ان کی سیرت پر مستقل کتابیں اردو، عربی وغیرہ زبانوں میں عام ملتی ہیں انہوں نے عبداللہ بن جعفرؓ، انس بن مالکؓ اور بہت سے جلیل القدر تابعین سے احادیث نقل فرمائی ہیں یہ صرف امیر المؤمنین نہیں تھے بلکہ اپنے دور کے بڑے امام اور مجتہد تھے اور آپ کے شاگردوں میں آپ کے بیٹے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز، امام زہری وغیرہ بہت سے جلیل القدر علماء اور محدثین شامل ہیں۔

حضرت ابوبکر بن حزمؒ ''بتّہ طلاق'' کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

۱۔ قال عمر بن عبدالعزيز لو كان الطلاق ألفاً ماابقت البتة منه شيئاً

''عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں (اگر شریعت میں) ایک ہزار طلاقیں ہوتی (یعنی مرد کو ایک ہزار طلاقیں دینے کا اختیار دیا گیا ہوتا) اور کوئی شخص اپنی بیوی کو لفظ بتّہ سے طلاق دیتا تو بتّہ طلاق اس میں سے کسی چیز کو باقی نہیں رہنے دیتی (یعنی البتہ'' طلاق سے ایک ہزار طلاقیں واقع ہوجاتی۔ اس شخص کے ہاتھ میں ایک طلاق کا اختیار بھی باقی نہیں رہتا (موطأ امام مالك باب ماجاء في البتته ص ۱۹۹، وابن شيبة عن ابي بكر بن حزم ماقالوا في الرجل يطلق امرأته البتة ص ۵۲ ج ٤)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نزدیک کنائی لفظ'' البتۃ'' میں ایک ہزار طلاقوں کی نیت صحیح ہوسکتی ہے اگر بالفرض شریعت میں تین طلاقوں کے بجائے ایک ہزار طلاقیں ہوتیں تو یہ ایک ہی لفظ اس کے لئے کافی ہوسکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نزدیک بیک کلمہ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

۲۔ حضرت ایوب (بن موسیٰ بن عمر بن سعید بن وقاص) سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ''لو كان الطلاق الفاً ثم قال انت طالق البتة لذهبن كلهن''

''اگر (شریعت میں) ایک ہزار طلاقیں ہوتیں پھر خاوند (اگر بیوی کو) کہتا کہ تجھے طلاق بتّہ ہے تو (بھی) ضرور تمام طلاقیں (اس کے اختیار سے ختم ہوکر) چلی جاتیں۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۵۹ ج ٦)۔

## حضرت امام زہریؒ!

امام زہریؒ کا نام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب الخیر ہے یہ زھری زہرۃ بن کلاب کی

طرف منسوب ہے جو ان کی جد اعلیٰ ہیں اس وجہ سے زہری کہلاتے ہیں ان کی کنیت ابوبکر ہے ان کو شہاب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یعنی ان کو ابن شہاب زہری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ مدینہ منورہ کے بہت بڑے عالم، فقیہ اور محدث ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر، سہل بن سعد اور انس بن مالک وغیرہ صحابہ کرام ؓ اور بہت جلیل القدر تابعین سے حدیثیں سنی ہیں، ان کے شاگردوں میں حضرت امام مالک، قتادہؒ، صالح بن کیسانؒ، اوزاعیؒ اور معمرؒ وغیرھم اور بہت سے جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین شامل ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عصر حاضر میں ان سے زیادہ عالم کسی کو نہیں پایا حضرت مکحول سے دریافت کیا گیا کہ ان علماء میں سے جن کو آپ نے دیکھا ہے کون زیادہ عالم ہیں فرمایا کہ ابن شہاب زہری الخیر' امام زہریؒ ۱۲۴ھ میں دنیا سے رحلت کی ہے۔

۱۔ حضرت معمر (بن راشد ازدیؒ) سے روایت ہے کہ حضرت امام زہریؒ اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی کو اکھٹی تین طلاقیں دیدے فرماتے ہیں کہ جو اس طرح طلاق دے اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی عورت اس سے جدا ہوگئی۔(مصنف ابن ابی شیبة من کرہ ان یطلق الرجل امرأته ثلاثافی مقعد واحد ص ۱ ج ٤ )[۱]

۲۔ حضرت معمر بن راشد ازدیؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام زہریؒ سے پوچھا کہ جو شخص یہ کہے کہ ''میں جس عورت سے بھی نکاح کروں اس کو تین طلاقیں..... انہوں نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ اس نے کہا ہے (یعنی جس عورت کے ساتھ نکاح کرے گا اس پر تین طلاقیں پڑیں گی حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ بعض لوگوں سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ:

''لا طلاق قبل النکاح ''نکاح سے پہلے طلاق' واقع نہیں ہوتی آپؐ نے فرمایا:

''انما ذلك ان یقول الرجل امراۃ فلان طالق''

''یہ اس صورت میں کہ آدمی کہے کہ فلاں کی عورت کو طلاق (حالانکہ وہ اس کی نکاح میں نہیں پہلی صورت میں تو وہ یہ کہتا ہے کہ جب میں اس سے نکاح کروں تو اسے طلاق ایسی صورت میں تو وہ نکاح کے بعد ہی

۱ ۔ عن معمر عن الزهری فی رجل طلق امرأته ثلاثاً جمیعاًان من فعل فقد عصی ربه وبانت منه امرأته( مصنف ابن أبی شیبة ص ۱۱ ج ٤ ) باب من کرہ ان یطلق الرجل امرأته ثلاثاً فی مقعد واحد)

طلاق دیتا ہے(مصنف عبدالرزاق ص ۴۲۱ ج ۶)۲؎

## حضرت ابراہیم نخعیؒ!

حضرت ابوعمران ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعی کوفی مشہور فقہاء اور محدثین میں سے ہیں قاضی شریح علقمہ، مسروق اور اسود وغیرہ جیسے مشہور فقہاء ومحدثین سے فقہ اور حدیث کا علم حاصل کیا اور ان کے شاگردوں میں حماد بن ابی سلیمان، سماک بن حرب حکم بن عتیبہ اور ابن عون وغیرہ جیسے بہت سے بڑے بڑے فقہاء وائمہ مجتہدین اور محدثین شامل ہیں خطیب بغدادؒ نے حضرت علی بن المدینی کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علوم علقمہ، اسود حارث، عمرو اور عبیدہ بن قیس پر ختم ہیں اور ان سب کے علوم دو آدمیوں میں جمع ہوئے ایک ابراہیم نخعی اور دوسرے عامر شعبی انہوں نے بچپن میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دیکھا ہے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کو پایا ہے کہ کوفہ کے مفتی اور متقی شخصیت ہیں، ۹۵ھ میں وفات پاگئے امام عامر شعبیؒ کو جب ان کی موت کی اطلاع ملی تو آپؒ نے فرمایا: کہ انہوں نے (یعنی ابراہیم نخعی) نے اپنے پیچھے ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جو اس سے زیادہ علم والا ہو۔(دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ص ۷۳ ج ۱، التہذیب التہذیب ص ۱۷۷ ج ۱ اور درس ترمذی جلد اول)

۱۔ حضرت مغیرہ (بن مقسمؒ) سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو نکاح کرے اور رخصتی سے پہلے ہی تین طلاقیں دے اس کا کیا حکم ہے؟ آپؒ نے فرمایا: "ان کان (قال) طالق ثلاثا كلمة واحدة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره" "اگر ایک جملہ میں تین طلاقیں دی ہیں (یعنی اس طرح کہا ہے کہ تجھے تین طلاقیں) تو وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۹ ج ۴)

۲۔ حضرت حصین (بن عبدالرحمٰن السلمی ابوالهذيل الكوفی) سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا: "اذاطلقها ثلاثا قبل ان يدخل بهالم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره"

"جب کوئی شخص اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے تین طلاقیں دیدے وہ اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ

---

۲ ـ عن معمر عن الزهرى فى رجل قال : كل امرأة أتزوجها فى طالق قال : هو كما قال قال معمر فقلت اوليس قد جاء من بعضهم أنه قال لاطلاق قبل النكاح قال انما ذالك أن يقول الرجل امرأة فلان طالق۔ (مصنف عبدالرزاق ص ٤٢١ ج٦)

دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۹ ج۴)۔

۳۔ حضرت منصور بن حیان بن حصین اسدیؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں:

”کـان اصحابنا يقولو ن ”البتة ““والخلية““والبر ية “والحرام نيته . ان نو ى ثلاثاً فثلا ث وان نو ى و حدة فو احدة “

”ہمارے اصحاب (یعنی اساتذہ) فرماتے ہیں بتہ، خلیہ، بریہ، حرام“ میں نیت کا اعتبار ہے اگر نیت تین طلاقوں کی ہو تو تین واقع ہونگی اور اگر ایک طلاق کی ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی (مصنف عبدالرزاق ص۳۶۰ ج۶)

۴۔ حضرت حمادؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو عورت کو ایک طلاق دیتا ہے (یعنی یوں کہتا ہے ’انـت طـالـق وا حد ةً‘’’ تجھے ایک طلاق ہے‘ اور نیت تین کی کرتا ہے یا وہ بیوی کو تین طلاقیں دیتا ہے (یعنی کہتا ہے کہ’ انت طالق ثلاثاً ’’’تجھے تین طلاقیں‘ اور نیت ایک طلاق کی کرتا ہے آپ نے فرمایا:

”ان تـكـلـم بـو احـد ة فهـي وحدةوان تكلم بثلاث كا نت ثلاثا وليست نيته بشئ قال محمد : هذا كله ناخذ وهو قول ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ “

”اگر وہ ایک طلاق کی تصریح کرتا ہے تو وہ ایک ہے اور اگر تین طلاق صراحۃ دیتا ہے تو تین طلاقیں ہونگی اور (جہاں ابہام نہ ہو بلکہ صراحت اور وضاحت ہو وہاں نیت کا کوئی اعتبار نہیں نیت کا اعتبار اس وقت ہوگا جب ایک اور تین کا احتمال موجود ہو۔

حضر امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں ہم لیتے ہیں اور یہی حضرت امام ابوحنیفہ کا قول ہے (کتاب الاثار للامام محمدؒ: ص۱۰۶)

۵۔ ابومعشر یوسف بن یزید بن بصری اور حضرت حسن بن عمر فقیمی کوفیؒ (دونوں) حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ تجھے تین طلاقیں) تو وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۹ ج۴)

”اذا طـلـق الـر جـل ثلاثا ولم يد خل بها فقد بانت منه حتى تنكح ز و جاً غيره وان قال انـت طـالـق۔ انـت طـالـق ۔ انـت ـطالق بانت باالأ ولىٰ وليست الثنتان بشئ و يخطبها ان شاء

“سے” جب کوئی شخص اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت اس سے جدا ہوگئی اور اس کے لیے

حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور اگر کہا تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، تو وہ عورت پہلی سے جدا ہو جائے گی اور دوسری دو کچھ نہیں ہوں گی (یعنی لغو ہو جائیں گی)

## موطأ امام مالکؒ!

حضرت امام مالکؒ نے اپنی کتاب میں ایک باب "ماجاء فی البتة" باندھا ہے اسی کے تحت انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ آثار بھی نقل فرمائے ہیں جن میں کسی نے بیک لفظ سو یا ہزار وغیرہ طلاقیں دی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر ملامت کی ہے اور ان سے کہا کہ تیری بیوی تجھ پر اس وقت تک حرام ہے جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے اس سے وہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بیک لفظ یا ایک مجلس میں تین یا تین سے زیادہ طلاقیں دینا ایک مکروہ فعل ہے پھر اس کے بعد آپ نے ایک باب باندھا ہے "ماجاء فی الخلیة والبریة و اشباہ ذالك." اس میں الفاظ کنایہ سے طلاق دینے کا بیان ہے اس کے تحت ایک شخص کے واقعہ کو نقل کیا ہے جس نے اپنی بیوی کو کہا: "حبلك علی غاربك" امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قسم دے کر اس سے پوچھا کہ اس میں تیری نیت کیا تھی اس نے عرض کیا کہ میرا مقصد جدائی کا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو تیری نیت ہوگی وہی ہوگا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نقل فرمایا کہ جو شخص بیوی کو کہدے کہ تم مجھ پر حرام ہو تو آپؓ کے نزدیک یہ تین طلاقیں ہیں یہ اور اسطرح دوسرے کنائی الفاظ کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے اقوال کو نقل کیا ہے بعض نے بعض کنائی الفاظ کو ایک قرار دیا بعض نے نیت کا اعتبار کر کے اس کو تین طلاقیں قرار دی ہیں حضرت امام مالکؒ نے اس کے بعد "بیوی کو طلاق دینے کے اختیار" کے بارے میں اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کے آثار اور اقوال کو نقل فرمایا ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی مدخولہ کے بارے میں طلاق ثلاثہ کو ایک ماننے پر بضد ہے تو اس کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ ضد و عناد، حماقت کے گھوڑے پر سوار ہے اور دانستہ طور پر طلاق ثلاثہ دینے والوں کو زنا میں مبتلا کر دینے والا ہے اور جو لوگ ایسے لوگوں کو پیشوا بنائے ہوئے ہیں ان کے بارے میں اس سے زیادہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ بیچارے احمقوں کی اندھی، گونگی، بہری، تقلید جامد میں مبتلا ہیں اور خواہ مخواہ اپنی عاقبت برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

## ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ!

یاد رہے کہ اسلاف امت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین، تبع تابعین، اور ائمہ، مجتہدین، کے درمیان اس مسئلہ

میں اختلاف ہے کہ کیا بیک وقت یا بیک لفظ بیوی کو تین طلاقیں دینا ناجائز اور کارگناہ ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں بہت سے علماء وفقہاء اور مجتہدین کی رائے یہ ہے کہ کسی خاص ضرورت کے بغیر اسی طرح تین طلاقیں دینا ناجائز اور کارگناہ اور بدعت ہے اور حضرت امام شافعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس طرح طلاق دینا ناپسندیدہ ضرور ہے مگر یہ ناجائز اور کارگناہ نہیں ہے اسی طرح طلاق کے بعض دوسرے مسائل مثلاً الفاظ کنایہ سے طلاق دینے یا غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دینے میں علماء کا کچھ اختلاف ہے بعض لوگ ایسے اختلاف کو سامنے لاکر عام لوگوں کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ طلاق ثلاثہ کے وقوع کے بارے میں بھی صحابہ کرام ؓ، تابعین اور ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف تھا حالانکہ یہ صرف ایک دھوکہ اور فریب ہے جو مسلمان کے شایان شان نہیں خصوصا دینی معاملات میں اس کی چند مثالیں کتب احادیث کے ابواب سے پیش کرتا ہوں ''جب آدمی اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں اکھٹی دیتا ہے (یعنی یوں کہہ دیتا ہے کہ تجھے تین طلاقیں) تو وہ اس سے جدا ہوگئی یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور اگر وہ اس کو (تین الفاظ کے ساتھ) یوں طلاق دیتا ہے کہ تجھے طلاق۔ تجھے طلاق۔ تجھے طلاق ایسی صورت میں بیوی پہلی ایک طلاق سے جدا ہوگئی اور بعد والی دو طلاقیں کوئی چیز نہیں (وہ بیکار اور لغو ہوگئیں) اگر وہ چاہے تو دوبارہ بھی اس عورت کو پیغام نکاح دے سکتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ۳۳۲ج ۶)

## تابعینؒ کے فتاویٰ کا خلاصہ!

جن تابعینؒ کے اقوال اور فتاویٰ یہاں ذکر ہوئے ہیں جو دوسرے تابعین کے استاد، فقہاء اور مجتہدین ہیں وہ تابعین کسی ایک علاقے کے ائمہ مجتہدین فقہاء اور مفتیین نہیں بلکہ ان میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام، کوفہ و بصرہ وغیرہ مشرق ومغرب اور اس وقت کے تمام اسلامی مراکز کے ائمہ حدیث، مجتہدین فقہاء اور مفتیین ہیں اور ان میں مشہور سات اہل علم تابعین بھی شامل ہیں جن کو فقہاء سبعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہی نہیں بلکہ کتب احادیث میں حضرت امام سفیان ثوریؒ اور حضرت امام مسروقؒ وغیرھم جیسے بہت سے تابعین و تبع تابعین کے فتاویٰ موجود ہیں۔

ان تمام فتوؤں سے یہ واضح ہے کہ بیک وقت یا بیک لفظ تین طلاق دینے سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں فقہائے تابعین اور تبع تابعین کا اس پر اتفاق ہے اور فقہاءئے تابعین میں سے کسی ایک نے بھی صراحت کے ساتھ اس کی مخالفت نہیں کی ہے یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ان کے تمام شاگردوں کا فتویٰ بھی یہی ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے جتنے ابواب قائم فرمائے ہیں اس میں کنائی الفاظ کے متعلق صحابہ کرامؓ کا جو اختلاف ہے اسکی طرف تو انہوں نے اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے مگر انہوں نے ایسا کوئی باب نہیں باندھا ہے جس سے یہ اشارہ ملے کہ مدخولہ عورت کو تین طلاقیں دینے اور تین کے وقوع میں کوئی اختلاف ہے۔

## کتاب الاثار للامام محمدؒ!

حضرت امام محمد متوفی ۱۸۹ ہجری کی کتاب ''کتاب الاثار'' کے چند ابواب پر نظر ڈالیں اس میں ایک باب ہے۔ "باب من طلق ثلاثاقبل ان یدخل بھا"

اس میں انہوں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کے قول کو نقل فرمایا کہ اگر غیر مدخولہ کو بیک لفظ ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی جائیں تو تین ہی واقع ہونگی اور اگر تین طلاقیں تکرار لفظ کے ساتھ دیدی جائیں تو صرف ایک طلاق سے غیر مدخولہ عورت بائنہ ہو جائیگی اور پھر فرمایا کہ یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی ہے۔

اور اس میں ایک باب انہوں نے یہ باندھا ہے:

"باب من طلق ثلا ثاً اوطلق واحدۃًوھو یر ید ثلاثاً"

''یعنی جو شخص عورت کو تین طلاقیں دیدے یا کوئی شخص بیوی کو ایک طلاق دیدے (یعنی اس کو یہ کہدے کہ تجھے ایک طلاق ہے) اور اس کی نیت تین (طلاقوں) کی ہو'' اس کے تحت انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے ایک اثر اور فتوٰی کو نقل فرمایا ہے جس میں ایک شخص نے بیوی کو بیک لفظ تین طلاقیں دیں تو حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کو فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے اس کے بعد حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی قول اور فتوٰی امام ابوحنیفہؒ کا اور تمام علماء کا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کے ایک دوسرے قول اور فتویٰ کو نقل فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص صراحت کے ساتھ بیوی کو صرف ایک ہی طلاق دیدے مثلاً یہ کہے کہ ''انت طالق واحدۃ'' تجھے ایک طلاق ہے'' اور اس میں وہ تین طلاقوں کی نیت کرے تو ایسی صورت میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی یا اگر کوئی شخص بیوی کو صراحت کیساتھ تین طلاقیں دیدے (یعنی کہہ دے کہ '' تجھے تین طلاقیں'' اور اس میں ایک طلاق کی نیت کرے تو اس میں بھی نیت کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ تین طلاقیں ہی واقع ہونگی کیونکہ جب صراحت

کیساتھ ایک یا تین کا لفظ کہے تو لفظ کو دیکھا جاتا ہے نہ کہ نیت کو نیت کا اعتبار وہاں ہوتا ہے جہاں صراحت نہ ہو۔

اس باب سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں صراحت کے ساتھ عدد بولا جائے وہاں نیت کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس کے بولے ہوئے لفظ اور عدد کا اعتبار ہوگا۔ نیز بلا کسی خاص وجہ کے بیک وقت تین طلاقیں دینا ناجائز اور کارِ گناہ ہے۔ واللہ اعلم

انہوں نے ایک باب یہ بھی باندھا ہے "بـاب الـطـلا ق البتة " اس کے تحت الفاظ کنایہ سے طلاق دینے کو بیان فرمایا ہے کہ، خلیہ، و بریہ، بائن اور رتبہ الفاظ کے ساتھ طلاق دینے میں نیت کا اعتبار ہے اور اس پر انہوں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کے قول اور فتویٰ کو ذکر فرمایا ہے کہ اگر اس سے اس کی نیت تین طلاقوں کی ہو تو تین واقع ہونگی اور ایک طلاق کی نیت ہو تو صرف ایک طلاق ہی واقع ہوگی۔

## مصنف ابن ابی شیبۃ !

مصنف ابن ابی شیبۃ میں ایک باب یہ ہے:

"من کره ان یطلق الر جل ثلاثاً فی مقعد و احد واجاز ذلك علیه "

''وہ لوگ جو اس بات کو مکروہ (اور ناجائز) سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک نشست اور ایک مجلس میں تین طلاقیں دے اور وہ ان طلاقوں کو اس پر نافذ کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۰ ج ۴)

اس باب کے تحت انہوں نے وہ احادیث لائی ہیں جو بیک وقت تین طلاقوں کو جائز قرار دیتی ہیں اس کے متصل دوسرا باب باندھا ہے "من رخص للر جل ان یطلق ثلا ثا فی مجلس"

وہ لوگ جو آدمی کو یہ رخصت دیتے ہیں کہ وہ تین طلاقیں ایک مجلس میں دیدے (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۱ ج ۴) اس باب کے تحت انہوں نے وہ حدیثیں لائی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی بیک وقت تین طلاقیں دیدے تو یہ حرام اور کارِ گناہ نہیں۔

## صحیح بخاری !

حضرت امام بخاریؒ کا میلان اس طرف ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا حرام نہیں بلکہ جائز ہے چنانچہ انہوں نے باب باندھا ہے۔ "باب من اجاز طلا ق الثلا ث "

اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ہے "بـاب مـن جـوز طـلاق الثلا ث " ''یعنی تین طلاقوں کے

جواز ونفاذ کا بیان‘‘

امام بخاریؒ کا میلان امام شافعیؒ کی رائے کی طرف ہے کہ اگر کوئی بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو یہ حرام وبدعت نہیں بلکہ جائز ہے۔

اس پر انہوں نے قرآن مجید سے ﴿الطلاق مرتن.....﴾ بطور دلیل پیش فرمائی ہے کہ جب دوطلاقوں کا جمع کرنا خود قرآن مجید کی رو سے جائز ہے تو تین طلاقوں کا جمع کرنا بھی جائز ہے نیز اس دعویٰ پر انہوں نے عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی پیش کیا ہے اس واقعہ میں انہوں نے بیوی کو بیک لفظ تین طلاقیں دیں مگر آپ ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔

نیز اس کے لئے انہوں نے رفاعہ قرظی کی بیوی کا واقعہ بھی پیش کیا ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا مگر آپ ﷺ نے اس پر بھی کسی قسم کے غصے کا اظہار نہیں فرمایا۔

امام بخاری یہاں قرآن وحدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقوں سے تین طلاقیں واقع اور نافذ ہوتی ہیں اور اس طرح طلاق دینا حرام یا بدعت نہیں ہے واللہ اعلم۔

## سنن نسائی!

امام نسائیؒ نے اپنی کتاب سنن نسائی میں یہ باب باندھا ہے کہ :"الثلاثة المجموعة و مافيه من التغليظ"،’’تین طلاقیں اکھٹی دینا اور اس کے بارے میں سختی (اور سخت ناپسندیدگی) کا اظہار‘‘

اس باب کے تحت امام نسائیؒ نے حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کے طلاق کے واقعہ کو لایا ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے بیک وقت طلاق ثلاثہ دینے پر سخت غصے کا اظہار فرمایا اس باب کے متصل دوسرا باب یہ باندھا ہے۔

"باب الرخصة فی ذلك "

’’اکھٹی تین طلاقوں کی رخصت اور جواز کا بیان‘‘

اس باب کے تحت انہوں نے عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے لعان کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ اس میں بیک لفظ طلاق ثلاثہ دیدی گئی مگر نبی کریم ﷺ نے اس پر غصے کا اظہار نہیں فرمایا اس باب کے تحت دوسرا واقعہ انہوں نے فاطمہ بنت قیسؓ کا بیان فرمایا ہے کہ اس کو خاوند نے تین طلاقیں بھیجی تھیں......

اس میں تین طلاقوں کا ذکر ہے مگر نبی کریم ﷺ نے یہاں تین طلاقوں کے دیئے جانے پر غصے کا اظہار نہیں فرمایا:

اس کے متصل امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے باب باندھا ہے"باب الطلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة "غیر مدخولہ عورت کو متفرق طور پر تین طلاقیں دینے کا بیان (یعنی غیر مدخولہ کو یہ کہنا کہ انت طالق ، انت طالق ، انت طالق ، )۔اس کے تحت انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت لائی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ تین طلاقیں دور نبوت ، دور صدیقی رضی اللہ عنہ اور دور فاروقی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں ایک طلاق شمار ہوتی تھی (دیکھئے سنن نسائی ص ۹۹ تا ۱۰۰ ج ۲)

جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق اس غیر مدخولہ کے ساتھ ہے جس کو تکرار لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی گئیں ہوں۔

## سنن ابوداؤد!

حضرت امام ابوداؤدؒ نے اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں باب باندھا ہے:

"بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلث "

اس کے تحت انہوں نے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کے واقعے کی دو قسم کی روایتیں نقل کی ہیں ایک وہ روایت جس میں تین طلاقوں کا ذکر ہے جسے نبی کریمؐ نے ایک قرار دیا دوسری وہ روایت جس میں حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بیوی کو طلاق بتّہ دی تھی اور اسی روایت کو امام ابوداؤدؒ نے ترجیح دی ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے اسی باب کے تحت انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کو ان کے کئی شاگردوں سے نقل فرمایا ہے کہ وہ بیک لفظ تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیتے تھے۔

اور اس باب کے تحت انہوں نے غیر مدخولہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ کو بھی نقل فرمایا ہے کہ غیر مدخولہ کو بیک لفظ تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں۔

پھر اس کے بعد حضرت طاؤس کی روایت کردہ حدیث کو بیان فرمایا ہے اور اس میں انہوں نے اس روایت کو لیا ہے جس کا تعلق غیر مدخولہ کے ساتھ ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

پھر چند ابواب کے بعد انہوں نے ایک باب باندھا ہے"باب فی البتة "

اس کے تحت حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث کو نقل فرمایا ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے بیوی کو "بتّہ" لفظ سے طلاق دی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قسم دی کہ اس لفظ سے تیری نیت ایک طلاق کی تھی۔

اس سے گویا وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ طلاق بتّہ اور اس جیسے کنایہ الفاظ میں نیت کو دیکھا جائیگا اگر

نیت ایک کی ہوتو ایک واقع ہوگی اور اگر نیت تین کی ہوتو تین ہی واقع ہونگی۔

## سنن ترمذی!

امام ترمذیؒ نے ایک باب باندھا ہے "باب ما جاء فی طلاق السنة "

اسکے تحت انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے طلاق کے واقعہ کو نقل فرمایا ہے اور اس سے انہوں نے یہ اشارہ دیا ہے کہ طلاق کا صحیح طریقہ وہی ہے جو نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن عمرؓ کو بتلایا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جو طلاق حیض میں دی جائے وہ واقع ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد دوسرا باب باندھا ہے "باب ما جاء فی الرجل طلق امرأته البتة "

اس کے تحت امام ترمذیؒ نے حضرت رکانہؓ کی اس روایت کو لایا ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ میں نے بیوی کو "بتہ" لفظ سے طلاق دی تھی اور نبی کریم ﷺ نے اسے قسم دی کہ تمہارا ارادہ اس لفظ سے ایک طلاق کا تھا انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالی کی قسم: میں نے اس لفظ سے ایک ہی طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "فهو ما اردت" تو وہ وہی ہے جتنا تو نے ارادہ کیا ہے (یعنی تو نے ایک ہی کا ارادہ کیا ہے تو ایک ہی پڑی اگر تین کا ارادہ کرتے تو تین طلاقیں پڑ جاتیں۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

"وقد اختلف اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرهم فی طلاق البتة فروی عن عمر بن الخطابؓ انه جعل البتة واحدة وروی عن علیؓ انه جعلها ثلاثاً وقال بعض اهل العلم فیه نیةالرجل ان نوی واحدة فواحدة وان نوی ثلاثاً فثلاث وان نوی ثنتین لم تکن الاواحدة وهو قول الثوری واهل الکوفة "

"لفظ بتہ سے طلاق دینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل علم صحابہ کا اختلاف ہے چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے طلاق بتہ کو ایک قرار دیا ہے اور حضرت علیؓ نے اس کو تین طلاقیں قرار دیا ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ آدمی کی نیت پر موقوف ہے اگر ایک طلاق کی نیت ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر تین کی نیت ہے تو تین واقع ہونگی اگر دو طلاق کی نیت کی ہے تو (اس کی معنی میں چونکہ دو طلاقوں کی گنجائش نہیں اس لئے) ایک ہی واقع ہوگی یہ قول حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا ہے۔

## سنن ابن ماجہ!

سنن ابن ماجہ میں ایک باب ہے "باب من طلق ثلاثاً فی مجلس واحدٍ"
''جو شخص ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدے''
اس کے تحت انہوں نے فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو لایا ہے "قالت طلّقنی زوجی ثلاثاً وھو خارج الی الیمن فاجاز ذلك رسول اللّٰہ ﷺ"
''مجھے خاوند نے ایسی حالت میں تین طلاقیں دیں جبکہ وہ یمن کو نکل رہے تھے''
اس باب سے وہ ثابت کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں نافذ بھی ہوتی ہیں اور اس طرح طلاق دینا حرام بھی نہیں ہے۔

اس کے بعد انہوں نے باب باندھا ہے "باب طلاق البتة"
اس باب کے تحت حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو نقل کیا ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق بتہ دیدی تھی اور نبی کریم ﷺ نے اسے قسم دی اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ میرا ارادہ ایک طلاق ہی کا تھا۔
اس باب میں انہوں نے اشارہ دیا کہ بتّہ لفظ سے طلاق دینے میں نیت کا اعتبار ہے اور یہ آدمی کی نیت پر موقوف ہے اگر تین کی نیت کرے تو تین ہونگی اگر ایک کی نیت کرے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۴۶)
یہ چند متقدمین، محدثین کی ترتیب اور طریقہ استدلال آپ کے سامنے ہے جس سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی زیادہ تر بحث اس میں ہے کہ اکھٹی تین طلاقیں جائز ہیں یا ناجائز اور ان کے اختلاف کا تعلق الفاظ کنایہ سے طلاق دینے یا غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں دینے سے ہے۔
نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ تمام متقدمین محدثین حضرت امام بخاریؒ وغیرہ کے نزدیک یہ بات مسلمہ حقیقت تھی کہ مدخولہ کو بیک لفظ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں اور پہلے زمانے کے مشہور محدثین میں سے کسی سے بھی اس بات کو ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اسکے نزدیک مدخولہ عورت کو بیک وقت تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے البتہ طلاق کے دوسرے مسائل مثلاً غیر مدخولہ وغیرہ کے بارے میں ان کے اندر کچھ اختلاف پایا جاتا ہے جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے اب اس کے باوجود محدثین کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کا مسلک یہ ہے کہ تین طلاقیں دینے سے ایک واقع ہوتی ہے ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے مترادف ہے۔
بلاشبہ یہ انہی لوگوں کا رویہ ہوتا ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے خالی ہوتے ہیں اور آخرت کو

بھول کر دنیا کے پیچھے پڑنے والے ہوتے ہیں۔

## ائمہ اربعہ!

مشہور ومعروف ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت احمد بن حنبلؒ تابعین اور تبع تابعین میں شامل ہیں۔

ظاہر ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ اور جلیل القدر فقہاء تابعین کے زیر بحث مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے اتفاق کے خلاف کیسے فتویٰ دے سکتے ہیں لیکن پھر بھی اس مسئلہ میں ان کی رائے اور ان کے فتوؤں کو نقل کرنا اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ ایک تو ان ائمہ اربعہ کے دور میں جلیل القدر علماء فقہاء اور مجتہدین صحابہ کرامؓ کے صحبت یافتہ شاگرد موجود تھے جو علوم دینیہ فقہ وحدیث کے امام تھے خصوصاً حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کے بارے میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کے دور میں پیدا ہوئے اور انہوں نے ان کے زمانے کو پایا ہے اور یہ دونوں حضرات اسلام کے اہم مراکز میں تھے جہاں سب سے زیادہ فقہاء اور اہل علم صحابہ کرامؓ نے قیام فرمایا ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ کیا انہوں نے صحابہ کرامؓ کے علوم سے براہ راست استفادہ کیا ہے یا نہیں؟ یہ ایک لمبی بحث ہے جس کی جگہ یہ نہیں البتہ یہاں ان کے اتفاق واتحاد کو نقل کرنے سے مقصد یہ ہے کہ ان کے اتفاق سے بھی یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے دور میں بھی کوئی ایسا قابل اتباع فقیہ مجتہد تابعی موجود نہیں تھا جنکے علم پر لوگوں کو اعتماد تھا پھر بھی انہوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہو۔

نیز ان کے اتفاق واتحاد سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ ائمہ اربعہ کے دور تک سوائے روافض کے باقی تمام امت اس پر متفق تھی کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں ایک نہیں۔

## ائمہ اربعہ پر مسلمان اعتماد کیوں کر رہے ہیں؟

یہاں ائمہ اربعہ کے متعلق یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ ان کے علم وتقویٰ ان کی فقاہت اور اجتہادی صلاحیتوں سے مسلمان بڑی حد تک مطمئن تھے اس لئے وہ فروعی مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور اجتہادی مسائل کا حل ان سے معلوم کرتے تھے اگرچہ تبع تابعین کے دور میں دوسرے ائمہ مجتہدین بھی موجود تھے اور لوگ مسائل میں ان کی طرف رجوع بھی کرتے تھے نیز ان کے شاگردوں نے ان کے آراء اور ان کے فتاویٰ اور ان کے بیان کردہ اصول وقواعد کو محفوظ کر لیا اور وہ برابر تسلسل کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں اور یہ وہ فتاویٰ ومسائل

اوراصول وقواعد ہیں جوقرآن وحدیث اورصحابہ کرام ﷺاوران کے شاگردوں کی ارشادات وتعلیمات سے ماخوذ ہیں اس لئے یہ بات بے جانہ ہوگی کہ اگرکوئی کہے کہ جب ان چاروں ائمہ مجتہدین کا کسی مسئلے پر اتفاق ہوتو پوری امت کو چاہیئے کہ وہ ان کے متفقہ فیصلوں سے انحراف نہ کرے کیونکہ ان کے استاد جلیل القدر تابعین تھے اوران کے اس اتفاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ (دورِتابعین) کے جلیل القدر علماء وفقہاء جوائمہ متبوعین کے استاد تھے اور جنہوں نے براہ راست صحابہ کرام ﷺ اوران کے عمل کو دیکھا تھا اور جن پران کا اعتماد تھا گویا وہ بھی اس مسئلہ پر متفق تھے۔

## خلف وسلف اورائمہ اربعہ کا فتویٰ!

جس شرعی مسئلہ پر اہل علم ومفتی جلیل القدر صحابہ کرام ﷺ متفق ہو چکے ہوں صحابہ کرام ﷺ کے ایسے اجماع میں باقی امت کے لئے یہ گنجائش نہیں رہتی کہ وہ ان کے اجماعی فیصلوں کے خلاف فتویٰ دیں اور نہ ان کے اجماعی فیصلوں کے خلاف بعد میں کسی بڑے سے بڑے صاحبِ علم کی بات مانی جاسکتی ہے اور نہ ایسے مسائل جن پر صحابہ کرام ﷺ کی جماعت کی علماء وفقہاء متفق ہو چکے ہوں ایسے مسائل پران کے بعد والوں کے فتاویٰ کو بطور دلیل پیش کرنے کی چنداں ضرورت ہے کیونکہ جب کسی مسلمان کے نزدیک یہ ثابت ہو چکا کہ فلاں مسئلہ پر صراحت کیساتھ تمام صحابہ کرام ﷺ کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اوراس مسئلہ کے بارے میں ان میں کوئی اختلاف نہیں تو وہ اس کے خلاف کیسے فتویٰ دے سکتے ہیں۔

چہ جائیکہ ائمہ اربعہ جیسے متقی اورصاحب بصیرت حضرات جن کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہو کہ کوئی قدم اللہ تعالیٰ اوراسکے رسول کے حکم وطریقہ کے خلاف نہ اٹھنے پائے۔

البتہ یہاں ان کا اتفاق نقل کرنا اس لئے مناسب سمجھتا ہوں تاکہ کسی کے دل میں یہ کھٹکہ نہ رہے کہ شاید اہل فتویٰ صحابہ کرام ﷺ کا اس مسئلہ میں کچھ اختلاف ہوگا یا ان کے فتوے کی کوئی تاویل ہوسکتی ہو یا اس مسئلہ کے متعلق ان کی دورائے ہوسکتی ہوں اوراس کی وجہ سے ائمہ اربعہ میں اس مسئلہ کے متعلق کچھ اختلاف واقع ہوا ہو۔

مزید اطمینان وتسلی کے لئے اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کے فتاویٰ کو نقل کردیتا ہوں:

امام قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

"قال علماء ناواتفق ائمة الفتوٰی علی لزوم ایقاع الطلاق الثلاث بکلمة واحدة وھوقول جمھور السلف"

ہمارے علماء نے کہا ہے اوراس پر ائمہ فتویٰ کا اتفاق ہے کہ ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں

اوراسکے جمہورسلف قائل ہیں۔ (تفسیر قرطبی ص۸۹ ج۳)

۲۔ امام ابوبکر جصاص احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

" فالكتاب والسنة واجماع السلف الصالحين توجب ايقاع الثلاث معاًوان كانت معصية"

پس قرآن وسنت اوراجماع سلف صالحین کا یہی فیصلہ ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے۔(احکام القرآن للجصاص،ص۳۸۸ ج۱)

۳۔ امام نووی شافعیؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔

"وقد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال الشافعي ومالك و ابوحنيفه واحمد و جماهيرالعلماء من السلف والخلف يقع الثلاث "

جوشخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ انت طالق ثلاثا اس کے حکم میں علماء نے اختلاف کیا ہے امام شافعیؒ ،امام مالکؒ،امام ابوحنیفہؒ امام احمدؒ اور جمہور علماء سلفاء وخلفاء فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

۴۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذکریاؒ لکھتے ہیں:

"قال الزرقاني والجمهور على وقوع الثلاث بل حكى ابن عبدالبر الاجماع قائلاً ان خلافه شذوذلايلتفت اليه ........وقال العيني مذهب جماهير العلماء ان من طلق امرأته ثلاثا وقعن ولكنه يأثم وقالوا من خالف في ذالك فهوشاذ و مخالف لاهل السنة وانما تعلق به اهل البدع ومن لا يلتفت اليه لشذوذ عن الجماعة التي لايجوز عليهم التواطؤ على تحريف الكتاب والسنة " (اوجزالمسالك ص ۱۳۳ ج٤)

زرقانی فرماتے ہیں اور جمہور امت تین طلاقوں کے واقع ہونے پر متفق ہیں بلکہ (حافظ) ابن عبدالبر نے اس پر اجماع نقل کر کے فرمایا ہے کہ اس کا اس میں اختلاف شاذ ہے،جس کی طرف التفات نہیں کیا جائیگا اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جمہور علماء اس کے قائل ہیں جو شخص بھی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے گا وہ پڑ جائیں گی لیکن اس طرح یکبارگی طلاق دینے والا گنہگار ہوگا اور انہوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس مسئلہ میں مخالفت کرے وہ شاذ ہے اور اہلسنت کا مخالف ہے اور اس نے اس مسئلہ میں اہل بدعت اور ایسے لوگوں کی پیروی کی جو مسلمانوں کی جماعت سے کٹ جانے کی وجہ سے قابل التفات نہیں۔

۵۔ یادرہے! جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بعض مالکی علماء بعض حنفی اور بعض حنبلی علماء نے بھی یہ فتویٰ دیا ہے کہ بیک وقت تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے یہ محض افتراء اور جھوٹ ہے بلکہ ائمہ اربعہ اور ان کے تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ بیک کلمہ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

اس کی پوری تفصیل موسوعۃ الامام الشافعیؒ ص ۵۱۴ ج ۶ میں موجود ہے۔

۶۔ حافظ ابن القیم کے شاگرد علامہ ابن رجب حنبلی کہتے ہیں:

”اعلم انه لم يثبت عن احدمن الصحابة والتابعين ولامن ائمة السلف المتعمدفی الفتاوٰی فی الحلال و الحرام شئی صريح فی ان طلاق الثلاث بعد الدخول يحسب واحدة بلفظ واحد.“

یہ بات جان لو کہ صحابہ کرامؓ تابعین اور آئمہ سلف جن کا قول حلال وحرام میں معتبر مانا جاتا ہے کسی سے بھی صراحت کے ساتھ یہ ثابت نہیں ہے کہ رخصتی کے بعد کی تین طلاقیں جو بیک لفظ دی گئی ہوں ایک شمار ہوگی

(مجلة الحبوث الاسلاميه المجلدالاول العدد الثالث الرياض المكة المكرمة)

۷۔ ولا حاجته الى الاشتعال بالا دلة على ردقول من انكروقوع الثلاث جملة لانه مخالف للاجماع كما حكاه فی المعراج ولذاقالوا حكم حاكم بان الثلاث بفم واحدة واحدة لم يفزه حكمه لانه خلاف لااختلاف .“

جو شخص اکھٹی تین طلاقوں کے وقوع کا انکار کرے اس کے قول کو رد کرنے کیلئے دلائل اکھٹا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا یہ قول اجماع کے مخالف ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں، اس وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی حاکم یہ فیصلہ کرے کہ بیک زبان دی ہوئیں تین طلاقیں ایک ہے تو اس کا یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا کیونکہ اس مسئلہ میں اجتہاد کی گنجائش نہیں اجتہاد تو اختلافی مسائل میں ہوتا ہے لہٰذا قاضی کا یہ فیصلہ اختلاف نہیں بلکہ حکم شرعی کی مخالفت ہے۔

۸۔ سعودی عرب نے ایک تحقیقاتی اعلیٰ ترین فقہی مجلس قائم کر رکھی ہے جو حرمین شریفین اور ملک کے دوسرے بڑے بڑے علماء پر مشتمل ہے، جس کا فیصلہ تمام ملکی عدالتوں میں نافذ ہے اس مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کا مسئلہ پیش ہوا اس پر اس تحقیقاتی کمیٹی نے قرآن وحدیث اور صحابہ کرامؓ کے آثار اور فتاویٰ اور اجماع امت کی روشنی میں پوری بحث کے بعد اپنے اکثریتی فیصلے میں ہی طے کیا ہے کہ:

”القول بوقوع الثلاث بلقط واحد ثلاثاً“

ایک لفظ میں تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

اس تحقیقاتی مجلس اور فیصلے میں سعودی عرب کے شریک اکابر علماء کے نام یہ ہیں

۱۔ شیخ عبدالعزیز بن باز
۲۔ شیخ عبداللہ بن حمید
۳۔ شیخ محمد الامین الشنقیطی
۴۔ شیخ عبداللہ خیاط
۵۔ شیخ سلیمان بن عبید
۶۔ شیخ محمد حرکان
۷۔ شیخ ابراہیم محمد آل شیخ
۸۔ شیخ عبدالرزاق عفیفی
۹۔ شیخ صالح بن غصون
۱۰۔ شیخ محمد بن جبیر
۱۱۔ شیخ عبدالمجید حسن
۱۲۔ شیخ راشد بن ختین
۱۳۔ شیخ صالح بن الحیدان
۱۴۔ شیخ محضار عقیل
۱۵۔ شیخ عبداللہ بن غدیان
۱۶۔ شیخ عبداللہ منیع
۱۷۔ شیخ عبدالعزیز بن صالح

دیکھئے مجلته البحوث الاسلامیه المجلدالاول العدد الثالث۔

سعودی عرب کے علماء حضرت حافظ ابن تیمیہ سے حد درجہ متاثر ہیں۔ان کیلئے حضرت حافظ ابن تیمیہ کے فتویٰ سے انحراف انتہائی مشکل ہوتا ہے۔

لیکن جب انہوں نے اس مسئلہ میں بحث وتحقیق شروع کی تو شاید انہیں معلوم ہوا کہ حافظ ابن تیمہ کا مسلک محض غلط فہیموں پر مبنی ہے جس میں کوئی قوت نہیں اس لئے انہوں نے حضرت حافظ سے خلاف کیا ورنہ اگر اس میں ذرہ برابر بھی وزن ہوتا تو یہ علماء اس سے صرف نظر نہ کرتے۔واللہ اعلم

## بیک لفظ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں!

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کے اجماع اور ائمہ متبوعین اور اہل السنّت والجماعۃ کا متفقہ فتویٰ یہی ہے کہ:

بیک لفظ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں اور جنہوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے ان کو یا تو کسی حدیث سے غلط فہمی ہوئی اور وہ اس کی درست تاویل نہ کرسکے یا اس مسئلہ میں انہوں نے رافضیوں کی اتباع کی ہے۔یا محض ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ناحق پر ڈٹ جانے والے ہیں۔

## بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع پر بحث کا خلاصہ!

قرآن مجید کی آیتوں سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ ایک مرد کو اپنی بیوی پر تین طلاق کا اختیار حاصل ہے اس سے زیادہ کا نہیں اور وہ اس اختیار کو جس طرح بھی استعمال کرے گا خواہ بیک لفظ ہو یا بیک وقت الگ الگ الفاظ کیساتھ ہو یا تین الگ الگ طہروں میں تین طلاق دیدے تو عدت کے اندر اندر بہرصورت تین طلاقیں واقع ہونگی۔اس طرح عہد نبوت میں ﴿ الطلاق مرّتٰن ﴾ والی آیت کے نزول کے بعد بیک وقت یا بیک لفظ تین طلاقوں کے جتنے واقعات پیش آئے ہیں ان سب آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسی صورتوں میں بھی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا ہے۔

عہد نبوت کے بعد خلفاء راشدین اور اہل علم و تقویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہمیشہ یہی فتویٰ دیتے رہے ہیں کہ عدت کے اندر اندر بہرصورت تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں

البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں یہودی سازش کے تحت سبائی فتنہ پیدا ہوا جس کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈالی جائے آنے والی نسلوں کو نبی کریم ﷺ کے بلاواسطہ شاگردوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت سے متنفر کردیا جائے اور لوگوں کے دلوں میں قرآن مجید اور اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کردیئے جائیں اور اسطرح کے کرتوت سے وہ اسلام کے پورے حلیہ کو بگاڑنے اور مٹانے کی کوشش کرتے رہے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت سے اجماعی مسائل میں اختلاف پیدا کیا جن میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ تین طلاقیں اکھٹی واقع نہیں ہوتی اور تابعین کے دور میں اس گروہ نے ایک سازش یہ کی کہ انہوں نے ایک بوڑھے کے ذریعے اس بات کی پھیلانے کی کوشش کی کہ حضرت علیؓ کے نزدیک ایک مجلس یا ایک طہر کی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں مگر اس دور میں ان کی بات زیادہ نہ چل سکی کیونکہ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے براہ راست شاگرد موجود تھے اور امام اعمش رضی اللہ عنہ نے ان کی اس سازش کو بے نقاب کردیا کہ یہ دراصل سبائیوں کی سازش ہے خلاصہ یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی تمام اہل علم ائمہ محدثین، آئمہ مجتہدین اور چاروں اماموں کا اس پر اتفاق اور اجماع رہا کہ مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

تابعین اور تبع تابعین کے کسی بھی معتبر عالم اور فقیہ سے اس بات کو ثابت نہیں کیا جاسکتا جس نے مدخولہ عورت کے تین طلاقوں کو ایک قرار دیا ہو۔

اس کے بعد تیسری صدی ہجری میں امام بخاری امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور ابن

ماجہ وغیرہ کے دور کے کسی بھی حدیث کے معتبر امام سے صراحت کے ساتھ ثابت نہیں کیا جاسکتا جو عدت کے اندر بھی تین طلاقوں کے ایک ہونے کا قائل ہو۔

اسکے بعد بھی سات سو سال تک تمام فقہاء، مجتہدین اور علمائے اسلام کا یہی فتویٰ رہا کہ عدت کے اندر اندر تین طلاقیں ہرصورت میں تین ہی واقع ہوتی ہیں اور ان سات سو سالوں میں کسی معتبر امام، فقیہ اور عالم کے بارے میں معلوم نہیں جو تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا قائل ہو۔

البتہ سات سو سال کے بعد حافظ ابن تیمیہ نے بیک وقت تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیدیا حافظ ابن تیمیہ اگر چہ معتبر شخصیت ہیں، مگر ان کی یہ رائے شاذ اور غلط فہمی پر مبنی تھی اسلئے اس وقت کے تمام فقہاء اور علماء کرام نے ان کے فتویٰ کو رد کر دیا۔ بلکہ حافظ ابن تیمیہ کے اس تفرد کے ساتھ ان کے اپنے شاگردوں نے بھی اتفاق نہیں کیا اور ان کے شاگرد امام ذہبی نے ان کی سخت مخالفت کی امام شمس الدین احمد بن عبدالہادی نے بھی سخت رد لکھا البتہ حضرت حافظ کے معتبر شاگردوں میں سے صرف حافظ ابن القیم نے ان کے اس فتویٰ کی تائید کی اور اعلام الموقعین اور زاد المعاد میں اس پر پوری بحث بھی کی لیکن اس پوری بحث کی بنیاد چونکہ غلط فہمی اور مغالطوں پر تھی اس لئے کسی معتبر عالم اور فقیہ نے اسے قبول نہیں کیا البتہ چودھویں صدی میں جب مسلمانوں کی حکومت ختم ہوگئی اور انگریز نے ہندوستان وغیرہ پر اپنی سلطنت قائم کی تو اس دور کی ایک نئی جماعت اہل حدیث کے نام پر وجود میں آئی اس جماعت کے بعض علماء مثلاً؛ مولانا عبدالرحمان مبارکپوری، مولانا شمس الدین ڈیانوی اور مولانا نذیر حسین دھلوی نے پھر حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی تفرد کو قبول کیا اور انہوں نے تین طلاقوں کے ایک ہونے کا فتویٰ دیدیا اور اس کے متعلق کچھ دلائل کے نام سے ایسی باتیں لکھیں جو درحقیقت دلائل نہیں بلکہ ان کی حیثیت مغالطوں کی ہے جن میں سے بعض کی طرف اسی مضمون میں اشارہ کر چکا ہوں اور بعض ایسے مغالطے ہیں جن کی اصلیت معمولی غور و فکر سے سمجھی جاسکتی ہیں اس لئے ان کو چھوڑ دیا۔

یہی وجہ ہے کہ ان کے اس فتویٰ کو اہل السنّت والجماعت تو کجا، خود ان کے اپنے گروہ کے حق پرست اور انصاف پسند علماء جیسے ابو سعید شرف الدین دہلوی وغیرہ نے بھی مسترد کر دیا ہیں اور ان کے خلاف میں زبردست رد لکھا ہے۔

## ایک بدترین دھوکہ!

بعض لوگ اپنی کسی بات کو منوانے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لئے جب کوئی اپنا دعویٰ پیش کرتے ہیں تو

فوراً قرآن مجید کی اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں:﴿یاایّھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللہ ورسولہ﴾

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اسکی رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو پھر اگر کسی چیز میں تم تنازعہ اور جھگڑا کرو تو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔''

وہ اس آیت کو پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دے کر یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ میری بات اور میرا نظریہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور میرا مقابل قرآن وسنت چھوڑ کر خالص اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے۔

حالانکہ وہ اس طرح کرنے سے ایک بدترین دھوکہ اور قرآن وسنت میں تحریف معنوی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

آخر اس کا مطلب اسکے سوا اور کیا ہے کہ وہ اپنی بات کو قرآن مجید بھی قرار دے رہا ہے اور سنت بھی آخر یہ در پردہ دعوت نبوت یا کم از کم بدترین دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔

مثلاً: زیر بحث مسئلہ میں قرآن مجید کی آیتیں اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور قرآن وسنت کی روشنی میں خلفاء راشدین اور صحابہ کرام ﷺ کا اجماع یہ ثابت کرتا ہے کہ مرد کے اختیار میں تین طلاقیں ہیں اور جب وہ اپنی بیوی کو عدت کے اندر تین طلاقیں دیتا ہے خواہ وہ بیک زبان ہوں یا الگ الگ تین طہروں میں ہوں اس سے بہر حال بیوی جدا ہوگئی اور یہ عورت اس سابقہ خاوند کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتی جب تک کہ وہ کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح نہ کرلے۔

لیکن وہ اس مسئلہ میں بھی اپنا مدعیٰ پیش کر کے اسی آیت کی آڑ میں خود قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کی مخالفت کرتے ہیں اور جذبات کی رو میں بہہ کر قرآن مجید کی ان وعیدوں سے غافل ہو جاتے ہیں جو اجماع کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں آئی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اجتماعی فیصلوں کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ ﴿والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعو ھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضواعنہ واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھار خلدین فیھا ابدا ذلك الفوز العظیم﴾

یعنی ''جن مہاجرین اور انصار نے پہلے اسلام قبول کیا اور جنہوں نے عمدگی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے

نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے (جس کو نصیب ہو جائے)۔'' (سورۂ توبہ آیت ۱۰۰)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ صحابہ کرام ﷢ کے اجماعی فیصلوں کی پیروی کرتے ہیں وہ یقیناً ایسی چیز پر عمل کرتے ہیں جس پر اللہ پاک راضی ہیں اور ان کے لئے جنت ہے۔

۲۔ اس کے برعکس جو لوگ ان کی پیروی سے منہ موڑتے ہیں ان کے متعلق ارشاد ہے:

﴿ومن یسثا قق الر سول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی و نصله جهنم oو ساء ت مصیرا﴾

''اور جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے بعد اسکے کہ اس کیلئے ہدایت کی سیدھی راہ واضح ہو چکی ہے اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے تو ہم اس کو ایسی طرف پھرنے اور جانے دیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور ہم اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''۔ (سورۃ النساء آیت ۱۱۵)

اس آیت کریمہ میں مومنین سے مراد سر فہرست رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ﷢ کی جماعت ہے جو نبی کریم ﷺ کے بلا واسطہ شاگرد اور فیض یافتہ ہیں اس آیت کریمہ میں دو چیزوں پر سخت تنبیہ کی گئی ایک رسول ﷺ کے ساتھ بغض اور اس کی مخالفت میں منافقین کا ہمیشہ یہ رویہ رہا ہے کہ در پردہ رسول ﷺ کی مخالفت کرتے تھے اور دوسری بات مسلمانوں کی متفقہ اور اجماعی فیصلوں اور ان کے راستے کے خلاف چلنا۔

بلاشبہ صحابہ کرام ﷢ نے زندگی کا جو طریقہ اختیار کیا اور جن دینی امور پر ان کا اجماع ہوا یہ انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں کیا ہے اور صحابہ کرام ﷢ کی راہ اور انکے اجماعی فیصلے ہی سراسر ہدایت الٰہی پر مبنی تھے اسی وجہ سے اس جماعت کی اتباع رسول ﷺ کی اتباع ہے اور اس سے ہٹ کر کوئی اور راہ نکالنا اور ان کے متفقہ دینی فیصلوں سے اعراض کرنا گمراہی ہے۔

حق کے قبول کرنے یا رد کرنے کے معاملے میں اللہ کے ہاں جبر و کراہ کی گنجائش نہیں جو شخص دانستہ طور پر صحابہ کرام ﷢ اور مسلمانوں کی متفقہ راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرتا ہے اللہ اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتا وہ اپنے رخ کو جدھر پھیر دیتا ہے اللہ اس کو اس رخ پر چلنے دیتا ہے البتہ یہ مخالف راہ اس کو سیدھا جہنم میں لے جا کر گرائے گی۔

قرآن مجید کی ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ راہ وہی ہے جو صحابہ کرام ﷢ کی راہ

ہے اور اس کی بدولت اللہ اپنے بندوں کو جنت میں داخل کردیں گے اور جس کے دل میں نبی کریم ﷺ سے بغض ہو اور وہ اس کی در پردہ مخالفت کرتا ہو اور جو شخص مسلمانوں خصوصاً صحابہ کرام ؓ کے متفقہ دینی فیصلوں کی مخالفت کرتا ہو وہ بالآخر توفیق الٰہی سے محروم ہوکر شیطان کے ہاتھوں کا کھلونا بن جاتا ہے۔

الحمد اللہ میں مسلمانوں کی کسی بھی جماعت خواہ اہل حدیث کی جماعت ہو یا کوئی اور جماعت ہو کے متعلق بدگمانی نہیں کرتا کہ وہ (العیاذ باللہ) دانستہ طور جان بوجھ کر صحابہ کرام ؓ کے متفقہ فیصلوں کی مخالفت کرتے ہیں یا وہ جہنمی جماعت ہے البتہ ان سے یہ درخواست ضرور کرتا ہوں کہ وہ اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں اور کم از کم اپنے اندر گنجائش ضرور پیدا کریں کہ جن مسائل پر علماء اسلام کا اتفاق ہو ان سے ہٹ کر الگ راستہ اختیار نہ کریں کیونکہ مذکورہ آیتوں میں مسلمانوں کو یہ ترغیب دی گئی ہے کہ وہ صحابہ کرام ؓ اور مسلمانوں کی متفقہ راہ اور ان کی اجماعی فیصلوں کو ہرگز نہ چھوڑیں اور نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے ارشادات میں بہت زور دیا ہے کہ کوئی مسلمان مسلمانوں کی جماعت سے الگ راہ اختیار نہ کرے۔

## خلفاء راشدین کی پیروی پر زور!

چنانچہ خلفاء راشدین کی پیروی پر زور دے کر فرمایا: ((ومن یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الر اشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم و محد ثات الا مور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة))

''تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ (دینی مسائل وغیرہ) بہت اختلاف کو دیکھے گا ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم جانو اور اسی کو مضبوطی سے پکڑو اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اور تم دین میں نئی نئی باتیں کرنے سے بچو اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (احمد ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰة باب الاعتصام)

بدعت کے سلسلے میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

''جو نئی بات پیدا کی جائے اگر وہ کتاب کے مخالف صحابہ ؓ کے اقوال کے منافی اور اجماع امت کی برعکس ہو تو وہ گمراہی ہے اور جو چیز ایسی نہیں اس میں کوئی حرج نہیں [1]۔'' (دیکھئے مظاہر حق جلد اول باب الاعتصام)۔

---

[1] اگر زندگی رہی تو ان شاءاللہ بدعت پر تفصیلی مضمون لکھنے کی کوشش کروں گا۔

## صحابہ کرامؓ کی متفقہ راہ اور مسائل اپنانے پر زور!

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک تفصیلی روایت میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کی طرز زندگی اور ان کے متفقہ راہ پر زور دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((ان بنی اسرائیل تفرقت علی اثنتین و سبعین ملة و تفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول الله قال ما انا علیه و اصحابی))(ترمذی مشکوٰۃ)

''بنی اسرائیل کی قوم بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئی تھی اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائیگی تمام فرقے جہنم کی آگ میں ہونگے سوائے ایک فرقہ کے وہ جہنم کے بجائے جنت میں ہوگا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ فرقہ کونسا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس طریقے پر میں اور میرے صحابہ کرامؓ ہیں۔

اس حدیث کی پوری تشریح آپ کو راقم کی کتاب ''مسلک اعتدال'' میں ملے گی البتہ اس سے یہ بات واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ کے اجماعی فیصلوں سے اعراض کرنے والی جماعت جنتی فرقہ نہیں بلکہ جہنمی ہے اللہ حفاظت فرمائے۔

۲۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا

((من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الا سلام من عنقه))(احمد ابوداؤد،مشکوٰۃ)

''جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہوا اس نے اسلام کا پٹہ اپنے گردن سے نکال دیا''

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان لایجمع امتی اوقال امة محمدعلی ضلالة ویدالله علی الجماعة ومن شذّ شذ فی النار))

''بے شک اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہو وہ جنتیوں کی جماعت سے الگ کر کے تنہا دوزخ میں ڈالا جائیگا۔'' (ترمذی، مشکوٰۃ)

قرآن مجید کو مذکورہ آیتیں اور چند احادیث اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں کہ عافیت اور جہنم سے چھٹکارہ اور جنت میں جانے کی راہ یہی ہے کہ قرآن وسنت صحابہ کرامؓ کے طریقوں کو اپنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت صحابہ کرامؓ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے اور صحابہ کرامؓ کے متفقہ فیصلوں میں اعراض وخلاف بچائے رکھے۔ (آمین)

## طلاق معلق اور اس کے مسائل!

طلاق کے وقوع کو مستقبل میں کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے یا کسی وقت پر موقوف کرنے یا طلاق کو کسی چیز کے ساتھ جوڑنے کو طلاق معلق کہا جاتا ہے۔[1]

مثلا: کوئی مرد اپنی بیوی سے کہہ دے کہ اگر تو نے فلاں کام کیا تو تجھ کو طلاق ہے۔اب اگر عورت وہ کام کرے گی تو اس پر طلاق پڑ جائیگی۔

۲۔ طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا اس وقت درست ہوتا ہے جبکہ عورت کو طلاق دینے کا ذکر ہو اور وہ اس تعلق کے وقت منکوحہ ہو یا اگر منکوحہ نہ ہو لیکن طلاق کا ذکر ہو اور اس طلاق کی اضافت نکاح کی طرف کردے مثلاً؛ شوہر یوں کہے اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے۔[2]

۳۔ اگر کسی شخص نے بیوی کو کہا کہ اگر تو فلاں کام کر یگی تو تجھے طلاق ہے اب جب بھی عورت وہ کام کر یگی تو اس پر ایک رجعی طلاق پڑ جائیگی۔[3]

۴۔ اگر کسی عورت کے بارے میں یہ کہا کہ اگر میں نے اس سے نکاح کیا تو وہ مجھ پر طلاق ہے اگر اس شخص نے اس عورت کے ساتھ نکاح کیا تو اس عورت پر غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے ایک بائن طلاق پڑ جائیگی کیونکہ طلاق پڑ جانے کے ساتھ ہی غیر مدخولہ کی عدت ختم ہو جاتی ہے اور اپنے شوہر سے جدا ہو جاتی ہے

---

۱ ـ الطلاق المعلق: هو مارتب وقوعه علىٰ حصول أمرفى المستقبل بأداة من أدوات الشرط أى التعليق مثل ان ، واذا، متى ولو ، ونحوها كأن يقول الرجل لزوجته أن دخلت دار فلان فأنت طالق اذا سافرت الى البلدة فأنت طالق أو ان خرجت من المنزل بغير اذنى فانت طالق اومتى كلمت فلاناً فأنت طالق ـ ( الفقه الاسلامى ص٤٤٤ ج٧)

۲ ـ باب التعليق ـ انما يصيح فى الملك كقوله لمنكوحته ان زدت فأنت طالق او مضافاً اليه كان نكحت فانت طالق۔ ( البحر الرائق ص ٣ ج٤)

۳ ـ ففيها ان وجد الشرط انتهت اليمين ( قوله فيها ان وجد الشرط انتهت اليمين ) أى فى الفاظ الشرط ان وجدالمعلق عليه انحلت اليمين وحنث وانتهت لانها غيره مقتضية للعوم والتكرار لغة فبوجود الفعل مرة يتم الشرط ولا يتم بقاء اليمين بدونه واذا تم وقع الحنث فلا يتصور الحنث مرة أخرىٰ الابيمين الاخرىٰ أوبعموم تلك اليمين ولا عموم ـ ( البحر الرائق ص١٤ الى ٥١ ج٤)

البتہ اگر یہ شخص اپنے مطلقہ بیوی کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا چاہے اور بیوی بھی اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے پر راضی ہو تو یہ دونوں بلا حلالہ آپس میں دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

۵۔ اگر کسی شخص نے بیوی سے یہ کہہ دیا کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو تجھے تین طلاقیں ہیں ایسی صورت میں جب بھی وہ کام کرے گی اس پر تینوں طلاقیں پڑ جائینگی۔

## تین طلاقیں پڑنے سے بچنے کی تدبیر!

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ اگر تو نے فلاں کام کیا تو تجھے تین طلاقیں ہیں اور عورت کے لئے اس کام سے بچنا سخت مشکل ہے مثلاً شوہر نے بیوی سے یہ کہہ دیا کہ گر تو نے اپنی والدہ کی خدمت کی تو تجھے تین طلاقیں یا اگر کسی شخص کا اپنے بھائی سے جھگڑا تھا اور وہ غصے میں یہ کہہ دے کہ اگر میں نے پھر تیری کوئی مالی مدد کی تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی مرد طلاق معلق میں تین طلاق پڑنے سے بچنا چاہتا ہے تو اس کے لئے جائز تدبیر یہ ہے کہ اس کام کے کرنے سے پہلے بیوی کو ایک طلاق دے ایسی صورت میں شرط پوری کرتے وقت وہ اس کے نکاح میں نہیں ہے۔ اسکے بعد اگر میاں بیوی دونوں آپس میں نکاح پر رضامند ہوں تو آپس میں مہر مقرر کر کے گواہوں کے سامنے دوبارہ نکاح کر لیں اس کے بعد اگر وہ مشروط پھر صادر ہو جائے تو پھر طلاق نہیں پڑے گی۔[۱]

## تفویض طلاق یعنی طلاق کا معاملہ عورت کے سپرد کر دینا!

عورت کو کسی شرط پر یا ویسے اپنے پر طلاق ڈالنے کے اختیار دینے کو تفویض طلاق کہا جاتا ہے۔[۲]

۱۔ تفویض طلاق اس وقت صحیح ہے جبکہ اس کی منکوحہ ہو۔[۳]

---

۱ ۔ فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعدالعدّة تدخلها فتحلّ اليمين فينكحها ۔ ( الدّرالمختار ص ۲۰۵ ج ۲ )

۲ ۔ والتفويض : جعل الأمر باليد او تمليك الطلاق نفسها منه أو تعليق الطلاق على مشيئة شخص أجنبى ، كان يقول له فلان زوجتنى ان شئت۔ (الفقه الاسلامى ص ٤١٤ ج٧۔

۳ ۔ يصيح التفويض عندالحنفية مقارناً لانشاء عقد الزواج أوبعده أثناء الزوجية ۔ ( الفقه الاسلامى و ادلته ص ٤٢٣ ج٧)

۲۔ اگر کسی شخص نے بیوی کو طلاق دینے کا اختیار دیدیا اب اس عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے آپ کو طلاق دے عورت کو جس وقت تک اختیار حاصل ہو اس وقت کے اندر اگر مرد اپنے اختیار کو واپس لینا چاہے تو وہ اس کو واپس نہیں لے سکتا بلکہ اگر وہ بیوی کو روک بھی دے کہ آپ طلاق نہ لیں پھر بھی اگر وہ مقررہ وقت میں طلاق لے لیتی ہے تو اس کو طلاق ہو جائیگی۔[1]

۳۔ اگر اس نے صرف یہ کہا کہ میں نے تم کو طلاق لے لینے کا اختیار دیدیا یا طلاق دینے کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے تو طلاق کا یہ اختیار اس مجلس کی حد تک حاصل ہوگا اگر وہ اس مجلس میں یہ کہہ دے کہ میں نے طلاق لے لی۔ یا میں نے اپنے اوپر طلاق ڈالدی تو اس عورت پر ایک رجعی طلاق واقع ہوگی، اگر اس نے اسی مجلس میں طلاق نہیں لی بلکہ وہاں سے اُٹھ کر چلی گئی یا بیٹھی تھی پھر لیٹ گئی یا نماز کے لئے کھڑی ہوگئی، یا کوئی دوسرا کام کرنے لگی تو اب اس کو دیا گیا اختیار باطل اور ختم ہوگیا اس کے بعد اگر وہ یہ کہتی ہے کہ میں نے طلاق لے لی تو طلاق اس پر نہیں پڑے گی۔[2]

۴۔ اگر شوہر نے یہ کہہ دیا تو جب چاہے یا جس وقت چاہے اپنے آپ کو طلاق دے دے ایسی صورت میں اس کو یہ اختیار مرتے دم تک حاصل ہوگا[3] جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دیدے اسی طرح اگر اختیار کیلئے کوئی وقت یا حد مقرر کردی تو عورت کو اسی مقررہ وقت تک اختیار حاصل ہوتا ہے مثلاً، شوہر نے کہا چوبیس گھنٹے تک آپ کو طلاق کا حق حاصل ہے اس چوبیس گھنٹے کے اندر اندر وہ اگر آپ طلاق لے لے تو اس پر طلاق پڑ جائیگی

---

۱ـ یری الحنفیة أن التفویض لازم من جانب الزوج فلا یملك الرجوع عنه ولا منع الأمرأة مما الیها ولا فسخه لأنه ملکها الطلاق ومن ملّك غیره شیاءً فقد زالت ولایته من الملك فلا یملك ابطا له بالرجوع والمنع والفسخ۔( الفقه الاسلامی ص ۴۱۹ ج۷ بحواله بدائع الصنائع ص۱۱۳ ج۳)

۲ـ فان کان التفویض مطلقاً فحق الطلاق مقید فی المجلس علم المرأة با لتفویض ، فما دامت فی مجلسها ، فالأمر بیدها .... فان تغیّر المجلس او ظهر ما یدل علی الا عراض عن مقتضی التفویض سقط حقها۔ ( الفقه الاسلامی وادلته ص ۴۲۰ ج۷ ) فان کان تفویض بصریح الطلاق کا الطلاق رجعیاً فلو لا قال لها، طلقی نفسك فقالت طلقتُ نفسی وقع الطلاق رجعیاً ۔ ( الفقه الاسلامی ص ۴۲۲ ج۷)

۳ـ وان کان التفویض بما یقتضی التکرار ، بأن قال لها امرك بیدكِ کلما شئتِ، او طلق نفسك متیٰ شئتِ، فلما أن تطلق نفسها فی أی وقت تشاء سواءً فی مجلس التخییر او بعده۔(الفقه الاسلامی ص ۴۲۱ ج۷)

لیکن اگر چوبیس گھنٹے تک اس نے اپنے آپ کو طلاق نہیں دی تو اس کے بعد اس کا اختیار ختم ہو جائیگا اس کے بعد اگر وہ اپنے کو آپ طلاق دے بھی، تو طلاق واقع نہ ہوگی۔[۱]

۵۔ اسی طرح اگر شوہر حق طلاق کے اختیار کو کسی کام کے ساتھ مشروط کرے تو جب بھی وہ شرط پائی گئی اس کے بعد عورت کو طلاق لینے کا حق حاصل ہوگا مثلاً شوہر نے کہا کہ اگر میں نے دوسری شادی کی تو تجھے اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار ہے اگر شوہر دوسری شادی کرلے تو اس عورت کو طلاق لینے کا اختیار حاصل ہے۔[۲]

۶۔ اگر شوہر طلاق بائن کا اختیار دے تو جس طرح اختیار دیا وہی حاصل ہوگا مثلاً: شوہر بیوی سے کہہ دے تجھے ایک طلاق بائن کا اختیار دیدیا اب اس کو طلاق بائن کا اختیار حاصل ہوگا۔[۳]

۷۔ اگر طلاق کا اختیار دیتے وقت شوہر نے صراحت کے ساتھ طلاق کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف اتنا کہہ دیا کہ تجھے اختیار ہے یا یہ کہہ دیا کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں دیدیا ان الفاظ سے اگر اس کی نیت طلاق دینے کا اختیار ہے تو عورت کو اختیار حاصل ہوا اور اگر اس نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو اس سے اس کو طلاق کا اختیار حاصل نہ ہوگا اگر اس کی نیت طلاق کی تھی اور عورت نے مجلس تبدیل کرنے سے پہلے کہہ دیا میں نے طلاق لی تو اس عورت کو ایک طلاق بائن ہوگی[۴] اگر طلاق کے تصریح کے بغیر انہی الفاظ کے ساتھ یہ الفاظ بھی ملا دیئے کہ ''جب چاہے یا جس وقت چاہے تجھے اپنے نفس کو اختیار کرنے کا حق دیدیا یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں دے دیا'' پھر یہ عورت جب بھی چاہے طلاق لے کر خاوند سے علیحدہ ہو سکتی ہے۔[۵]

---

۱۔ وان كان التفويض مقيداً بزمن معين كيوم أو شهر أوسنة ثبت حق الطلاق للمفوض اليه فى الوقت المخصص الى نهاية ۔(الفقه الاسلامى ص ۴۲۱ ج۷)

۲۔ واذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط .(هداية ص ۳٦٤ ج۷ )

۳۔ ولو أمرها بالبائن أوالرجعى فعكست وقع ما أمر به۔ (البحر الرائق شرح كنزالدقائق ص ۳۳٦ ج۳)

٤۔ وان كان التفويض بلفظ الاختيار أولامر باليد كان الطلاق بائناً فلو قال لها: اختارى أوأمرك بيدك ناوياً الطلاق ولم ينوى الثلاث ، فقالت اخترت نفسى أوطلقت نفسى وقع الطلاق بائناً۔ الفقه الاسلامى ص ٤۲۲ ج ۷،)

۵۔ وان كان التفويض بما يقتضى التكرار ، بان قال لها امرك بيدك كلما شئت ......فلها أن تطلق نفسها فى أى وقت تشآء سواء فى مجلس التخير أوبعده ( الفقه الاسلامى ٤۲۱ ج۷)

خلاصہ یہ ہے کہ طلاق کی تصریح اور لفظ طلاق کی عدم میں ایک فرق یہ ہے کہ بغیر تصریح کے طلاق واقع ہونے میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے [1] دوسرا فرق یہ ہے کہ طلاق کی تصریح کی صورت میں اگر طلاق کے ساتھ بائن کا لفظ نہیں لگایا تو طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور عدم تصریح کی صورت میں بہر حال طلاق بائن ہوگی باقی احکام دونوں کے برابر ہیں[2]۔ واللہ اعلم

## عقل وہوش سے محروم یا دماغی مریضوں کی طلاق!

جو لوگ عقل وہوش سے محروم ہوں یا جن کی عقل ہوش میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور ان کی عقل وہوش ٹھکانے نہیں رہتی ان کی کئی اقسام ہیں۔

(۱): بچے (۲): سونے والے (۳): بے ہوش (۴): مجنون اور سرسام وغیرہ جیسے مریض (۵): معتوہ (۶): نشئی (۷): مدہوش اور سخت غصے وغیرہ میں مبتلا لوگ

## بے ہوش اور سونے والے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی!

(۱): بے ہوش وہ شخص جو کسی غم یا بیماری یا دبے ہوشی کی دوا کھانے کی وجہ سے ہوش وحواس سے محروم ہو جائے ایسے شخص سے بے ہوشی کے عالم میں جو باتیں نکلتی ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس حالت میں اگر اس کی زبان سے بیوی کے لئے طلاق کے الفاظ نکل گئے تو اس سے بالا جماع طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۲): سونے والا شخص کبھی کبھی نیند کے حالت میں باتیں کرتا ہے اسی طرح کوئی شخص نیم خوابی میں یعنی آدھا سوتا اور آدھا جاگتا ہوا باتیں کرتا ہے اس نے اگر نیند یا نیم خوابی کی حالت میں بیوی کو طلاق دی تو اس کی طلاق بھی بالا جماع واقع نہیں ہوتی مذکورہ دو آدمیوں کی طلاق اس لئے واقع نہیں ہوتی ہے کہ نینداور بے ہوشی آدمی کے اختیار کو ختم کر دیتی ہے اور وہ قصد کے بغیر بولتا ہے۔

---

۱ ـ فلو لا قال لها: اختاری أوأمرك بيد ك ناوياً الطلاق ولم ينوی الثلاث فقالت : اخترت نفسی أوطلقت نفسی وقع الطلاق بائناً (الفقه الاسلامی ص ۴۲۲ ج ۷)

۲ ـ فلو كان التفويض بصريح الطلاق كان الطلاق رجعياً .......وان كان التفويض بلفظ الاختيار أو الامر باليد كان الطلاق بائناً (الفقه الاسلامی ص ۴۲۲ ج ۷،)

## چھوٹے بچے اور بڑے بچے کی طلاق!

(۱): چھوٹا بچہ جس کو کوئی سمجھ بوجھ نہ ہو اسکی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں اور اسکی طلاق بالا جماع واقع نہیں ہوتی۔

(۲): جو بچہ اور لڑکا بالغ نہیں مگر وہ عقلمند اور ہوشیار ہے اس کی طلاق واقع نہ ہونے پر بھی احناف اور فقہا کی اکثریت متفق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کے نفاذ کے لئے ایسی ذہنی اور عقلی قوت کا ہونا ضروری ہے جس سے وہ نکاح وطلاق اور طلاق پر مرتب ہونے والے نفع ونقصان میں موازنہ کرنے کے قابل ہو اور بلوغ سے قبل عادۃً عقل پوری نہیں ہوتی جبکہ طلاق کیلئے ضروری ہے کہ آدمی کی عمر اتنی ہو جس میں وہ بیوی کے ہونے کے منافع اور اس کے ہاتھ سے نکل جانے کے نقصانات سے واقف ہو ظاہر ہے کہ عمر کی یہ مقدار بلوغ ہی ہے [۱] جس میں وہ بیوی کی ضرورت اور منافع کو محسوس کرتا ہے اور طلاق کے نقصانات کو بھی جان لیتا ہے اگر بالفرض کوئی لڑکا ہوشیار اور ذہین بھی ہو اور اس معاملہ کو پوری طرح جانتا بھی ہو پھر بھی شرعی احکام میں اس کا اعتبار نہیں کیونکہ شریعت شاذ ونادر کے بارے میں نہیں بلکہ ہر باب میں اصولی بات کو بیان کرتی ہے اور وہ جائز وناجائز حق وغیرہ دو چیزوں کے درمیان ایک حد اور واضح اصولی لکیر کھینچتی ہے جسکی وجہ سے دو چیزوں میں واضح امتیاز اور فرق ہو جاتا ہے اس طرح یہاں بھی ہے کہ کون عقل مند ہے اور کون نہیں؟ کون اس معاملے کو پوری طرح جانتا ہے کون نہیں اس کی واضح لکیر (حد) حد بلوغ بھی ہے [۱]۔

## مجنون اور معتوہ یعنی پاگل کی طلاق!

مجنوں اور پاگل کی طلاق بھی بالاتفاق واقع نہیں ہوتی۔

---

۱؎ وان كان يعقل ......لكن معلوم من كليات الشريعة أن التصريفات لا تنفذ الا ممن له أهلية التصريف وأدرناها با العقل والبلوغ خصوصاً مالا يحل الّا لانتفاء با لعقل والبلوغ خصو صاً ما هو دائر بين الضرورو والنفع خصوصاً مالا يحل الا لانتفاء مصلحة ضده القائم كالطلاق فانه يستدعى تمام العقل ليحكم به التميز فى ذالك الأمر ولم يكف عقل الصبى العاقل لأنه لم يبلغ الاعتدال......ولو فرض لبعض الصبيان المراهقين عقل عقل جيد لا يعتبر لأن المدار صار البلوغ لا نضباطه فتعلق به الحكم وكون البعض له ذالك لا يبنى الفقه باعتباره لأنه انما يتعلق بالمظانّ الكليه۔ (فتح القدير ص ٤٦٨ الى ٤٦٩ ج٣ الناشر مكتبة الرشيديه سر كى روڈ كوئٹه)

۱۔ مجنوں اور دیوانے سے مراد وہ شخص ہے جس کا ذہنی توازن اس قدر بگڑ جائے کہ وہ بلاوجہ لوگوں کو گالیاں دیتا ہو اور مارتا پیٹتا ہے۔

۲۔ معتوہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ کسی کی عقل میں فتور ہو اور سمجھ بوجھ اس قدر کم ہو کہ اسکی گفتگو غیر مربوط بے جوڑ اور اسکی تدبیر فارسدہ ہو۔لیکن اس کا دماغ دیوانے کی طرح اس قدر خراب نہ ہو کہ وہ لوگوں کو بلاوجہ مارے پیٹے اور ان سے گالم گلوچ کرے۔

## جن لوگوں کی طلاق واقع نہیں ہوتی!

خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل وحواس سے محروم ہوں یا ان کے عقل ودماغ میں فتور اور نقصان واقع ہوتا ہے ان کی طلاق بالا اتفاق واقع نہیں ہوتی ان لوگوں میں بچے، دیوانے، پاگل، سونے والے، بے ہوش عقل و حواس کھو بیٹھنے والے ہیں۔

جو کسی بیماری سرسام وغیرہ کی وجہ سے عقل وحواس کھو بیٹھتے ہیں یا ان کا دماغی توازن اس قدر خراب ہوتا ہے کہ جسکی وجہ سے وہ اپنی سمجھ بوجھ کو استعمال نہیں کر سکتے انکی ذہنی حالت اور زبان انکے قابو میں نہیں رہتی [۱]

## بچوں کی طلاق کے بارے میں قرآن مجید کی آیات کریمہ!

اب یہاں بچوں، دیوانوں وغیرہ کی طلاق کے بارے میں قرآن مجید میں سے کچھ پڑھ لیجئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولا تؤ توالسفهاء اموالكم التى جعل الله لكم قياما وارزقوهم فيهاواكسوهم وقولولوا قولا

---

۱ ـ اجـمع اهل العلم على ان الزائل العقل بغير سكر اومافى معناه لا يقع طلاقه واجمعو ا على ان الـرجـل اذا طلق فى حال نومه فلا طلاق له ( المغنى لا بن قدامه ص ٣٤٥ ج ١) وقال الد كتو ر وهبة الـزحيلى : يشتر ط ان يكون زوجاً مكلفاً (بالغاً عاقلاً ) مختار اً باالا تفاق ( الفقه الا سلامى ص ٣٦٤ ج ٧) ويـقـع الـطـلاق كـل زوج عاقل بالغ...... لاطلاق الصبى والمجنون ( قوله ويقع الـطـلاق كل زوج عاقل ) وأشار الى شرطه البلوغ والعقل وهوتكليف الزوج ـ (البحر الرائق ص ٢٤٤ ج٣) وقـال العلامة ابن عابدينؒ :وكذايقال فيمن اختل عقله لكبراولمرض اولمصيبة فاجابته فمادام فى حال غلبة الخلل فى الاقوال والا فعال لا تعتبراقواله ..... (ردالمختارص٣٢٧ ج٢)

معروفاوابتلو الیتمٰی حتی اذا ابلغو النکاح فان انستم منھم رشدا فادفعواالیھم امو الھم﴾

''اورتم وہ اموال جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو البتہ (اس مال میں سے) انہیں کھلاؤ، پہناؤ اوران سے بھلائی کی بات کہواور یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں تو اگرتم ان کے اندر (معاملات کا) سوجھ بوجھ پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کردو۔'' (سورۂ نساء آیت ۵۔۶)

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کی ہدایت فرمائی ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ اموال کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے قیام وبقاء اوران کی زندگی کا سہارا بنایا ہے۔

۲۔ سرپرستوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ یتیموں وغیرہ کے اموال کو اپنی حفاظت ونگرانی میں رکھیں البتہ انکو کھلائیں۔

پہنائیں اوران کو اطمینان دلایا کریں کہ مال ومتاع تمہارا ہی ہے اور ہم نے تمہاری بہتری کے لئے اس کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے اور یہ نگرانی آپ ہی کے فائدے کے لئے ہے۔

۳۔ بچوں اورلڑکوں کو بلوغ سے پہلے بھی جانچتے رہیں اور وقتاً فوقتاً چھوٹی موٹی ذمہ داریاں ان کے سپرد کرکے ان کی صلاحیت کا امتحان کرتے ہیں کہ معاملات کی سوجھ بوجھ ان کے اندر پیدا ہورہی ہے یانہیں۔

۴۔ جب بالغ ہوجائیں اور نکاح کے قابل ہوجائیں اس کے بعد دیکھیں کہ وہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھتا ہے یانہیں پھر اگر اس وقت یہ محسوس ہوکہ ان کے اندر اب اپنی ذمہ داری اٹھانے اوراپنے معاملات کو سلیقے سے سلجھانے کی صلاحیت پیدا ہوچکی ہے تو ان کے اموال ان کے سپرد کرو۔

ان آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ معاملات کے سمجھ بوجھ کی ابتدائی حد شریعت نے بلوغ مقرر کی ہے خصوصاً نکاح وطلاق ان دونوں کا تعلق تو عقل و بلوغ کے ساتھ ہے اور بلوغ کے بعد نکاح کے فائدے اور طلاق کے نقصانات کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

## بچوں اوردیوانوں وغیرہ کی طلاق کے متعلق احادیث شریف!

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((کل طلا ق جا ئز الا طلا ق المعتوہ المغلو ب علی عقلہ))

''ہر طلاق واقع ہوتی ہے مگر معتوہ مغلوب العقل (بے عقل) کی طلاق (واقع نہیں ہوتی)(ترمذی [۱])

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يبلغ وعن المعتوه حتى يعقل.))

''تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھایا گیا ہے (۱): سونے والے سے یہاں تک کہ وہ جاگ جائے۔ (۲): بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔ (۳): اور معتوہ (بے عقل) سے یہاں تک کہ وہ عقلمند ہو جائے (یعنی اس کا دماغی توازن درست ہو جائے (ترمذی ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ)۔

اس مضمون کی حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی نبی کریم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی)

خلاصہ یہ کہ حالت نشہ کے لحاظ سے لوگوں کے حالات و کیفیات مختلف ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے نشہ کی ادنیٰ حالت سے لے کر اعلیٰ حالت تک بہت سے درجات بنتے ہیں۔

یہاں نشہ کے تین موٹے موٹے درجات کو بیان کرتے ہیں تا کہ ان میں نشہ کی اس درجہ کو متعین کیا جائے جس کے بعد کسی کے بارے میں کہا جا سکے کہ وہ حالت نشہ میں ہے یا نہیں وہ تین درجات ہیں۔

۱۔ بعض نشہ نوش بہت معمولی یا کم مقدار میں نشہ کرتے ہیں یا ان پر نشہ کا اثر بہت ہی معمولی اور نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے اس لئے ان کی باتوں، لین دین، حرکات و سکنات میں نشہ کی وجہ سے کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا اور ان کی حالت بالکل تندرستوں جیسی ہوتی ہے۔

۲۔ بعض لوگوں کو زیادہ مقدار میں نشہ کرنے کی وجہ سے یا نشہ کا اثر زیادہ ہونے کی وجہ سے ایسا نشہ چڑھ جاتا ہے کہ ان کا دماغی توازن اس قدر بگڑ جاتا ہے کہ وہ روشنی اور اندھیرے، کالے و سفید وغیرہ میں کوئی فرق نہیں کر سکتے اور نہ وہ کسی کو پہچانتے ہیں ان کو اپنے حرکات و سکنات اور باتوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں ہوتی

---

[۱] وقال الترمذی هذا حديث لا نعرفه مرفوعا الا من حديث عطاء بن عجلان وعطاء بن عجلان ضعيف ذاهب الحديث والعمل على هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغيرهم أن طلاق المعتوه المغلوب على عقله لا يجوز الاان يكون معتوها يفيق الاحيان فيطلق فی حال افاقته. (الترمذی ص ۲۲۶ ج ۱ باب ما جاء فی طلاق المعتوه)

کہ وہ کیا کر رہے ہیں یا کیا کہہ رہے ہیں جب ان کا نشہ ختم ہو جاتا ہے پھر بھی ان کو اپنے حرکات وسکنات اور باتوں کا کوئی علم نہیں ہوتا کہ انہوں نے کیا کیا ہے یا کیا کہا ہے۔ان کی حرکات وسکنات باتیں کرنا گہری نیند میں سوئے شخص کی حرکتوں اور باتوں کی طرح ہوتی ہیں۔

۳۔ اور نشہ کی ایک حالت یہ ہے کہ اس میں نشہ باز اپنی باتوں اپنے حرکات وسکنات کو تو جانتا ہے اور نشہ اترنے کے بعد بھی ان کو یاد ہوتا ہے کہ اس نے کیا کہا ہے یا کیا عمل کیا ہے مگر حالت نشہ میں ان کا اپنے پر اور اپنی زبان پر قابو ختم ہو جاتا ہے اور ان کے اندر کام اور بات کو سوچنے سمجھنے کی طاقت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی حرکات وسکنات اور باتیں غیر سنجیدہ ہو جاتی ہیں اور اس کی باتیں بے ربط اور بے جوڑ ہوتی ہیں جو زبان پر آتا ہے کہہ ڈالتا ہے۔

یہ تیسرا درجہ ایسا ہے کہ اس پر پہنچنے کے بعد لوگوں کو محسوس ہوتا ہے کہ اس نے نشہ کیا ہے۔

نشہ کی اسی کیفیت کو عرف وعادت میں حالت نشہ کہا جاتا ہے جمہور فقہاء اسلام، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور ائمہ ثلاثہ نے اسی حالت کو معتبر قرار دیا ہے۔

اگر چہ بعض فقہاء نے نشہ کے آخری درجہ یعنی جس میں انسان ایسا مدہوش ہو جائے کہ وہ آسمان وزمین اور مرد وعورت میں فرق نہ کر سکے کو معتبر مانا ہے اور اسی قول کو حضرت امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے لیکن اکثر مشائخ احناف نے اس مسئلہ میں جمہور فقہاء اور صاحبین وغیرہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔کیونکہ نشہ کی یہی تعریف معروف ومشہور ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح القدیر ص ۸۵ تا ۸۶۔ج۳۔البحر الرائق ۲۴۷۔ج۳ اور ردالمحتار ص ۴۲۳۔۴۲۴ ج۱)[۱]

---

۱ ۔ السکر سرور یزیل العقل به السماء من الارض وقال بل یغلب علی العقل فیهذی فی کلامه ورجعوا قولها فی الطهارة والایمان ولحدود...قلت: لکن صرح المحقق ابن الهمام فی التحریر ان تعرف السکر بما مرّ عن الامام انما هو فی السکر الموجب للحد،لانه لو میزّ بین الارض والسماء کان فی سکره نقصان وهو شبهة العدم فیندرئ به الحد وداما التعریفه عنده فی غیر وجوب الحد من الاحکام فالمعتبرفیه عنده فی غیروجوب الحد من الاحکام فالمعتبرفیه عنده اختلاط الکلام ولهذیان کقولها ونقل شارحه ابن أمیرحاج عنه أن المراد أن یکون غالب کلامه هذیاناً فلو نصفه مستقیماً فلیس بسکر فیکون حکمه حکم الصحاة فی اقراره بالحدود وغیر ذالك لان السکران فی العرف من اختلط جدّه بهزله فلا یستقر علی شیءٍ ومال اکثر المشائخ الی قولهما وهو قول الأئمة الثلاثة واختاره للفتویٰ لأنه المتعارف وتائید بقول علي رضی اللّه عنه اذا سکر هذي رواه مالك والشافعی .......وبه ظهر أن المختار قولهما فی جمیع الابواب فافهم.(ردّالمختار ص۴۲۳الی ۴۲۴ ج۲)

خلاصہ یہ ہے کہ طلاق واقع ہونے یا نہ ہونے کے لئے نشہ کی جو حالت معتبر ہے اس کے لئے ضروری نہیں کہ عقل بالکل ختم ہو جائے اور نشہ نوش کو ارد گرد اور اپنی کہی ہوئی باتوں کا علم و ہوش ہی نہ رہے بلکہ اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس کا اپنی گفتگو پر قابو ختم ہو جائے اور وہ بے ربط و بے جوڑ گفتگو کرنے لگے۔ واللہ اعلم

## جائز نشہ کی حالت میں طلاق کا حکم!

تقریباً اس پر تمام فقہاء متفق ہیں کہ اگر کسی جائز صورت میں نشہ چڑھ جائے اور اسی حالت نشہ میں اس نے بیوی کو طلاق دیدی تو طلاق واقع نہ ہوگی مثلاً نشہ کسی ایسی چیز کی وجہ سے ہو جس کے استعمال میں گناہ نہیں جیسا کہ بعض ادویات میں نشہ کی تاثیر ہوتی ہے اگر ان کو دوا کی نیت سے استعمال کیا اور اس کی وجہ سے اتفاقاً نشہ آ گیا اور اسی حالت نشہ میں اس نے بیوی کو طلاق دیدی تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی اسی طرح اگر کوئی شخص نشہ پینے پر مجبور ہو جائے مثلاً کوئی پیاس سے مر رہا ہے اور شراب کے علاوہ کوئی دوسرا پانی نہیں اور اس نے اس اضطراری حالت میں شراب پی لی اور نشہ کی حالت میں بیوی کو طلاق دیدی تو اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ [۱]

## ناجائز نشہ کی حالت میں طلاق کا حکم!

اگر نشہ کسی ناجائز چیز کے سبب سے ہوا تو ایسے نشے کی حالت میں وقوع طلاق کے مسئلہ میں علماء اسلام کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک ایسی صورت میں طلاق واقع ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک واقع نہیں ہوتی۔ جن حضرات کے نزدیک اس صورت میں طلاق واقع ہوتی ہے ان میں مجاہد، عطاء ابن سیرینؒ، حسن بصریؒ، سعید بن المسیبؒ، ابن شہاب زہریؒ، قاضی شریحؒ، امام شعبیؒ، سفیان ثوریؒ، ابراہیم نخعیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ شامل ہیں۔

امام شافعیؒ کا بھی اصل قول یہی ہے کہ طلاق واقع ہوتی ہے اور جو حضرات ناجائز نشہ کی صورت میں طلاق کو واقع نہیں قرار دیتے ان میں امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز، جابر بن زید، عکرمہ، طاؤس، ابوثور، اور

---

۱ ۔ ولحاصل ان السكر بسبب مباح كمن أكره على شرب الخمر والأربعة المحرمة أو اضطره لا يقع طلاقه وعتاقه ومن سكر منها مختاراً اعتبرت عباراته. (فتح القدير ص٤٧٣ ج٣) وفي الهداية حتىٰ لو شرب فصدع وزال عقله بالصداع نقول انه لايقع طلاقه لأنه لم يكن زوالمتعمية۔ (هداية مع فتح القديرد ص٤٧٢ الى ٤٧٣ ج٣)

عثمان غنی رضی اللہ عنہ وغیرہ کے علاوہ امام احمد بن حنبل، ابن حزم ظاہری، حافظ ابن القیم، اور احناف میں امام طحاویؒ، امام زفرؒ، ابوالحسن کرخیؒ اور ایک قول کے مطابق عطاء وزہری اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ اور شوافع میں سے امام مزانی جیسے علماء وفقہاء موجود ہیں [1]

## نشے میں وقوع طلاق کے قائلین کے دلائل!

جو حضرات نشہ میں وقوع طلاق کے قائل ہیں ان کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔صفوان بن غزوان الطائی [2] کا بیان ہے کہ ایک نے عورت رات کے وقت اپنے سوئے ہوئے شوہر کے سینے پر بیٹھ کر چھری نکال لی اور اپنے شوہر کے گلے پر رکھ کر اس کو دھمکی دی کہ اگر وہ اسے طلاق نہ دے گا تو وہ اسے مارڈالی گی۔

چنانچہ جبر ودباؤ کی وجہ سے مرد نے اسے تین طلاقیں دے دیں بعد میں جب یہ معاملہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

((لا قيلو لة فى الطلا ق))

"طلاق کے معاملہ میں رجوع (یا ٹھہراؤ) نہیں۔" (المحلی ابن حزم ص۳۰۳ نصب الرایۃ ص۲۹۶ تا ۲۹۷)

اس سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح بھی مانا جائے پھر بھی اس سے استدلال درست

---

۱۔(قوله وطلاق السكران واقع)......فى المسئلة خلاف عال بين التابعين ومن بعدهم فقال بوقعه من التابعين سعيد بن المسيب وعطاء والحسن البصرى وابراهيم النخعى وابن سيرين ومجاهد وبه قال مالك والثورى والأوزاعى والشافعى فى الاصح وأحمد فى رواية وقال بعدم وقوعه القاسم بن محمد وطاؤس وربيعه بن عبدالرحمٰن والليث واسحاق بن راهويه وأبوثوروزفر وقد ذكرناه عن عثمان رضى اللّه عنه ـ وروى عن ابن عباس رضى اللّه عنهما وهو مختار الكرخى والطحاوى ومحمد بن سلمة من مشايخنا۔ ( فتح القدير ص٤٧٢ ج ٣ مكتبة الرشيد سركى روڈ كوئٹه)

۲ ـ قال بعض المحدثين صفوان بن عمر والطائى وقال بعضهم صفوان بن غزوان الطائى وهو الصحيح( ملخصا من الاصابة فى تميز الصحابة ص ١٨٩ ج ٢ ـ احكام القران الظفر احمد عثمانى ص٥٣٣ تا ص٥٣٤ )

نہیں کیونکہ پھرتو اس حدیث کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ بے ہوش اور سوئے ہوئے بلکہ دیوانے کی طلاق بھی واقع ہو گی۔حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:''نکاح۔طلاق اور رجعت یہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی اور مزاح دونوں کا شمار سنجیدگی میں ہوتا ہے''(ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ،مشکوۃ)[۱]

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مذاق کرنے والے اور نشہ باز میں فرق ہوتا ہے مذاق کرنے والے کو زبان پر قابو ہوتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ طلاق دینے سے بیوی جدا ہو جاتی ہے مگر اس کی نیت طلاق کی نہیں ہوتی اور نیت ایک قلبی اور چھپی ہوئی چیز ہے جس کی وجہ سے ظاہری احکام نہیں ٹل سکتے اور نشہ باز کا تو زبان پر بھی قابو ختم ہو جاتا ہے اور ظاہر بھی اس حال میں نہیں ہوتا کہ وہ کسی بات کو سمجھ بوجھ کر کہے پھر اس کی بات کا کیا اعتبار کیا جائے گا۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہر طلاق واقع ہوتی ہے مگر معتوہ مغلوب العقل (بے عقل) کی طلاق (واقع نہیں ہوتی)۔''(ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:''ہر طلاق واقع ہے۔سوائے معتوہ (اور بے عقل) کے۔(بخاری)[۲]

اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پاگل کے سوا ہر ایک کی طلاق واقع ہے پھر تو بے ہوش وغیرہ کی طلاق بھی واقع ہونی چاہیئے حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں اور اس کا دوسرا جواب دیا گیا ہے کہ معتوہ اور بے عقل میں نشہ باز بھی داخل ہیں کیونکہ نشہ کی وجہ سے آدمی کی عقل میں خلل پڑ جاتا ہے۔(فتح الباری ص۳۰۵ج۹)عمدۃ القاری ص۳۶۵ج۲۰)[۳]

---

۱۔ وعن أبی هريرة ان رسول اللّه صلی اللّه عليه وسلم قال ثلث جدّهنّ جدٌ هزلهن جدٌ النكاح والطلاق والرجعة رواه الترمذی وابوداؤد وقال الترمذی هذا حديث حسن غريب۔ (مشكوٰة شريف ص٣٠٦ المكتبة الحقانيّة محله جنگی پشاور پاكستان)

۲۔ عن أبی هريرةؓ قال قال رسول اللّه صلی اللّه عليه وسلم كل طلاق جائز الاّ طلاق المعتوه المغلوب علی عقله۔ (ترمذی باب ماجاء فی الطلاق المعتوه ص٢٢٦ ج١ مكتبة سعيد كراچی)وقال علیّ رضی اللّه عنه وكل الطلاق جائز الاّطلاق المعتوه۔ (بخاری ص ٧٩٤ ج٢)

۳۔ قال العلامة ابن حجر العسقلانی : و اختاره الطحاوی واحتج بانهم اجمعوا علی ان طلاق المعتوه لا يقع قال والسكران معتوه بسكر ه.( فتح الباری ص ٣٠٣ ج ٩)

۴۔ حالت نشہ میں اگر کوئی کسی کو قتل کرے تو اسے قصاص کیا جائے گا اسی طرح اگر چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حالت نشہ میں دی ہوئی طلاق بھی نافذ ہوگی اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ قتل، چوری وغیرہ سنگین جرائم ہیں اگر جرائم حالت نشہ کی وجہ سے غیر معتبر قرار دیئے جائیں تو قصاص و حدود معطل ہو کر رہ جائیں اور برسر عام لوگوں کے حقوق اور عزتیں برباد ہونگی لوگ اسی لئے شراب اور نشہ آور چیزیں استعمال کریں گے اور قتل و غارت کریں گے کہ اس طرح وہ قانون کی زد سے بچتے رہیں۔

اور اس کا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اقوال اور افعال میں فرق ہے اقوال جب صادر ہوتے ہیں ان سے رجوع ہوسکتا ہے بخلاف افعال کے کہ جب وہ صادر ہو جاتے ہیں تو ان سے رجوع نہیں کیا جاسکتا یعنی اس کے نقصان سے رجوع نہیں کیا جاسکتا وہ نقصان ہو کے رہے گا۔

مثلاً حالت نشہ میں کسی کے قول کو لغو قرار دیا جائے جیسا کہ قسم وطلاق وغیرہ تو اس سے کوئی فتنہ وفساد نہیں ہوگا اس کے برعکس افعال کو غیر معتبر اور لغو قرار دینے کی وجہ سے عظیم فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے۔

اس لئے قرآن مجید نے نشہ کی حالت میں قول محض کو لغو قرار دیا ہے جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئیگا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ قول ایک عارضی چیز ہے اور غیر عاقل کے الفاظ کو اگر صرف الفاظ کی حد تک ہو اس سے کوئی فتنہ نہیں پھیلتا اس کے برعکس بعض افعال کا اثر اور نقصان بہت زیادہ بھی ہوسکتا ہے اور دیرپا بھی۔

مثلاً اگر حالت نشہ میں قسم یا کسی بات کے اقرار کو لغو قرار دیا جائے تو اس سے فتنے وفساد کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا اس کے برعکس قتل و غارت جو کہ ایک عملی چیز ہے اس سے بہت بڑا نقصان ہوتا ہے اور حقوق کی پامالی بھی۔ اگر کسی شخص کے ہاتھ سے یہ فعل صادر ہوجائے پھر ہزار بار کہے کہ نقصان نہیں ہوا لیکن یہ نقصان کہنے کی چیز تو نہیں بلکہ وہ تو وجود میں آیا ہے اس کا اثر دیرپا بھی ہے اور اس کی وجہ سے فتنہ فساد بھی پھیلتا ہے۔ لہٰذا قول محض کو قصاص و حدود پر قیاس کرنا درست نہیں۔ واللہ اعلم

۵۔ عمان کے ایک شخص نے شراب کے نشہ میں بیوی کو تین طلاقیں دیدیں تھیں اور اس پر چار عورتیں گواہ تھیں جب یہ معاملہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی طلاق کو نافذ کردیا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ من اجاز طلاق السکران ۵۵۶۔ ج ۹ المحلی ص ۲۰۹ ج ۱۰ واسنادہ جید)[۱]

اس روایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ شریعت کا واضح حکم یہ ہے کہ ایسے معاملات میں عورتوں کی تنہا

---

۱ ـ عن أبي لبيد أن عمر أجاز طلاق السكران بشهادة نسوة( مصنف ابن أبي شيبة ص ٥٥٦ ج٩ )

گواہی معتبر نہیں اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تنہا عورتوں کی شہادت کی بناء پر طلاق جیسے اہم معاملہ کا فیصلہ کر دیا اور یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بعید معلوم ہوتی ہے اس اعتراض سے یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ یہ اعتراض اس وقت صحیح ہوتا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدم وقوع طلاق کا حکم صادر فرماتے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر مسئلہ کی صورت یہ ہوتی کہ بیوی دعویٰ کرتی کہ شوہر نے مجھے طلاق دی ہے اور شوہر جواب میں یہ کہتے کہ میں نے طلاق دی ہے لیکن میری زبان سے یہ طلاق حالت نشہ میں نکلی ہے پھر وہ اپنی حالت نشہ پر عورتوں کی شہادت پیش کرتے اس صورت میں اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدم وقوع طلاق کا فیصلہ فرماتے تو یہ واقعہ عدم وقوع طلاق کے قائلین اپنی رائے کے حق میں بطور دلیل پیش کرتے اور وقوع طلاق کے قائلین پر یہ اعتراض کرتے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ بعید ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے محض عورتوں کی شہادت پر نشہ کو ثابت کر کے اس کی دی ہوئی طلاق کو غیر معتبر قرار دیا۔

یہاں تو معاملہ برعکس ہے آپ رضی اللہ عنہ نے وقوع طلاق کا حکم فرمایا ہے جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک نشہ اور غیر نشہ میں دی ہوئی طلاق دونوں برابر ہیں اور دونوں حالتوں میں طلاق واقع ہوتی ہے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے عورتوں کی گواہی کی طرف التفات ہی نہیں فرمایا کہ ان کے نزدیک یہاں گواہی کا کوئی فائدہ ہی نہیں بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم سے اس بات کی وضاحت کی کہ اس معاملہ میں گواہی کی کوئی حیثیت ہی نہیں اگر شرعی گواہوں سے حالت نشہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی طلاق واقع ہوگی۔

البتہ اگر مسئلہ کی صورت یہ ہو کہ بیوی نے شوہر کے خلاف طلاق دینے کا دعویٰ دائر کیا ہو اور شوہر نے طلاق دینے سے انکار کیا ہو اور بیوی نے شوہر کے الفاظ طلاق پر عورتوں کی گواہی پیش کی ہو اور عورتوں نے یہ گواہی دی ہو کہ اس نے نشہ کی حالت میں طلاق دی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف عورتوں کی شہادت کی بنیاد پر الفاظ طلاق کے وجود اور وقوع پر حکم کیا ہو ایسی صورت میں بلا شبہ اس روایت کی متن پر اعتراض ہو سکتا ہے لیکن شوہر کے انکار وغیرہ کی ایسی کوئی تفصیل موجود نہیں۔ اس لئے یہی کہا جائیگا کہ یہاں عورتوں کی گواہی کی بات تنازعہ کی صورت میں نہیں بلکہ صرف ضمنی طور پر آئی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک حالت نشہ میں طلاق واقع ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

## عدم وقوع طلاق کے قائلین کے دلائل!

جو حضرات حالت نشہ میں وقوع طلاق کے قائل نہیں ان کے چند اہم دلائل یہ ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يايها الذين امنوا لا تقر بواالصّلوٰة وانتم سکٰر ی حتی تعلمواما تقولون ﴾
''اے ایمان والو! جس وقت تم نشہ میں ہوتو نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ سمجھنے لگو وہ کچھ جو تم (اپنے زبان سے) کہتے ہو۔''(نساء آیت ۴۳)

## نشہ اور شراب کی حرمت کے احکام بتدریج نازل ہوئے ہیں!

نشہ اور شراب نوشی صدیوں سے عرب کی عادت تھی اگر اسے یک لخت حرام کر دیا جاتا تو اس سے مسلمان بڑے مشکل میں مبتلا ہو جاتے اسی لئے اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ذات نے اس کے احکام تدریجاً نازل فرمائے (جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ حدود وتعزیرات کے باب میں آئے گا)

اس آیت کریمہ میں حالت نشہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ نماز تو اپنے وقت پر فرض ہے لہٰذا ان اوقات میں نشہ نہ کرو اس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے مسلمانوں نے شراب اس لئے چھوڑ دی کہ ان پر اس کی برائی کھل گئی کہ یہ نماز سے مانع ہے اور جن کے لئے شراب چھوڑنا اس وقت سخت مشکل تھا انہوں نے شراب پینے کے اوقات بدل دیئے اور ایسے اوقات میں شراب پینی چھوڑ دی جن میں یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ کہیں نشہ کی حالت میں نماز کا وقت نہ آجائے اس کی وجہ سے ان کے اندر شراب چھوڑنے کی ہمت بتدریج پیدا ہو گئی۔ اس آیت کریمہ سے عدم وقوع طلاق کے قائلین اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے نشہ باز کے قول کو غیر معتبر قرار دیا۔ لیکن اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ نشہ باز کے ہر قول کا کوئی اعتبار نہیں بعید معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہاں حالت نشہ میں نماز اور تلاوت قرآن مجید کی ممانعت کر دی گئی کہ وہ حالت نشہ میں قرآن اور الفاظ نماز کے بجائے زبان سے دوسرے الفاظ نکالیں گے جس کی وجہ سے اس کی نماز باطل ہو جائے گی ظاہر ہے ان الفاظ نے اثر تو کر دیا جس کی وجہ سے اس کی نماز باطل ہو گئی۔

## نشہ باز کی عقل ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ عقل کو استعمال نہیں کر سکتا!

نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حالت نشہ میں وہ اہل خطاب نہیں رہتا کیونکہ اہل خطاب اور مکلّف تو عاقل ہوتا ہے اور یہ حالت نشہ میں عاقل نہیں رہتا۔ لیکن ان کی یہ بات بھی باطل ہے کیونکہ نشہ باز کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور اس کے اندر اپنے عقل کو استعمال کرنے کی قوت ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ سوئے ہوئے شخص کے اندر اگر یہ اس حالت میں اہل خطاب اور مکلّف نہیں ہوتا پھر تو اس پر نماز بھی فرض نہیں ہوتی جیسا کہ دیوانے اور چھوٹے بچے اہل

خطاب اور مکلّف نہیں ان پر نماز بھی فرض نہیں بلکہ اس آیت کریمہ سے تو وقوع طلاق کے قائلین استدلال کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس میں خطاب نشہ بازوں کو ہے اگر یہ خطاب حالت نشہ سے پہلے ہو پھر بھی اس کا نفاذ حالت نشہ ہی میں ہوگا۔اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ غیر مسلم قومیں جنگوں میں اپنی فوج کو شراب پلاتے ہیں جب وہ نشہ میں مست ہو جاتے ہیں تو ان کو عین نشہ کی حالت میں دشمن سے لڑنے کا حکم دیا جاتا ہے پھر وہ دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اب بالفرض اگر شراب پلانے سے قبل ان کو یہ حکم دیا جائے کہ جب تم نشے میں ہو جاؤ تو دشمن پر ٹوٹ پڑو وظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس حکم پر حالت نشہ ہی میں عمل ہوگا اور حالت نشہ میں ان کا یہ لڑنا اور دشمن پر ٹوٹ پڑنا اس لئے تو ہے کہ ان کے اندر کچھ عقل اور اپنے کمانڈر کے خطاب اور حکم ماننے کی اہلیت باقی ہوتی ہے ورنہ اگر ان کے اندر اہلیت نہ ہوتی اور وہ اپنے پرائے میں اور آسمان وزمین میں فرق نہیں کر سکتے تو کمانڈر کبھی ان کو حالت نشہ میں دشمن کے خلاف لڑنے کا حکم نہ دیتے کیونکہ ایسی صورت میں کمانڈر کا حکم بے فائدہ ثابت ہوتا اس لئے کہ یا تو ان کو کمانڈر کا پہلا حکم ہی یاد نہیں رہتا اور اگر عین حالت نشہ میں حکم دیتا تو وہ اس کے حکم پر کان نہیں دھریں گے یا ان سے خطرہ ہوتا کہ کہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار اٹھا کر اپنی فوج کو اپنی ہاتھوں ختم نہ کردیں۔

## خطاب کی اہلیت کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی طلاق بھی واقع ہو!

اس آیت کریمہ سے جس طرح عدم وقوع کے قائلین کے استدلال درست نہیں اسی طرح یہ قائلین وقوع کے لئے بھی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ خطاب کی اہلیت رکھنے والے اور مکلّف ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی طلاق بھی واقع ہو عاقل، بالغ، سونے والا مکلّف ہے اس پر نماز بھی فرض ہے لیکن اس کے باوجود حالت نیند میں اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی اسی طرح جائز نشے کی صورت میں بھی وہ مکلّف ہے مگر اس کی طلاق بالاتفاق واقع نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ سے کسی بھی فریق کا استدلال درست نہیں۔

## حدیثوں میں نشہ باز کے قول کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے!

جو حضرات نشہ میں دی ہوئی طلاق کو واقع نہیں قرار دیتے وہ چند احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ شراب کی حرمت کے اعلان سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نشہ کی حالت میں کچھ نامناسب

الفاظ کہد یئے اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((هذا القول لو قاله غير سكران لكان ردة وكفرا))

''اگر یہی بات وہ غیر نشہ کی حالت میں کہتے تو یہ ارتداد اور کفر ہوتا۔'' (صحیح بخاری کتاب المغازی)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نشہ باز کے عقل کو طلاق جیسے فروعی احکام کیلئے باقی تسلیم کیا جاتا ہے اور اصولی احکام اور ایمان کا معاملہ اس سے مختلف ہے کیونکہ ایمان تو تصدیق قلبی کا نام ہے اور اس کا تعلق دل سے ہے اور نشہ باز کا اپنی زبان پر قابو ختم ہو جاتا ہے اور اس کی زبان سے جو باتیں نکلتی ہیں وہ اسکے دل وارادے کی پیداوار نہیں ہوتیں بلکہ غیر ارادی طور پر بے سوچے سمجھے نکلتی ہے اور قرآن مجید کی صریح آیت سے یہ ثابت ہے کہ اگر دل ایمان پر مطمئن ہے اور وہ کسی کے جبر واکراہ کی وجہ سے کفر کے کلمات کہے تو اس سے وہ کافر نہیں ہوتا (دیکھئے سورۃ نحل آیت ۱۰۶)

جبکہ طلاق کا معاملہ اس سے مختلف ہے طلاق کے لئے نیت شرط نہیں بلکہ مذاق سے دی ہوئی طلاق بھی واقع ہوتی ہے نیز کسی مسلمان کو کافر کہنے کی اس قدر سخت وعید آئی ہے جو کہ طلاق کے معاملہ میں نہیں آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ايمار جل قال لا خيه كا فر فقد باء بها احدهما))

''جس شخص نے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں ایک کفر کو لوٹ آئیگا۔'' (بخاری ومسلم۔مشکوۃ باب حفظ اللسان)

مطلب یہ کہ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو کافر کہا تو اس کی دو ہی صورتیں ہونگی ایک یہ کہ کہنے والا اپنی بات میں سچا ہوگا اور وہ جس شخص کو کافر کہتا ہے وہ کافر ہی ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کہنے والا اپنی بات میں جھوٹا ہوا اور اس نے جس شخص کو کافر کہا ہے وہ حقیقت میں مسلمان ہوا اس صورت میں کہا جائیگا کہ کہنے والا خود کافر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ طلاق جیسے فروعی مسائل اور ایمان جیسے اصولی مسائل میں کئی وجوہ سے فرق ہے اوّل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے غیر ارادی الفاظ سے کسی کو کافر نہیں قرار دیا جاسکتا دوئم یہ کہ کسی کو کافر کہنے میں جس قدر احتیاط کی تاکید شریعت نے فرمائی ہے اتنی تاکید فروعی مسائل میں نہیں۔ سوئم یہ کہ فروعی مسائل میں زجر وتوبیخ کی وجہ سے کسی حکم کو لاگو کیا جاسکتا ہے مگر کسی کو زجر وتوبیخ کی وجہ سے کافر ومشرک قرار نہیں دیا جاسکتا۔

چہارم یہ کہ زوال عقل سے قبل اگر کوئی اسلام پر ہے تو بیماری اور سکر کی حالت میں اس کو اسلام ہی پر قائم

مانا جائے گا اور نشہ کی بے سوچی سمجھی باتوں کی وجہ سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھا جائیگا۔ واللہ واعلم

۲۔ عدم وقوع کے قائلین حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے واقعے سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھ سے زنا صادر ہوگیا ہے اس کی تحقیق اور چھان بین کے دوران نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:(( اشرب خمرا ؟)) ''کیا اس نے شراب پی ہوئی ہے۔''

نبی کریم ﷺ کے اس کہنے پر ایک صحابی اٹھ کھڑا ہوا اور اسکے منہ کو سونگھا اس سے شراب کی بو محسوس نہ ہوئی (مسلم، مشکوۃ، کتاب الحدود) ۱؎

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نشہ کی حالت میں اعتراف اور اقرار کو غیر معتبر اور لغو قرار دیتے تھے۔

اس سے ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ اقرار خود حد نہیں بلکہ حد زنا اقرار کے بعد ہی نافذ کی جائیگی اور طلاق تو خود واقع اور نافذ ہونے والی چیز ہے۔ مثلاً کوئی کسی کو حکم دیتا ہے کہ فلاں کو مارو یہ حکم مارنا نہیں بلکہ مارنے کا عمل حکم کے بعد وجود میں آئے گا اور کوئی عاقل بالغ بیوی سے کہدے کہ تمہیں طلاق، تو یہ کہنا خود ہی طلاق ہے اور اس سے عورت پر طلاق نافذ ہوگی اس سے دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جس شخص کا زنا وغیرہ گواہوں کے بغیر صرف اقرار سے ثابت ہو تو وہ اس اقرار جرم سے رجوع بھی کرسکتا ہے اگر چہ اس نے یہ اقرار حالت صحت میں کیا ہو پھر بھی اس کی رجوع قبول ہوسکتی ہے اور اس سے حد و سزا ٹل سکتی ہے اور نشہ کی حالت میں تو اس کا قوی احتمال ہے کہ صحیح ہونے

---

۱ ے وعن أبي بريد قال جاء رجل ما عز بن مالك الى النبى صلى اللّه عليه وسلم فقال يا رسول اللّه طهرنى فقال ارجع فاستغفر اللّه وتب اليه قال فرجع غير بعيد ثم جاء فقال يارسول اللّه طهّرنى فقال النبى صلى اللّه عليه وسلّم مثل ذالك حتى اذاكانت الرابعة قال له رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلّم فيم أُطهرك قال من الزنا قال رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم أبه جنون فاخبرانه ليس بمجنون فقال اشرب خمرا فقال رجل فاستنكهه فلم تجد منه ريح خمر فقال ازنيت قال نعم فأمر به فرجم فلبثوا يومين اوثلاثة ثم جاء رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم استغفروا لماعز بن مالك لقد تاب توبة لو قُسِمت بين امة لو سعت لهم۔ (مسلم ۔ مشكوٰه كتاب الحدود ص٣٩ ج٢ مطبع مجيدى كانپور)

صحیح ہونے کے بعد وہ اپنے اقرار سے رجوع کرلے اس لئے نشہ کی حالت میں حدود کے اقرار کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے۔ طلاق کا معاملہ ایسا نہیں طلاق سے رجوع نہیں ہوسکتا جو شخص بیوی کو طلاق دیدے وہ ہزار بار کہدے کہ میں نے جو طلاق دی ہے میں اس کو نہیں مانتا وہ طلاق واقع اور برقرار ہو کر رہے گی۔ واللہ اعلم

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے آثار سے عدم وقوع پر استدلال!

جو حضرات حالتِ نشہ میں دی ہوئی طلاق کو نافذ نہیں قرار دیتے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے آثار اور فیصلوں سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ پاگل اور نشہ باز کی طلاق کو واقع نہیں قرار دیتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۵۵۶ ج ۹ بخاری باب الطلاق فی اغلاق و الکرہ والسّکران والمجنون)[۱]

نیز امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بھی یہ ثابت ہے کہ وہ وقوعِ طلاق کے قائل تھے بعد میں ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت ابان نے اس مسئلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے بتلائی تو انہوں نے رجوع کیا اور نشہ کی حالت میں عدم وقوع کے قائل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۵۵۶ تا ۵۵۷ ج ۹)[۲] اس سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ صحابہ کرام میں سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حالتِ نشہ میں وقوعِ طلاق کا حکم فرماتے تھے۔ (المحلی ۲۰۹ ج ۱۰۱)

نیز جلیل القدر تابعین، فقہاء حالت نشہ میں وقوعِ طلاق کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت قاضی شریح، حضرت سعید بن المسیب، حضرت حسن بصری، حضرت ابراہیم نخعی اور امام شعبی وغیرہ کے علاوہ ائمہ ثلاثہ اور جمہور علماء اسلام کا مسلک بھی اس مسئلہ میں یہی ہے کہ حالتِ نشہ میں طلاق واقع ہوتی ہے لہٰذا یہاں بھی وقوع طلاق کا پلڑا بھاری ہے اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حالت نشہ میں طلاق واقع ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

---

۱؎ وقال عثمان ليس لمجنون ولا سكران طلاق بخاری باب الطلاق فی الاغلاق والكُره والسكران والمجنون. (بخاری ص۷۹۳ ج٦) عن أبان بن عثمان عن عثما ن قال لا يجيز طلاق السكران والمجنون ـ (مصنف ابن أبی شيبة ص٥٥٦ ج٩)

۲؎ عن أبان عن عثمان قال كان لايجيز طلاق السكران والمجنون قال وكان عمربن عبدالعزيز يجيزه طلاقه يوجع ظهره حتى حدثنا أبان بذالك۔ (مصنف ابن أبی شيبة ص ٥٥٦الی ٥٥٧ ج٩)

## جائز نشہ میں طلاق کیوں واقع نہیں ہوتی!

جوحضرات حالت نشہ میں وقوعِ طلاق کے قائل نہیں وہ ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ دیکھئے کسی جائز نشہ ہونے والے آدمی کی طلاق بالاتفاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ اس کے ہوش وعقل میں فتور اور نقصان واقع ہوجاتا ہے اس عقلی فتور اور نقصان کی وجہ سے اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی لہٰذا جس طرح جائز نشہ میں عقلی فتور کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اسی طرح ناجائز نشہ میں مبتلا شخص کی طلاق بھی واقع نہیں ہونی چاہیے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جن لوگوں کی عقل وہوش میں قدرتی طور پر یا کسی جائز نشہ کے سبب سے فتور اور نقصان پیدا ہوا ہو۔ان پر ایسے لوگوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا جنہوں نے شراب وغیرہ نشہ آور چیز پی کر قصداً اپنے آپ کو نشہ میں مبتلا کیا ہے کیونکہ ایسے لوگ کسی رعایت کے مستحق نہیں بلکہ ان پر بطور تنبیہ وسزا کے وہی حکم جاری ہوگا جو ایک صحیح حالت میں طلاق دینے والے کا ہوتا ہے۔

## کیا بطور سزا وتنبیہ کے طلاق کے اصل حکم کو نافذ کیا جاسکتا ہے!

جوحضرات ناجائز نشہ میں دی ہوئی طلاق کو واقع قرار دیتے ہیں ان کے دلائل پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس نشہ کو وقوعِ طلاق میں اس لئے مانع نہیں قرار دیتے کہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور اس نے اپنی عقل کو خود خراب کردیا ہے لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا شریعت میں ایسی سزا کی کوئی نظیر موجود ہے؟

## شریعت قصد وخطاء وغیرہ کے احکام میں فرق کرتی ہے!

بلاشبہ شریعت قصد وخطاء وغیرہ کے احکام میں فرق کرتی ہے یہاں صرف دو مثالیں بطور نمونہ کے پیش کرتا ہوں:

۱۔ مثلاً چار روزہ دار ہیں:

ایک روزہ دار نے اضطراری حالت کے بغیر قصداً پانی پیا اس پر کفارہ لازم ہے۔

دوسرے نے اضطراری حالت میں روزہ توڑ دیا اس پر صرف اس روزے کی قضا ہے۔

تیسرے نے بھولے سے پانی پیا تو اس کا روزہ بھی باقی ہے اگرچہ اس نے سیر ہوکر کھایا پیا ہو اس کے روزے میں کوئی نقصان نہیں آئے گا۔

چوتھے روزہ دار کو روزہ یاد تھا مگر کلی کرتے وقت پانی کا گھونٹ نگل گیا۔تو اس پر بھی صرف اسی روزہ کا

قضاء ہے اور یہ بھی روزے کے قصداً توڑنے کی اصل سزا سے بچ گیا۔ لیکن اس کو بھول کر پانی پینے والے کی رعایت نہیں ملی۔ یہ اس لئے کہ اس نے احتیاط کیوں نہیں کی۔ مذکورہ مثال میں ان چاروں نے پانی پیا ہے لیکن قصد و بھول وغیرہ کی وجہ سے ان کے حکم میں فرق ہوگیا۔ کسی پر دو۲ ماہ کا کفارہ لازم ہوگیا۔ کسی پر صرف ایک روزہ کی قضا اور کسی کا روزہ بھی باقی رہا۔

۲۔ یا مثلاً چار آدمی ہیں ایک نے بلاوجہ کسی مسلمان کو تلوار یا بندوق سے قتل کر دیا اس کو قصاص یعنی اسلامی حکومت قتل کے بدلے قتل کرے گی۔

دوسرے شخص نے شکار پر تیر یا بندوق سے گولی چلائی اور یہ تیر یا گولی اتفاق سے کسی آدمی کو لگی اور وہ اس سے مر گیا اس شخص کو مقتول کے بدلے قتل تو نہیں کیا جائیگا، البتہ اس قتل کی وجہ سے اس پر دیت لازم ہوگی اور یہ اس لئے کہ اس نے احتیاط نہیں کی۔

تیسرے شخص نے کسی آدمی پر کسی ایسی چیز کیساتھ وار کیا جس سے عموماً آدمی نہیں مرتا۔ مثلاً کسی کو مکا مارا یا لاٹھی سے مارا اور وہ اس سے مر گیا اس شخص کو بھی قصاص نہیں کیا جائیگا۔ اگر چہ اس نے مقتول کو قصداً لاٹھی سے مارا ہے یا مکا لگایا ہے لیکن چونکہ اس نے ایسی چیز سے وار کیا ہے کہ اس سے عموماً لوگ نہیں مرتے بلکہ ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے بارے میں یہی کہا جائیگا کہ اس کی نیت قتل کرنے کی نہیں تھی۔ بلکہ وہ اتفاقاً مر گیا۔ اس لئے اس قتل کو بھی قتل خطا کے زمرے میں شامل کیا گیا۔ البتہ قصداً مکا مارنے سے اس پر دیت میں وہ سختی کی جائیگی جو قتلِ خطا والے پر نہیں کی جاتی۔

چوتھے شخص نے شراب پی کر کسی کو قتل کیا اس شخص کو بھی قصاصاً قتل کیا جائیگا۔ کیونکہ اس نے خود اپنے آپ کو شراب کے نشے میں مست کر کے اپنے دماغ کو خراب کر دیا اس لئے وہ اس رعایت کا مستحق نہیں رہا جس کا قتلِ خطا والا مستحق ہے بلکہ اس پر قتل ناحق کا وہی حکم لگے گا جو اس کا اصل حکم ہے۔ ناجائز حالتِ نشہ میں طلاق کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ وہ اس رعایت کا مستحق نہیں جس کا جائز نشے والا مستحق ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

## ناجائز نشہ میں وقوعِ طلاق پر چند اعتراضات!

جمہور کی اس دلیل پر جو اہم اعتراضات کئے جاسکتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ احناف کے نزدیک معصیت کی وجہ سے کسی عمل کا اصل حکم ساقط نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی شخص چوری یا ڈاکے کے لئے سفر کرتا ہے اس معصیت اور گناہ کی وجہ سے وہ قصر وغیرہ جیسی ان سہولتوں سے محروم نہیں کیا جائیگا جو

دوسرے عام مسافروں کے لئے ہوتی ہیں۔اسی طرح نشہ نوشی اگر چہ گناہ ہے مگر گناہ کی صورت میں بھی طلاق کا حکم وہی ہونا چاہئے جو دوسرے دماغی توازن بگڑنے والوں کی ہوتی ہے۔اس اعتراض سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ سفر خود بنفسہ اصلاً معصیت اور کارِ گناہ نہیں بلکہ چوری ڈاکہ وغیرہ جرم ہے اس کے برعکس شراب پینا خود بنفسہ حرام اور کارگناہ ہے لہٰذا دونوں کی شرعی حیثیتیں جدا ہیں اور ان میں ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اگر کسی نے خودکشی کی نیت سے اپنے آپ کو اونچی جگہ سے گرادیا اور اس کے سر میں چوٹ لگ گئی یا اس نے اپنے آپ کو دیوار سے ٹکرا دیا جس سے اس کی جان تو بچ گئی مگر سر پر لگنے کی وجہ سے اس کا دماغی توازن بگڑ گیا اور اس نے اسی حالت میں بیوی کو طلاق دیدی اس صورت میں اس نے بدترین جرم خودکشی کا ارتکاب کیا ہے اور گناہ کے سبب سے اس کا دماغ خراب ہوگیا کیا اب اس وجہ سے کہ اس نے خود اپنے دماغ کو خراب کیا اس کی دی ہوئی طلاق زجراً واقع قرار دی جائیگی؟ حالانکہ اس کے وقوع طلاق کا کوئی بھی قائل نہیں بلکہ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگر اس بدترین معصیت کی وجہ سے دماغ میں خلل پڑنے کی وجہ سے زجراً طلاق واقع نہیں ہوتی تو پھر اس سے کم درجہ حرام کرنے والے نشہ نوش کی طلاق زجراً کیوں واقع قرار دی جائے۔

اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ اپنے آپ کو دیوار سے گرانے وغیرہ کی وجہ دماغی توازن کا بگڑ جانا ایک اتفاقی اور ایک شاذ و نادر واقعہ ہے کوئی آدمی اس لئے اپنے آپ کو دیوار وغیرہ سے نہیں ٹکراتا کہ اسکا دماغی توازن بگڑ جائے جبکہ نشہ نوش تو شراب اور نشہ آور چیز اس لئے استعمال کرتا ہے تاکہ اسے نشہ چڑھے اور نشہ آور چیزوں سے نشہ ہونا اتفاقی اور اکا دکا واقعہ نہیں بلکہ یہ ایک عادی امر ہے۔شراب وغیرہ نشہ آور چیزوں کی خاصیت اور تاثیر بھی نشہ ہی ہے۔

ظاہر ہے کہ اتفاقی شاذ و نادر امور اور عادی امور کے احکام میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

مثلاً ایک شخص نے کسی کو مکا مارا وہ اس سے مرگیا اور دوسرے شخص نے کسی دوسرے شخص کو ناحق تلوار یا بندوق سے مارا اور وہ مرگیا پہلے شخص پر دیت لازم ہوگی۔دوسرے کو قصاص کیا جائیگا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مکے سے کسی کی موت واقع ہونا ایک اتفاقی امر ہے۔جبکہ بندوق اور تلوار سے قتل ایک عادی چیز ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

۳۔ جمہور پر تیسرا اشکال یہ کیا گیا ہے کہ شریعت میں شرابی کے لئے ایک حد اور سزا کوڑوں کی صورت

میں مقرر ہے اور یہ اس کی پوری سزا ہے اب آخر اس پر مزید سزا کا اضافہ اجتہاد کی بناء پر کیوں درست ہوسکتا ہے؟

اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ یہ سزا کا اضافہ نہیں بلکہ اس نے جو طلاق دی ہے اسی طلاق کو نافذ کر دیا گیا اور اس کو اس رعایت کا مستحق نہیں قرار دیا گیا جس کا مستحق ایک جائز نشہ والا ہوتا ہے۔

مثلاً اگر کسی نے شراب پی لی اور اس نے اسی حالتِ نشہ میں کسی کو ناحق قتل کیا اس پر شراب کی حد بھی جاری ہوگی اور اس کو قصاص بھی کیا جائے گا۔

## وقوع طلاق اور عدمِ وقوع کے دلائل سوالات و جوابات کا طویل سلسلہ!

مذکورہ بحث میں وقوعِ طلاق اور عدم وقوع کے قائلین کے دلائل ایک دوسرے کے دلائل پر اعتراضات اور اس کے جوابات پیش کئے گئے یہ پوری بحث نہیں بلکہ ان کے دلائل اعتراضات اور جوابات کا سلسلہ مزید وسیع اور طویل ہوسکتا ہے تاہم اس تمام بحث سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ حالتِ نشہ میں دی ہوئی طلاق کے بارے میں عدم وقوع کا فتویٰ دینے کی گنجائش بھی موجود ہے۔ خصوصاً آج کل کے حالات میں اس مسئلہ میں از سرِ نو غور کرنے سے اسکی اہمیت زیادہ بڑھ گئی جس کی تفصیل یہ ہے۔

## برصغیر میں وقوعِ طلاق کی سزا کا نشانہ عورت ہی بنتی ہے!

مسلمانوں کی تاریخ سے یہ بات ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے پہلے ادوار میں عورتوں کے نکاح کا مسئلہ عصر حاضر کی طرح پیچیدہ نہ تھا۔ بلکہ عام رواج یہ تھا کہ مطلقہ اور بیوہ عورتیں عدت گزر جانے کے بعد کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر لیا کرتی تھیں اور ان کو ان کے مرضی کے شوہر بھی ملتے تھے اور مسلمانوں کے صالح معاشرے میں عام طور پر نشہ نوش آدمی کو بہت بری نظر سے دیکھا جاتا تھا اور عورتیں ایسے شوہروں سے آزاد ہونے سے خوش ہوتی تھیں۔ ایسے حالات میں طلاق کا واقع ہونا بلاشبہ نشہ نوش کے لئے ایک زجر و سزا ہوتی تھی لیکن عصرِ حاضر کے حالات اس سے مختلف ہیں وقوعِ طلاق سے عصر حاضر میں مرد سے زیادہ عورت متاثر ہوتی ہے۔ خصوصاً برصغیر پاکستان اور ہندوستان وغیرہ میں وقوعِ طلاق کی سزا کا نشانہ عورتیں ہی بنتی ہیں کیونکہ مرد تو آسانی کے ساتھ دوسری شادی کر لیتے ہیں لیکن مطلقہ اور بیوہ عورتیں شاذ و نادر دوسری شادی کرنے پر آمادہ ہوتی ہیں۔ اور دوسری طرف بیوہ اور مطلقہ عورتوں کو بھی بہت کم ہی لوگ اپنے نکاح میں لیتے ہیں خصوصاً جبکہ وہ عورتیں صاحبِ اولاد یا بڑی عمر کی ہوں اس کے لئے تو دوسرا نکاح تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے ظاہر ہے ایسے حالات میں یہ سزا عورت بیچاری ہی کے لئے

خاص ہوتی ہے۔لہٰذا علماء ومفتیان کو چاہیے کہ وہ اس مسئلہ کا از سرنو جائزہ لیں اور اس بات کو بھی نہ بھولئے کہ طلاق سکران کے عدمِ وقوع میں کافی گنجائش خود حنفیہ کے ہاں بھی موجود ہے اور علمائے احناف میں سے امام طحاوی، امام زفر، ابوالحسن کرخی، وغیرہ اس مسئلہ میں عدمِ وقوع طلاق کے قائل ہیں اور فتاویٰ تا تارخانیہ میں تفرید کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اسی قول پر احناف کا فتویٰ ہے[۱]۔

اگر چہ صحیح یہی ہے کہ احناف کا فتویٰ وقوعِ طلاق پر ہے پھر بھی اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے۔کہ حنفیہ کے نزدیک اس مسئلہ میں بڑی گنجائش ہے لہٰذا وقتی اور علاقائی ضرورتوں کے تحت حالتِ نشہ میں دی ہوئی طلاق کے واقعہ نہ ہونے کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔واللہ اعلم

## مدہوش اور حواس باختہ کی طلاق!

بعض لوگ شدید خوف وغم یا غصے کی حالت میں اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے ہوش وہواس گم ہو جاتے ہیں اور ان کے عقل میں اس قدر فتور پڑ جاتا ہے کہ ان کے اندر سوچنے سمجھنے کی طاقت اور اچھے برے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس کے عقل میں اس قدر فتور پڑ جاتا ہے کہ اس کی اپنی جان اور اپنی زبان پر سے قابو ختم ہو جاتا ہے اور اس کی حرکات وسکنات افعال اور باتیں غیر سنجیدہ اور بے ڈھنگی جیسی ہو جاتی ہیں ایسے شخص کو مدہوش

۱ ـ وكـان الشيخ ابـوالـحسـن الـكـرخـي رحـمـه الـله يختار انه لا شئى يقع وهوقول الـطـحـاوى واحـد قـولـي الشـافـعي وفي التفريد والفتوىٰ عليه (الفتاوى التاتارخارنيه ص٢٥٦ ـ ٣٧)وقـال الشيـخ الـحـديـث العلامة مولانا محمد زكريارحمه الله تعالىٰ :وفي المحلي فيمن لا يـجيـز طـلاق السّـكـران وهـو الـمروى عن ابن عباس ......وفي التاتار خانية والفتوىٰ عليه (اوجر الـمـاسك ص٤٣٢ ـ ٤٧)وفي الدراالمختار ولم يوقع الشافعي طلاق السكران واختاره الطحاوى والـكـرخـي وفـي الـتـاتـار خـانية عـن التـفـريق والفتوىٰ عليه وفي رد المختار تحت قوله واختاره الـكـرخـي وكـذامـحـمد بن سلمة وهو قول زفر كما أفاده في الفتح وقال تحت قوله عن التفريق صوابه عن التفريد ............وقال تحت قوله والفتوى عليه قدعلمت مخالفة لسائر المتون وفي التاتار خانيه ايضاً طلاق السكران واقع. (رد المحتار ص٤٢٤ تا ص ٤٢٥ ج٢)

کہتے ہیں اوراس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ا؂

## مدہوش کی حالات کیفیات اورعلامات!

مدہوشی ایک جنونی کیفیت ہے۔جس طرح نشہ بازوں دیوانوں اور پاگلوں کے حالات و کیفیات مختلف ہوتے ہیں۔اسی طرح مدہوش کی حالات و کیفیات بھی مختلف ہوتے ہیں۔یہاں پہلے قرآن مجید سے ان لوگوں کی مدہوشی کی تصویر پیش کرتا ہوں جو قیامت کے دن زلزلے اور بھونچال کی دہشت خوف وگھبراہٹ سے مدہوش ہوجاتے ہیں قیامت کے زلزلے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وتری الناس سکری وما هم بسکری ولکن عذاب الله شدید﴾

''اور(اس دن) لوگ تم کو نشہ میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہونگے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے(وہ اس کی ہیبت ودہشت سے حواس باختہ ہونگے)۔''(سورۃ حج آیت ۲)

قیامت کے دن لوگ خوف وہیبت اورگھبراہٹ کے عالم میں دیوانہ وار ادھرادھر دوڑنے لگیں گے ان کی آنکھیں سختی سے نیم خواب یا پھٹی پھٹی نظر آئیں گی۔اوران کے قدم نشہ بازوں کی طرح ڈگماتے ہونگے۔

لوگ اپنی عزیز ترین چیزوں کو بھول جائیں گے عورتیں جن کو اپنے بیٹے اپنی جان سے پیارے ہوتے ہیں وہ ہیبت کی وجہ سے دودھ پیتے بچے جن کو وہ دودھ پلاتی ہیں بھول جائیں گی۔

اب مدہوش کی کیفیات وحالات کو پڑھ لیجئے:

---

۱؂ (لایقع الطلاق المولیٰ علی امرأة عبده) (والمجنون) .........(والمَدهوش) فتح وفی القاموس دهش الرجل تحیر (قوله وفی القاموس دهش) أی بالکسر کفرح ثم ان اقتصاره علی ذکر التحیر غیر صحیح فانه فی القاموس قال بعده أو ذهب عقله من ذهل أوو له او بل اقتصر علی هٰذا فی المصباح فقال دهش دهشاً من باب تعصب ذهب عقله حیاء أوخوفاً وهو المراد هنا ولذا جعله فی البحر داخلا فی المجنون.......وسئل نظما فیمن طلق زوجته ثلاثاً فی المجلس القاضی وهو معتاظ مدهوش فأجاب نظماً بأن دهش من اقسام الجنون فلا یقع ............فالذی ینبغی التعویل علیه فی المدهوش ونحوه انا طة الحکم بغلبة الخلل فی اقواله وافعاله الخارجة عن عادته وکذا یقال فیمن اختل عقله لکبر او لمرض أو لمصیبة فاجأ ته فما دام فی حال غلبة الخلل فی الاقوال والافعال لا تعتبر اقواله۔ (الدرالمختار ۴۲۵الی ۴۲۷ ج۲)

۱۔ بعض لوگ غم کی سختی کی وجہ سے ہوش وحواس سے محروم ہوجاتے ہیں ان کے اندر چلنے پھرنے، بولنے سننے اور سوچنے کی طاقت ہی ختم ہوجاتی ہے ان کی حالت بے ہوش اور سوئے ہوئے شخص کی طرح ہوتی ہے۔

۲۔ بعض لوگ خوف وغم کی وجہ سے دیوانوں، پاگلوں کی طرح ادھرادھر بھاگتے ہیں، چیختے چلاتے ہیں۔

۳۔ بعض غم اور غصے کی وجہ سے دیوار سے سر مارتے ہیں۔

۴۔ بعض لوگ شدید غصے کی حالت میں گھر کے قیمتی برتن اور دوسرے سامان کو توڑتے اور برباد کرتے ہیں اور جو ہاتھ میں آجاتا ہے اس سے وار کرتے ہیں۔

۵۔ بعض لوگ غصے میں اس حد تک پہنچتے ہیں کہ دیوانوں کی طرح کسی کی پٹائی کرنے لگتے ہیں یا جو اس کو کسی کے مارنے سے روکتا ہے۔ وہ روکنے والوں کے مقام ومنصب کا لحاظ کیئے بغیر ان کو بھی مارتے ہیں اور ان کو گالیاں دیتے ہیں حالانکہ وہ صحیح حالت میں ان لوگوں کا بڑا احترام کرتے ہیں۔

۶۔ بعض لوگ خوف وغم یا غصے کی حالت میں کانپنے لگتے ہیں اور جھاگ پھینکتے ہیں اور ان سے بے ربط اور بہکی بہکی باتیں صادر ہوتی ہیں اس کے زبان اور بدن سے غیر ارادی اقوال اور افعال صادر ہوتے ہیں اس کی حالت ہو بہو ایسی ہوتی ہے جیسا کسی پر نشہ چڑھ گیا ہو۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص پر غم وخوشی خوف اور غصے میں جنونی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور اس کے اندر سوچنے سمجھنے کی طاقت ختم ہوجاتی ہے اور وہ اپنی عقل کے استعمال سے بے بس اور عاجز ہوجاتا ہے وہ مدہوش ہے اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی [۱]

## غصے کی حالت میں طلاق!

طلاق عموماً غصے کی حالت میں دی جاتی ہے اور غصہ وقوع طلاق میں مانع نہیں کیونکہ غصہ میں آدمی جو کچھ کہتا ہے اپنے مقصد واختیار سے کہتا ہے البتہ غصہ ہونے والوں کی حالات وکیفیات مختلف ہوتے ہیں۔ بعض عین غصے کی حالت میں سنجیدہ ہوتے ہیں اور بعض پر جنونی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ علامہ شامیؒ نے حافظ ابن القیم حنبلیؒ کے رسالہ "طلاق الغضبان" میں نقل کیا ہے کہ غصے کی تین قسمیں (یعنی تین درجے) ہیں۔

---

۱ ؎ قال الدكتور وهبة الزحيلي: والمدهوش هوالذى اعترته حال انفعال لايدرى فيها مايقول او يفعل او يصل به الانفعال الى درجة يغلب معها الخلل فى اقواله وافعاله بسبب فرط الخوف اوالحزن اوالغضب لقوله ﷺ "لاطلاق فى اغلاق."(الفقه الاسلامى وادلته ص ٣٢٤ ج ٧)

۱۔ ایک ابتدائی درجہ ہے اس میں اس کی عقل متغیر نہیں ہوتی وہ جو بات کہتا ہے اس کو جانتا ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور جو کچھ وہ کہتا ہے قصد وارادے سے کہتا ہے غصے کی اس حالت میں بلاشبہ طلاق واقع ہوتی ہے۔

۲۔ غصے کی دوسری قسم یہ ہے کہ غصہ اپنی انتہا کو پہنچ جائے یہاں تک کہ اس کو یہ خبر نہ رہے کہ اس کی زبان سے کیا نکل رہا ہے بغیر قصد وارادے سے اس کے منہ سے الفاظ نکل رہے ہوں۔ (جیسا کہ اس کا بیان مدہوش کے بیان میں گزرا) اس کی طلاق بلاشبہ واقع نہیں ہوتی۔

۳۔ غصے کا تیسرا اور متوسط درجہ یہ ہے۔ جو مذکورہ دونوں درجوں کے بین بین ہے۔ اس درجہ کے غصے میں دی ہوئی طلاق قابل غور ہے اور دلائل کا مقتضا یہ ہے کہ غصے کی اس صورت میں اقوال کو غیر معتبر قرار دیا جائے علامہ شامیؒ حافظ ابن القیم کی اس تفصیل کا خلاصہ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ:

ہمارے حنفیہ کے نزدیک اس کی طلاق واقع ہوجاتی ہے اور علماء حنابلہ نے بھی اس مسئلہ میں حافظ ابن القیمؒ کی مخالفت کی ہے اور ان کے نزدیک بھی اس تیسری قسم کی طلاق واقع ہوتی ہے۔ اس کے بعد بعض اشکالات کا جواب دے کر علامہ شامیؒ نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

مدہوش اور غصہ سے بھرے ہوئے دونوں حالتوں میں طلاق واقع نہ ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی بدحواسی اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کو یہ خبر بھی نہ رہے کہ اس کی زبان سے کیا نکل رہا ہے بلکہ س کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ اس سے بہکی بہکی باتیں صادر ہونے لگیں اور بے ڈھنگا پن افعال سے ظاہر ہو اور اس کی گفتگو اور افعال میں سنجیدگی اور غیر سنجیدگی دونوں ملی جلی ہو۔

اس کی تائید میں علامہ شامیؒ نے سکران یعنی نشہ باز (جبکہ نشہ حرام کی چیز کے سبب سے نہ ہو) کی مثال پیش کی ہے۔ کہ اس میں احناف کے نزدیک مفتی بہ قول کا اتنا درجہ کافی ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

آگے چل کر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مدہوش، غضبان اور (جائز نشہ کے سبب) سکران وغیرہ جو کچھ کہہ رہا ہے اسے معلوم بھی ہے اور جو کچھ کہتا ہے قصد وارادے سے کہتا ہے لیکن اسکی عمومی گفتگو سے عقلی فتور ظاہر ہو رہا ہے تب طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ سمجھ بوجھ درست نہ ہونے کی وجہ سے اس کا قصد وارادہ معتبر نہیں جیسا کہ ہوشیار بچہ ہوتا ہے وہ اگر طلاق دیتا ہے تو اپنے قصد وارادے سے دیتا ہے۔ لیکن سمجھ بوجھ مکمل نہ ہونے کی وجہ سے اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے رد المختار ص ٤٢٧ ج ٦)

حضرت علامہ شامیؒ کی اس رائے پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مدہوش اور غضبان کو جائز نشہ پر

قیاس کیا ہے حالانکہ ان کا یہ قیاس درست نہیں کیونکہ نشہ عادۃً عقل میں فتور پیدا کرتا ہے اس لئے حالتِ نشہ میں معمولی قرائن اور علامات فتور کے لئے کافی ہیں بخلاف غصہ کے کہ غصہ عادۃً عقل کو ختم نہیں کرتا اس لئے کسی مضبوط قرینے اور علامت کے بغیر اس میں فتورِ عقل کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

یہی حال ہوشیار بچے کا ہے اگر چہ وہ اس بات کو جانتا ہے کہ طلاق کیا ہوتی ہے اس کا اثر کیا ہوتا ہے لیکن عادۃً اسکی عقل اور سمجھ بوجھ مکمل نہیں ہوتی اور اس کیساتھ ساتھ اس کو بلوغ سے پہلے نکاح اور بیوی کے فائدوں کا مکمل تجربہ بھی نہیں ہوتا لیکن اس اشکال کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ غصہ عادۃً بھی عقل میں فتور پیدا کرتا ہے اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ غصے کی وقت انسان کی عقل میں خلل پڑتا ہے اس لئے قاضی کو حالتِ غصہ میں فیصلہ کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

اس لئے یہاں بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب غصہ اس درجہ کو پہنچ جائے کہ عقل میں فتور کے کچھ علامات ظاہر ہو جائیں تو اس پر فتورِ عقل کا حکم لگایا جائے لیکن یہ جواب کمزور ہے اس لئے کہ غصے کا مادہ اور اس کی تخلیق عادۃً فتورِ عقل کے لئے نہیں۔ بخلاف نشہ اس لئے غصے سے فتورِ عقل کی جب تک کھلی واضح علامات اور قوی قرائن موجود نہ ہوں فتورِ عقل کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ لہٰذا قوی قرائن کے بغیر غصے کی درمیانی حالت معلوم کرنا اور اس کا اندازہ لگانا بہت ہی مشکل ہے شاید اس لئے علامہ شامیؒ نے بھی اپنی رائے کا اظہار تو کر دیا ہے مگر فتویٰ نہیں دیا ہے۔

اور اس درمیانی قسم غصے کے متعلق انہوں نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ ہمارے (یعنی حنفیہ کے) نزدیک اس حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔[1]

## مدہوش اور غضبان کے بارے میں بحث کا خلاصہ!

اب یہاں مدہوش اور غضبان کے بارے میں طلاق سے متعلق مذکورہ بحث کا خلاصہ پڑھ لیجئے:

---

[1] قال الدکتور الزحیلی (طلاق الغضبان) یفهم مما ذکر ان طلاق الغضبان لا یقع اذا اشتد الغضب بان وصل الی درجة لایدری فیها مایقول ویفعل ولا یقصده او وصل به الغضب الی درجة یغلب علیه فیها الخلل و الاضطراب فی اقواله وافعاله وهذه حالة نادرة ، فان ظل الشخص فی حالة وعي وادراك لما یقول فیقع طلاقه وهذا هو الغالب فی کل طلاق یصدر عن الرجل لان الغضبان مکلف فی حال غضبه بما یصدر منه من کفر و قتل نفس و اخذ مال بغیر حق و طلاق وغیرها۔ (الفقه الاسلامی ص ۳٦٥ ج ۷)

۱۔ غصے کی وہ حالت جس میں فتور کے آثار ظاہر نہ ہوں بلکہ آدمی کو یہ معلوم ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور اس کہنے کا اثر کیا ہوگا اور وہ جو کچھ کہہ رہا ہے قصد وارادے سے کہہ رہا ہے اس حالت میں بالاتفاق طلاق واقع ہوتی ہے۔

۲۔ غصہ کی شدید اور انتہائی حالت جس میں آدمی اس قدر حواس باختہ ہو جائے کہ اس کی عقل اور دماغ بالکل کام چھوڑ دے اور اس کا اپنے وجود اور اپنی زبان پر سے قابو ختم ہو جائے اور اس کی زبان سے قصد وارادے کے بغیر الفاظ صادر ہونے لگیں اور اس کو یہ بھی پتہ نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں جیسا کہ ایسی حالت زیادہ تر بلند فشارِ خون (ہائی بلڈ پریشر) اور ذہنی مریضوں کو پیش آتی ہے مثلاً اپنے قیمتی سامان کو توڑنا یا سر دیوار سے ٹکرانا یا اپنے پرائے میں فرق نہ کرنا، جو اس کو روکے اس کو بھی مارنا وغیرہ، جیسا کہ مدہوش کے بیان میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے اس کی طلاق بالاتفاق واقع نہیں ہوتی۔

۳۔ غصے کی درمیانی حالت جس میں وہ جو کچھ کر رہا ہے یا کہہ رہا ہے اس کو معلوم بھی ہوتا ہے اور اس میں اس کا قصد وارادہ بھی شامل ہوتا ہے اور وہ مرد، عورت اور اپنے پرائے میں فرق بھی کر سکتا ہے لیکن اسکی سوچ وسمجھ اور عقل اپنی حد سے باہر اور اس میں خلل واقع ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ طلاق کے برے اثرات سے غافل ہوتا ہے اور اس کو اپنی زبان پر پورا قابو حاصل نہیں ہوتا اس لئے اسکے زبان سے ربط اور بے ربط، سنجیدہ اور غیر سنجیدہ گفتگو اور بہکی بہکی باتیں صادر ہونے لگتی ہیں دوسری لفظوں میں وہ بکواس کرنے لگتا ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک ایسی حالت میں بھی طلاق واقع ہوتی ہے اور بعض علماء اس تیسری حالت کو بھی مدہوش میں داخل کرتے ہیں کہ یہ بھی ایک جنونی کیفیت ہے اگرچہ وہ اپنے کہے ہوئے الفاظ کو جانتا ہے لیکن اس کا اپنے اوپر پورا قابو ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ اس حالت میں دی ہوئی طلاق کو واقع قرار نہیں دیتے اور علامہ شامیؒ کی رائے اور رجحان بھی اس حالت میں عدمِ وقوع کی طرف ہے۔[۱] واللہ اعلم۔

---

[۱] قلت والحافظ ابن القيم الحنبلي رسالة في طلاق الغضبان قال فيما انه على ثلاثة اقسام أحدها ان يحصل له مبادى الغضب بحيث لا يتغير عقله ويعلم مايقول ويقصده وهذالاشكال فيه الثاني أن يبلغ النهاية فلا يعلم مايقول ولا يريده فهذا لاريب انه لا ينفذ شيء من اقواله الثالث من توسط بين المرتبتين بحيث لم يصر كلمجنون فهذا محل النظر والادلة تدل على عدم النفوذ اقواله ... ملخصا من شرح الغاية الحنبليّة لكن أشارة في الغاية الىٰ مخالفته في الثالث حيث قال ويقع طلاق من غضب خلافا لابن القيم ..وهذا الموافق عندنا لما مر في المدهوش ..(بقیہ اگلے صفحہ پر)

## طلاق کے بعد جوشخص مدہوش ہونے کا مدعی ہو!

اگر کوئی شخص تین طلاقیں دینے کے بعد یہ کہے کہ میں انتہائی غصے میں تھا مجھ پر دہشت یا وحشت اور جنونی کیفیت طاری تھی طلاق دیتے وقت میری عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا اور مدہوش کی جو علامتیں اوپر بیان ہوئی ہیں وہ اس میں پائی گئیں اب اگر طلاق کے اس واقعہ سے پہلے ماضی میں اس کو کوئی ایسا وقعہ پیش آیا ہو جس میں اس کے ہوش وحواس اڑ جاتے ہوں اور اس پر جنون جیسی کیفیت طاری ہوتی ہو اور لوگ اسے جانتے ہوں۔

ایسی صورت میں قاضی یا حکم اس سے قسم لے کر اس کی بات کو قبول کرے گا اور اس کی طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر پہلے ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا اور لوگ اس کے بارے میں نہیں جانتے کہ طلاق کے اس واقعہ سے پہلے بھی وہ غصہ کی وجہ سے حواس باختہ ہوا ہو پھر دو مرد، یا ایک مرد، دو عورتیں اگر یہ گواہی دیں کہ طلاق دیتے وقت اس کی کیفیت مجنون جیسی تھی پھر گواہوں پر اعتماد کیا جائیگا اور اس کی طلاق واقع نہ ہوگی اگر طلاق دینے والے نے قسم یا گواہی قاضی یا حکم کے سامنے قائم نہیں کی بلکہ یوں ہی کسی غیر قاضی یا حکم کے سامنے قسم کھائی یا گواہی پیش کی تو وہ شرعاً مدہوش نہیں مانا جائیگا۔ اور اس وقت اس کے لئے بیوی حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ با قاعدہ قاضی یا حکم کے سامنے یہ کاروائی نہ کرے[۱]۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر:۱۶۸) والـذی یظهر لی ان کلا من المدهوش والغضبان لا یلزم فیه أن یکون بحیث لا یعلم مـایـقـول بـل یـکـتـفـی فیـه بـغـلبة الهذیان واختلط الجد بالهزل کما هو المفتی به فی السکران علی ما مرّ ......فالذی ینبغی التعول علیه فی المدهوش ونحوها ۔ انا طة الحکم بغلبة الخلل فی اقواله وافعاله الخارجة عـن عـادته وکذا یقال فیمن اختل عقله لکبر او لمرض أو لمصیبة فاجأ ته فما دام فی حال غلبة الخلل فی الاقـوال والافعال لا تعتبر اقواله وان کان یعلمها ویریدها لان هذا لمعرفة والارادة غیره معتبرة لعدم حصولها عن ادراك الصحیح کما لا تعتبر من الصّبی العاقل. (الدرالمختار ٤٢٧ ج٢)

١ ـ وسئـل نـظـمافیمن طلق زوجته ثلاثا فی مجلس القاضی وهو مغتاظ مدهوش فأجاب نظماً ایضاً بأن دهـش مـن اقسـام الـجـنـون فلا یقع واذا کان یعتاده بأن عرف منه الدهش مرة یصدق بلا برهان (فتاوی الشـامیـه ص٤٢٧ ج٢) الجواب ـ الدهش هو ذهاب العقل من أذل أوله وقد صرح فی التنویر والتتار خانیة وغیـرهما بعدم وقوع طلاق المدهوش فعلی هذا حیث حصل الرجل دهش زال به عقله وصار لا شعور له لا یـقع طلاقه والقول له بیمینه ان عرف منه الدهش وان لم یعرف منه لایقبل قوله قضاء الاّ بینة کما صرح بذالك علماء الحنفیة رحمهم اللّه تعالیٰ ، (فتاوی تنقح الحامدیة ص ٣٧ ج١)

## مکرہ (یعنی طلاق دیئے جانے پر مجبور کئے جانے والے) کی طلاق!

اگر کسی شخص پر دباؤ ڈالا جائے اور اس سے کہا جائے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو ورنہ میں تجھے قتل کروں گا۔ یا اس طرح کی کوئی دھمکی دیدی اور اس نے اسی جبر و دباؤ اور زبردستی کی جانے کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی ایسی صورت میں دی جانے والی طلاق کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جمہور فقہاء اور علماء اسلام کے نزدیک اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی البتہ حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ، وغیرہ علماء احناف کے نزدیک اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

## طلاقِ مکرہ کے عدمِ وقوع کے دلائل!

جو حضرات حالتِ اکراہ میں طلاق واقع قرار نہیں دیتے ان کے اہم دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن كفر بالله من بعد ايمانه الا من أُكره وقلبه مطمئنٌّ بالايمان ولكن من شرح بالكفر صدرا فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيمo ذلك بانهم استحبو الحيوة الدنيا على الاخرة﴾

''جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے بجز اس شخص کو جس کو (کلمہ کفر پر) مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن (اور جما ہوا) ہو (تو اس کی گرفت نہ ہوگی) لیکن (وہ بدنصیب) جو کفر کے لئے سینہ کھول دے تو ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے یہ (غضب اور عذاب ان کے لئے) اس لئے ہے۔ کہ انہوں نے آخرت کی (ابدی) زندگی کے مقابلے میں دنیا کی (فانی اور عارضی) زندگی کو پسند کر لیا ہے۔ (نحل آیت ۱۰۶-۱۰۷)

## مجبوری اور بے بسی کی حالت میں کلمہ کفر!

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کوئی ایمان کے بعد پھر کفر میں مبتلا ہوا اور اس کا دل کفر پر راضی ہو گیا تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور بہت بڑا عذاب ہے۔ البتہ جس شخص کو کلمہ کفر پر مجبور کیا جائے اور وہ محض جان بچانے کی خاطر صرف زبان سے کوئی کلمہ کفر کہہ دے اور اس کا دل اندر سے ایمان پر جما ہوا اور مطمئن ہو تو ایسے لوگوں پر مواخذہ نہیں اس میں شک نہیں کہ اس مسئلہ میں افضل اور عزیمت یہی ہے کہ خواہ آدمی کے جسم کی تکہ بوٹی کر دی جائے اور اسی دردناک حالت میں وہ جان دے کر بھی دل و زبان سے کلمہ حق اور اسلام پر ڈٹا رہے اور کلمہ کفر

سے اپنی زبان کو آلودہ نہ کرے۔ تاہم اگر کلمہ کفر کہنے پر اسے مجبور کیا جائے اور اس کا غالب گمان ہو کہ پوری طرح وہ دھمکی دینے والے کی گرفت میں آچکا ہے۔ اور کلمہ کفر نہ کہنے کی صورت میں وہ اسے جان سے مار ڈالے گا ایسی صورت میں اسے کلمہ کفر کہنے کی اجازت اس شرط سے مشروط ہے کہ وہ اس کلمہ کفر کو باطل سمجھ کر اس کے کہنے سے متنفر ہو۔ اس کا دل پوری طرح ایمان پر جما ہوا اور مطمئن ہو۔

## اکراہ اور مجبوری کی حالت میں کلمہ کفر کہنے پر بھی مواخذہ نہیں!

اس آیت کریمہ سے عدم وقوع طلاق کے قائلین اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ کفر ایک عظیم جرم ہے لیکن اکراہ اور بے بسی کی حالت میں اس کے اس کلمہ کفر کو غیر معتبر قرار دیا جاتا ہے۔

اگر کسی نے مجبوری اور بے کسی کی حالت میں دل سے نہیں صرف زبان سے لفظ طلاق کہہ دیا تو اس کو واقع قرار نہ دی جائے گی جس طرح کوئی بے بسی اور مجبوری کی حالت میں محض کلمہ کفر کہنے سے کافر نہیں ہوتا اسی طرح حالت مجبوری میں طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔

## اکراہ اور مجبوری کی حالت میں آدمی بے اختیار نہیں ہوتا!

اس آیت کریمہ سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حالت اکراہ میں بھی آدمی بے اختیار نہیں ہوتا بلکہ اس کو عین حالت اکراہ میں بھی اختیار حاصل ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) افضل یہ ہے کہ آدمی جان دے کر کلمہ کفر سے زبان گندی نہ کرے البتہ اسے یہ اجازت ہے کہ وہ موت کے خوف سے کلمہ کفر صرف زبان سے کہہ دے۔

اب آدمی کو ان دو (۲) امور میں اختیار حاصل ہے خواہ وہ افضل اور عزیمت پر عمل کر کے ایمانداری اور بڑی جوانمردی کا ثبوت دے یا کسی مصلحت کے تحت اپنی جان بچانے کی خاطر کلمہ کفر کا زہریلا گھونٹ پی لے۔

(۲) اس آیت سے یہ بھی واضح ہے کہ اگر کسی شخص کو کفر پر مجبور کیا گیا ہے پھر اس نے کھلے دل سے کفر کو اختیار کر کے قبول کر لیا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس کی وجہ یہی تو ہے کہ جس طرح اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی فانی زندگی بچا کر اپنی آخرت کو داؤ پر لگائے۔

اسی طرح اس کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ فانی زندگی کو داؤ پر لگا کر اپنی آخرت کو بچائے لیکن اس نے

اپنی فانی زندگی کو بچا کر دل سے کفر کو اختیار کر لیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ کی ایک آیت میں مسلمانوں کو ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ط ومن یرتدد منکم عن دینه فیمت وهو کافر فاولٰئك حبطت اعمالهم فی الدنیا والاخرہ ج واولٰئك اصحب النار ج هم فیها خلدون﴾

”وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین (دین اسلام) سے پھیر دیں اگر ان کا بس چلے اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور وہ کافر ہی مر جائے تو یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے عمل دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔“ (سورۂ بقرہ آیت ۲۱۷)

اس آیت اور اسی طرح کے دوسری آیتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اکراہ اور مجبوری کی حالت میں اختیار باقی رہتا ہے اگر کوئی شخص بے بسی اور مجبوری کی حالت میں بھی سچ مچ دین سے پھر جائے تو وہ دوزخی اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ حالت اکراہ میں اختیار باقی رہتا ہے تو حالت اکراہ کی حالت میں طلاق دینے والے الفاظ طلاق کو اپنے اختیار سے کہہ ڈالتا ہے اور وہ دو مصیبتوں میں سے ایک مصیبت یعنی طلاق کو ترجیح دیتا ہے۔

## ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے!

رہی یہ بات، کہ کفر جیسے عظیم کلمات جب اکراہ کی صورت میں غیر معتبر قرار دیئے جاسکتے ہیں تو اکراہ کی صورت میں الفاظ طلاق کو کیسے معتبر مانا جا سکتا ہے اس کو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور اس کا تعلق دل سے ہے اگر وہ قائم ہے اور اس پر دل مطمئن اور جما ہوا ہے ایسی حالت میں اگر جبر و اکراہ کی وجہ سے مجبوراً کوئی مسلمان کلمہ کفر کہہ دے تو وہ تصدیق قلبی موجود ہونے کی وجہ سے مؤمن ہی رہے گا۔

## الفاظِ طلاق کے بغیر صرف نیت سے طلاق واقع نہیں ہوتی!

اور طلاق کا معاملہ اس سے مختلف ہے چنانچہ اگر کوئی شخص دل دل میں بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ اور نیت کرتا رہتا ہے لیکن زبان سے نہیں کہتا تو اس کی طلاق اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک وہ طلاق کا اظہار زبان وغیرہ سے نہ کر دے اسکے برعکس صریح الفاظ طلاق سے طلاق اس وقت بھی واقع ہو جاتی ہے جبکہ الفاظ طلاق کہنے والے کی نیت طلاق نہ دینے کی ہو جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ آگے آرہا ہے لہٰذا الفاظ کفر سے ایمان کی بقاء

پرالفاظ طلاق سے نکاح کے بقاء کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔واللہ اعلم۔

## جبری طلاق کے عدم وقوع کے حق میں دوسری دلیل!

جن حضرات کے نزدیک جبری طلاق واقع نہیں ہوتی ان کی دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

﴿لا یؤا خذکم اللہ با اللغو فی ایما نکم ولکن یؤ اخذکم بما کسبت قلوبکم﴾

''اللہ تعالیٰ تمھیں لغو قسموں پر نہیں پکڑے گا البتہ ان قسموں پر تمہیں پکڑے گا جو تم نے دل کے ارادہ سے کھائی ہوں۔''(بقرہ آیت ۲۲۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو قسمیں کسی نفع ونقصان کے پیش نظر نہیں کھائی جاتیں بلکہ بلا ارادہ بات چیت کے دوران زبان پر جاری ہوتی ہیں ایسی قسموں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت نہ ہوگی البتہ جو قسمیں دل کے ارادہ سے کھائی جائیں جن کا اثر خود ان پر یا دوسروں کے حقوق ومفادات پر پڑتا ہو اگر ان میں اللہ تعالیٰ کے نام کو غلط استعمال کیا جائے تو اس پر اس کی گرفت ضرور ہوگی۔اس آیت کریمہ کی پوری تفصیل تو ان شاء اللہ قسموں کے بیان میں آئے گی یہاں تو صرف اتنی بات عرض کرنی تھی کہ جن حضرات کے نزدیک جبری طلاق واقع نہیں ہوتی وہ اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں اور لغو بے معنی قسموں پر طلاق مکرہ کو قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح لغو قسموں پر گرفت نہیں جن میں دل کا ارادہ شامل نہیں ہوتا اسی طرح جبری طلاق بھی واقع نہ ہوگی جس میں دل کا ارادہ شامل نہیں ہوتا لیکن اس آیت کریمہ سے یہ استدلال درست نہیں کیونکہ طلاق اور قسم میں فرق ہے نیز بعض قسمیں ایسی ہوتی ہیں جن کے ساتھ دوسروں کے حقوق اور مفادات وابستہ نہیں ہوتے جیسا کہ بطور تکیہ کلام کے بلا ارادہ قسمیں زبان سے نکل جاتی ہیں اور بعض قسمیں ایسی ہوتی ہیں جن کا تعلق دوسروں کے حقوق کے ساتھ ہوتا ہے اور اس دوسری قسم کے قسموں میں اگر دل کا ارادہ شامل نہ بھی ہو پھر بھی وہ معتبر ہیں اور ان پر مواخذہ بھی ہوگا نیز حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من اقتطع حق امرئ مسلم بیمینہ فقد ا وجب اللہ لہ النار وحرم علیہ الجنۃ ....))

''جس نے (جھوٹی قسم کھا کر) اپنی قسم سے کسی کا کوئی حق مار لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دوزخ کی آگ واجب کردی اور اس پر جنت حرام کی۔''(مسلم،مشکوٰۃ)۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

((الیمین علی نیۃ المستحلف))

''قسم دینے والے کی نیت پر (واقع ہوتی) ہے۔'' (مسلم، مشکوٰۃ باب الایمان والندور)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قسم کے الفاظ میں مدعی کی نیت کا اعتبار ہوگا نہ کہ قسم کھانے والے کی نیت کا اگر مدعیٰ علیہ مدعی کا حق مارنا چاہے اور اپنی قسم کھانے میں کوئی دوسرا ارادہ کرے یعنی اس میں توریہ اور تاویل کر کے ظاہر کے خلاف کوئی دوسری نیت کر لے تو اس کی تاویل اور توریہ وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس کے ظاہری الفاظ کا اعتبار ہوگا اور مدعی نے جو قسم اس کو دی ہے اس کے مطابق وہ واقع ہوگی اور اس کی گرفت بھی ہوگی خلاصہ یہ کہ لغو قسم میں ہر بلا ارادہ قسم داخل نہیں کیونکہ خود یہ قرآن وسنت کے واضح نصوص سے متصادم ہے نیز اگر ہر بے نیت قسم کو غیر معتبر قرار دیا جائے اور مدعیٰ علیہ کی بے نیت قسمیں بھی واقع اور قابل مواخذہ نہ ہوں۔ پھر تو اسلامی عدالتوں میں حلف و قسامت کا پورا نظام ہی درہم برہم ہو جائے گا۔

## مکرہ کی طلاق واقع قرار نہ دینے والوں کی تیسری دلیل!

مکرہ اور مجبور کی طلاق واقع قرار نہ دینے والوں کی تیسری اہم دلیل یہ ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق))

''اغلاق میں طلاق ہوتی ہے اور نہ غلام کا آزاد ہونا۔'' (ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

اغلاق کے معنی یہ حضرات جبر واکراہ سے کرتے ہیں اور اس حدیث سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ مجبوری اور بے بسی کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس حدیث کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں ان میں نسبتاً جو زیادہ وزنی معلوم ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) اس حدیث میں ضعف ہے۔ اسلئے اس سے استدلال درست نہیں ہے [۱]۔

---

۱ ۔ قال الحافظ ابن حجر العسقلانیؒ حدیث عائشة لاطلاق فی اغلاق رواہ احمد وأبوداؤدوابن ماجه وأبو یعلی والحاکم والبیهقی من طریق صفیة بنت شیبة عنها وصححه الحاکم وفی اسنادہ محمد بن عبید بن أبی صالح وقد ضعفه أبو حاتم الرازی ورواہ البیهقی من طریق لیس هو فیها لکن لم یذکر عائشة۔ (تلخیص الحبیر ص ٤٤٩ ج٣) وقد توبع هذا الحدیث تابعه ذکریا بن اسحاق و محمد بن عثمان اخرجه الدار قطنی والبیهقی من طریق قزعه بن سوید الباهلی البصری وقال البخاری لیس بذالك القوی ولابن معین فیه قولان وقال احمد مضطرب الحدیث وقال ابو حاتم لایحتج به وقال النسائی ضعیف(مخلصا من حاشیة تلخیص الحبیر ص٤٤٩الی ص ٤٥٠ ج٣)

(۲) اس حدیث کے لفظ ''اغلاق'' میں ابہام ہے۔اغلاق بند کردینے کو کہتے ہیں۔
امام ابوداوٗد فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ اس سے مراد حالت غضب ہے۔بعض نے اس سے مراد جبرواکراہ لیا ہے اور بعض نے اس کے معنی جنون بیان کئے ہیں اور بعض نے دوسرے معنی بیان کئے ہیں۔تفصیل کیلئے دیکھئے۔ا(تلخیص الحبیر ص۴۵۰واعلاالسنن ص۱۸۶ج۱۱)

---

۱ ۔ حدیث عائشة: لاطلاق فی اغلاق .....قوله:وفسره علماء الغریب با لاکراه قلت هو قول ابن قتیبة والخطابی وابن السید وغیرهم وقیل الجنون واستبعده المطرزی وقیل الغضب وقع فی سنن أبی داؤد فی روایة ابن الأعرابی وکذا فسره احمد وراه ابن السید فقالو لوکان کذالك لم یقع علی احد طلاق لان احداً لایطلق حتی یغضب وقال ابو عبید الاغلاق التضیق ۔ (تلخیص الحبیر ص٤٥٠ ج٣) وقال العلامة ظفراحمد العثمانیؒ۔ وأما ما رواه أبو داؤد وسکت عنه عن عائشة مرفوعاً لاطلاق ولاعتاق فی اغلاق (١:٣٠٥) وفی عائشة أبوداؤد قال الخطابی هوالاکراه وفی النهایة (٣:١٨٨) أی فی اِکراه لأن المکره مغلق علیه فی أمره رقیق علیه فی تصرفه کما یغلب الباب علی الانسان فهذا یدل علی ان طلاق المکره لا یقع فالجواب عنه اولًا ما قاله بعض الناس: انه لابد من التطبیق بین الاحادیث علی قدرالامکان فنقول ان المراد من اغلاق هو اغلاق الفهم حیث لا یقدر علی التکلم ولا یمکن له أن یتلفظ بلفظ الطلاق مفسراوان تلفظ بشیء یسیر مبهما لا یحصل المقصود به فمثل هذاالطلاق لا یقع لأنه لا یقال له عرفا أنه طلق اذالم یفهم لفظ الطلاق من کلامه ولم یصدر منه التلفظ به حیث یدل علی المقصود وهذا لایکون فی الاکراه المتنازع فیه و تفسیره صاحب النهایة علی التفصیل اقعد بما فسرناه فان الضیق التام یحصل به تأمل وثانیاً: أن أبا داؤد أخرجه وقال الاغلاق أظنه فی الغضب کما فی جمع الفوائد (١:٢٣٣) والمراد الغضب الذی یحصل به الدهش وزوال العقل فان قلیل الغضب لا یخلوا الطلاق عنه الا نادرا وقد قلنا بعدم وقوع الطلاق فی مثل هذا الغضب قال الزیلعی قال فی التنقیح وقد فسره أحمد أیضا بالغضب قال شیخنا: والصواب أنه یعم الاکراه والغضب والجنون وکل أمر انغلق علی صاحبه علمه وقصده مأخوذ من غلق الباب (٣:٣٠) واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (اعلاء السنن ص١٨٦ ج١١)

ظاہر ہے کہ اگر اس سے مراد جنون لیا جائے پھر تو نزاع اور اختلاف ہی باقی نہیں رہتا کہ جنون کی حالت میں بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوتی اس کے بعد اگر اس سے ایسا معنی مراد لیا جائے جس میں اختلاف ہوتو یہ بطور احتمال ہوگا نہ کہ بطور نص صریح کے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب اس میں دوسرے قوی احتمالات بھی ہیں۔ تو اس سے استدلال تام نہیں ہوا۔

## اغلاق اور مدہوش!

بلکہ اغلاق والی حدیث سے آدمی کی ایسی حالت مراد لینا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انسان کا دل ودماغ اور عقل بند ہو جائے اور وہ اپنے عقل ودماغ کے استعمال سے عاجز ہو جائے۔ اغلاق کے اس معنی میں دیوانہ، پاگل، مدہوش سب شامل ہو جاتے ہیں اور اس میں غصے واکراہ کی وہ صورتیں بھی داخل ہوتی ہیں جن میں آدمی کے ہوش وحواس اڑ جاتے ہیں اور وہ مدہوش ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل مدہوش کے بیان میں گزر چکی ہے اور اس کی تائید بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فتاویٰ سے بھی ہوتی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن صورتوں میں عدم وقوع طلاق کا حکم کیا ہے ان واقعات میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مواقع میں طلاق دینے والے خوف و ہراس کی اس حد تک پہنچتے ہیں کہ جس پر مدہوش کی تعریف صادق آتی ہے۔

## خطا ونسیان اور بے بسی کی روایت سے استدلال!

جو حضرات حالت اکراہ میں وقوع طلاق کے قائل نہیں وہ اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان الله تجاوز لی عن امتی الخطاء و النسیان وما استکر هوا علیه ))

''اللہ تعالیٰ نے میرے لئے میری اُمت سے (تین چیزوں) خطا ونسیان اور جس چیز پر ان کو مجبور کیا جائے معاف کیا ہے۔ (ابن ماجہ وبیہقی وغیرہ) اس حدیث کے دو جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱) ایک یہ کہ اس حدیث میں ضعف ہے [۱]۔ اسلئے اس سے استدلال صحیح نہیں۔

---

۱؎ قال ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ قال ابن أبی حاتم فی العلل ساء لت أبی عنها فقال: هذا احادیث منکرة کانها موضوعة وقال فی موضوع آخر منه لم یسمعه لأوزاعی من عطاء انما سمعه من رجل لم یسمعه.....قال ولا یصح هذا الحدیث ولا یثبت اسناده.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) اس حدیث کا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کا تعلق آخرت سے ہے کہ اگر خطا ونسیان یا زبردستی کی حالت میں کوئی قول وفعل شریعت کے خلاف صادر ہو جائے تو اس پر آخرت میں پکڑ نہ ہوگی۔

رہی یہ بات کہ دنیا کے احکام بھی اس پر مرتب نہ ہونگے یہ تو خود قرآن وحدیث کی تصریحات اور واضح ہدایات کے خلاف ہے ۱؎۔ یہاں خطاونسیان اور اکراہ کے چند احکام کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ان کو پڑھ لیجئے:

(ا) اگر کوئی خطاءً کسی کو قتل کرلے اس پر اگر چہ آخرت میں پکڑ نہ ہوگی لیکن قتل خطاء کی دنیاوی سزا واحکام وسزا قرآن مجید کے قطعی نصوص کے مطابق اس کے سر آئیں گے اس قتل خطاء کی وجہ سے دیت (خون بہا) لازم ہوگی۔قاتل پر واجب ہے کہ اس کے کفارہ میں ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے یا مسلسل دوماہ روزے رکھے۔ (دیکھئے سورۂ نساء آیت ۹۵)

(ب) حج وعمرہ اور حالت احرام میں خطاونسیان سے کوئی جنابت ہو جائے مثلاً کسی شکار کو پتھر لگا یا بھول سے قبل از وقت سرمنڈوایا، وغیرہ کے تمام احکام قرآن وحدیث میں موجود ہیں اور ایسے خطاء اور بھول سے حاجی پر فدیہ وغیرہ کے احکام لاگو ہوجاتے ہیں۔

(ج) نماز میں سہو کی وجہ سے سہو کے احکام حدیثوں میں موجود ہیں جس سے کسی کو انکار نہیں خطاء

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر:۱۷۵)قال محمد بن نصر فی کتاب الاختلاف فی باب طلاق المکرہ: یروی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنہ قال: رفع اللّٰہ عن ھذہ الأمۃ الخطاء والنسیان وما أکرھوا علیہ الا أنہ لیس لہ اسناد یحتج بمثلہ (تلخیص الحبیر ص ۶۷۱ الی ۶۷۴ ج ۱) قال شیخ عبدالرزاق غالب المھدی. قلت فتبین ھذا الخبر واہ ابطالہ أبوہ حاتم الرازی امام الجرح والتعدیل والعلل وابطلہ الامام احمد امام ھذاالفن بلا منازع وکذا محمد بن نضر المروزی کما نقل ابن حجر ومما یدل علی وھنہ اھمال ائمۃ الحدیث المعتبرین لہ حیث لم یخرجوہ۔ (فتح القدیر ص ۴۷۰ ج ۳)

۱؎ وفی التخلیص: وقال عبدالرحمٰن بن احمد فی العلل سألت أبی عنہ فأنکرہ جداً وقال لیس یروی ھذا الاعن الحسن عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ونقل الخلال عن أحمد قال من زعم أن الخطاء والنسیان مرفوع فقد خالف کتاب اللّٰہ وسنۃرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فان اللّٰہ اوجب فی قتل النفس الخطاء الکفارۃ یعنی من زعم ارتفاعھما علی العموم فی خطاب الواضع والتکلیف.( تلخیص الحبیر باب شروط الصلاۃ ص ۶۷۲ ج ۱)۔

ونسیان اورزبردستی کے یہ احکام اوراسی طرح کے بہت سے دنیاوی احکام سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوتی ہے کہ مذکورہ حدیث اگر ثابت ہو بھی جائے تو اس کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے نہ کہ دنیاوی احکام سے۔ واللہ اعلم

## بھول سے روزہ کیوں نہیں ٹوٹتا!

اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص بھول سے حالت روزہ میں کچھ کھائے پیئے، تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اس کا جواب یہ ہے کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہ ٹوٹنے کا حکم اس حدیث کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کیلئے مستقل حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من نسی وھوصائم فا کل او شرب فلیتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه ))

''جس شخص نے روزہ کی حالت میں بھول کر کچھ کھالیا، یا پی لیا تو (اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹا) اسلئے اسے چاہئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کھلایا، پلایا۔'' (بخاری مسلم، مشکوٰۃ کتاب الصوم ص ۱۵۸ ج۱ مطبع مجیدی کانپور)۔

## جبری بیع وشراء اور خرید وفروخت کیوں نافذ نہیں!

جبر واکراہ کی صورت میں احکام دنیا کے نفاذ سے متعلق ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اگر جبر واکراہ کی وجہ سے دنیا کے احکام نہیں ٹلتے تو پھر اکراہ کی حالت میں بیع وشراء اور خرید وفروخت بھی نافذ ہونا چاہئے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ معاملات دو قسم کے ہیں معاملات کی ایک قسم وہ ہے جس میں دل کی قصد اور رضامندی ضروری ہے جیسے خرید وفروخت اور ہبہ وغیرہ کہ ان میں دل سے رضامند ہونا معاملہ طے کرنے کیلئے شرط ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یا یّھا الذین اٰمنوا لا تا کلوا اموا لکم بینکم با لبا طل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ﴾

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر (حلال ومباح طریقے پر، مثلاً) آپس کی رضامندی سے تجارت (خرید وفروخت وغیرہ) سے۔'' (سورۂ نساء آیت ۲۹)

حدیث شریف میں ہے:

((الا لا تظلموا الا لا یحل مال امریء مسلم بطیب نفس منه))

''خبردار! کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرو، خبردار! کسی مسلمان کے مال (میں سے کوئی چیز) اس کی دلی رضامندی

کے بغیر حلال نہیں۔'' (بیہقی ، دارقطنی ، مشکوۃ ، باب الغضب ۲۳۰ ج ا مطبع کانپور) اس مضمون کی حدیث امام احمد بن حنبل نے بھی اپنے مسند میں نقل کیا ہے۔ (دیکھئے المغنی ص ۲۰۶، الفتح الربانی ص ۱۴۰)

عرض یہ کہ ایسے معاملات میں اگر جبر واکراہ اور زبردستی کر لی جائے تو شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں، اکراہ کی حالت ختم ہونے کے بعد اس کو اختیار ہوگا کہ حالت اکراہ میں جو بیع وشراء یا ھبہ وغیرہ کیا تھا اس کو اپنی رضا سے باقی رکھے یا فسخ کر دے اور معاملات کی دوسری قسم وہ ہے جن کے نفاذ کا دارومدار صرف تلفظ پر ہوتا ہے اس میں دل کا قصد اور رضا مندی شرط نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعلق محض علم واختیار کیساتھ نکلے ہوئے الفاظ کیساتھ ہوتا ہے ان معاملات میں ایک معاملہ طلاق کا بھی ہے لہٰذا طلاق کو بیع وشراء پر قیاس کرنا درست نہیں نیز طلاق کو بیع وغیرہ جیسے معاملات پر قیاس کرنا اسلئے بھی درست نہیں کہ بیع وشراء وغیرہ میں خیارِ شرط، خیارِ رؤیت، خیارِ عیب، اقالہ اور فسخ وغیرہ ساری چیزیں ہوسکتی ہیں جبکہ طلاق میں اس طرح کی کوئی بات نہیں سکتی کوئی شخص بیوی کو طلاق دینے کے بعد نہیں کہہ سکتا کہ میرے لئے ایک دن یا گھنٹہ کیلئے اختیار رہوگا کہ میں اسکو فسخ کردوں یا اختیار کروں۔

## بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے فتاویٰ سے استدلال!

جو حضرات حالتِ اکراہ میں طلاق کو واقع اور نافذ نہیں قرار دیتے وہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے فتاویٰ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی اس سے ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ جن واقعات میں ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عدم وقوع کا حکم دیا ہے ان میں یہ قوی احتمال موجود ہے کہ جن لوگوں پر اکراہ کیا گیا تھا اکراہ کے وقت ان پر ایسی خوف اور دہشت طاری ہوگئی تھی کہ وہ مدہوش اور حواس باختہ ہوگئے اور انہوں نے یہ طلاق حواس باختگی کی حالت میں دی تھی۔ اس لئے ان حضرات نے عدم وقوع طلاق کا حکم دیا لیکن اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ پھر تو جس شخص پر بھی زبردستی کی جائے وہ یہی کہے گا میں حواس باختہ اور مدہوش ہوگیا تھا۔

اس سے دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے طلاق مکرہ کے بارے میں عدم وقوع کا فتویٰ منقول ہے اسی طرح انہی میں سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے خلاف بھی منقول ہے کہ طلاق مکرہ واقع ہوتی ہے۔

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد!

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((ليس الرجل اميناً على نفسه اذا اوجعته أوأوثقته أوضربته))

’’آدمی کا اس وقت اپنے نفس پر بھروسہ نہیں ہوتا جب اس کو درد و تکلیف میں مبتلا کیا جائے یا اس کو باندھ لیا جائے یا اس کی پٹائی کی جائے۔‘‘ (مصنف عبدالرزاق ص۴۱۱۔ بیہقی ۳۵۹ ج۷ زادالمعاد: ص۱۶۱ ج۵)

حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ ان کے نزدیک طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی حالانکہ اس قول کو عام مان کر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس کا ہر معاملہ غیر معتبر مانا جائے گا یہ بالکل غلط ہے۔

کیا اگر کوئی کسی روزہ دار کو باندھ لے اور اس کو جبراً کھلائے پلائے تو اس کا روزہ باقی رہے گا؟ ہرگز نہیں لہٰذا اس قول کا سادہ اور صاف مطلب یہی ہے کہ ان صورتوں میں آدمی کا اپنے نفس پر قابو نہیں رہتا اگر اس سے اس حالت میں کوئی قول یا فعل صادر ہو گیا تو اس پر آخرت میں گرفت نہ ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت اس معنی میں قطعاً صریح اور واضح نہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی اگر اس روایت سے یہ مطلب نکالنا درست قرار دیا جائے، پھر اس سے یہ نتیجہ بھی نکالنا درست ہوگا کہ مکرہ اور مجبور شخص کو جب زبردستی کھلایا جائے گا تو اس کا روزہ بھی باقی رہے گا اسی طرح کے کئی اور احکام ایسے ہیں جو حالت اکراہ اور زبردستی ہونے والوں پر بالاتفاق لاگو ہوتے ہیں۔

لہٰذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے یہ استدلال کرنا کہ ان کے نزدیک طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

## قاضی شریح کے قول سے استدلال!

یہی حال قاضی شریح کے قول کا ہے انہوں نے فرمایا کہ:

(( الحبس كره والضرب كره، والقيد كره، والوعيد كره )) (بيهقى ص ٣٥٩ ج ٧ مصنف عبدالزاق ص ٤١١ ج ٦)

’’جیل میں بند کرنا، مارنا قید کرنا اور دھمکی دینا جبر ہے۔‘‘ اس قول سے یہ نتیجہ نکالنا کہ قاضی شریح کے نزدیک طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی غلط ہے کیونکہ جبر و زبردستی کا تعلق صرف طلاق کے ساتھ تو نہیں کفر پر بھی کسی کو مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کسی دوسرے غلط کام مثلاً: نشہ پینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے اس طرح بعض دوسرے کاموں پر لوگ مجبور کئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے دنیوی احکام وسزا میں تخفیف ہو جاتی ہے مثلاً: کسی کو رمضان کا روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے تو اس پر کفارہ لازم نہیں آتا البتہ جو روزہ توڑا ہے اس کی قضا لازم ہے۔ نیز حالت

اکراہ میں کی ہوئی غلطی کی اخروی سزا بھی معاف ہو جاتی ہے بہر حال صحابہ کرامؓ یا تابعین کے ایسے اقوال سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ان کے نزدیک طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی ۔قطعاً درست نہیں بلکہ قاضی شریح سے وضاحت کے ساتھ یہ منقول ہے کہ طلاق مکرہ واقع ہوتی ہے ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۵۷۴ ج ۹)[۱]

## شہد نکالنے والے شخص کے واقعہ سے استدلال!

۱۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے جس واقعہ میں عدم وقوع طلاق کا حکم دیا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قدامہ ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک شخص شہد کاٹنے کے لئے رسی کے ساتھ لٹکا ہوا تھا کہ اس کی بیوی نے چھری نکال کر رسی کو تھاما اور قسم کھا کر کہہ دیا کہ مجھے تین طلاقیں دیدو ورنہ میں رسی کاٹ دیتی ہوں اور تیرا کام تمام کر دیتی ہوں ۔شوہر نے اللہ کا واسطہ دے کر منت کی لیکن وہ ایک نہ مانی تو مجبور ہو کر اس نے تین طلاقیں دیدیں ۔پھر وہ شخص حضرت عمر فاروقؓ کے خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے اپنا قصہ بیان کیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے جواب میں فرمایا کہ !''واپس ہو جا یہ طلاق نہیں ہوئی ۔''(بیہقی اور محلی بن خزم )اور بیہقی کی ایک دوسری روایت جس کو بیہقی نے مرفوع قرار دیا ہے ۔

اس میں حضرت عمر فاروقؓ سے یہی واقعہ میں منقول ہے کہ انہوں نے اس عورت کو اپنے شوہر سے جدا کر دیا ۔(دیکھئے امام بیہقی کی سنن الکبری ص ۳۵۷ ج ۷)[۲]

یہ دونوں مختلف روایتیں منقطع ہیں کیونکہ اس قصہ کا راوی قدامہ ابن ابراہیم ہے اور انہوں نے حضرت عمرؓ

---

۱ ـ عن ابن سيرين عن شريح قال طلاق المكره جائز ـ (مصنف ابن ابی شيبة ٥٧٤ ج٩)

٢ ـ حدثنى عبدالملك بن قدامه بن ابراهيم بن محمد حاطب الجمعى عن ابيه ان رجلا تدلى يشتار عسلا فى زمن عمر بن الخطاب رضى اللّه تعالىٰ عنه فجاء ته فوقفت على الحبل فحلفت لتقعة او لتطلقنى ثلاثا فذكرها ؟ اللّه والاسلام فابت الا ذالك فطلقها ثلاثا فلما ظهر أتى عمر ابن الخطاب رضى اللّه عنه فذكرله ماكان منها اليه ومنه اليها فقال ارجع الىٰ اهلك فليس هذا بطلاق .....( وقد أخبرنا أبو عبدالرحمٰن السلمى انا أبو الحسن الكارزى حدثنا على بن عبدالعزيز عن أبى عبيد قال حدثنى يزيد عن عبدالمالك بن قدامة الجمعى عن ابيه عن عمر رضى اللّه عنه بهذا القصة الا انه قال فرفع الى عمر رضى اللّه فابا نها منه ـ ( سنن الكبرىٰ للبيهقى ص ٣٥٧ ج٧)

کا زمانہ نہیں پایا ہے (نصب الریۃ ص ۲۹۸ ج ۳۔ تلخیص الحبیر ص ۴۶۸ ج ۳)

لہٰذا اس واقعہ سے استدلال درست نہیں خصوصاً جب دونوں روایتیں ایک دوسرے کے خلاف بھی ہیں۔
ایک واقعہ میں عدم وقوع طلاق کا بیان ہے اور دوسرے میں وقوع طلاق کا ایک روایت میں امام اوزاعی نے کسی ایسے شخص سے نقل کیا ہے جس کا نام بھی معلوم نہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک حالت اکراہ میں طلاق کوئی چیز نہیں۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۷۰ ج ۱۰) [۱]

لیکن روایت کرنے والا یہ شخص کون ہے اور اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ رائے کسی واقعہ سے معلوم کی ہے حالانکہ حضرت امام سعید بن المسیب جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ کو زیادہ جاننے والے ہیں ان کا اپنا فتویٰ بھی یہ ہے کہ حالت اکراہ میں دی ہوئی طلاق واقع ہوتی ہے بلکہ ایک دوسرے واقعہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے طلاق مکرہ کے واقع ہونے کا حکم منقول ہے چنانچہ ابن حزم ظاہری اپنی کتاب ''المحلّٰی'' میں عمرو بن شُراحبیل المعافری سے نقل کرتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت نے تلوار نکال کر اپنے شوہر کے پیٹ پر رکھ دی اور قسم کھا کر کہا کہ مجھے طلاق دیدو ورنہ میں آپ کا کام تمام کر دیتی ہوں۔

تو اس نے مجبور ہو کر اپنی بیوی کو طلاق دیدی پھر اس نے یہ مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیش کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے طلاق کو نافذ قرار دیا [۲] اس روایت پر ایک اعتراض یہ ہے کہ عمرو بن شُراحبیل کے بارے میں معلوم نہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے یا نہیں نیز اس کی سند میں فرج بن فضالہ ضعیف ہے۔(زاد المعاد ص ۱۶۲ ج ۵) [۳] لیکن جس قصے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عدم وقوع کا فتویٰ منقول ہے وہ روایتیں منقطع بھی

---

۱ ـ قال الحافظ ابن حجر عسقلانهی فی هذا الحديث وهو منقطع لان قدامه لم يدرك عمر. (تلخيص الحبير ص ٤٦٨ ج ٣) وقال جمال الدين عبدالله بن يوسف الزيلعيؒ والخبر على الروايتين منقطع انتهى قال فى التنقيح قدامة الجمعى لم يدرك عمر انتهى۔ (نصب الراية ص٢٩٨ ج٣) عن الأوزاعى عن رجل عن عمر ابن خطاب أنه لم يراه شيأً مصنف ابن أبى شيبة.

٢ ـ حدثنا فرج بن فضالة، حدثنى عمروبن شرائحيل المعافرى أن امرأة استلّت سيفاً، فوضعة علٰى بطن زوجها وقالت واللّه لأنفذنّك اولتُطلّقنّى فطلقها ثلاثاً فرفع ذالك ألى عمر ابن الخطاب فأ مضى طلاقها۔ ( المحلّى لابن حزم ص٢٠٣ ج ١٠)

٣ ـ لايعلم معاصرة المعافرى لعمروفرج بن فضالة فيه ضعف۔( زادالمعادص١٦٢ ج٥)۔

ہیں اور ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دو متضاد حکم بھی منقول ہیں۔ اب ان تمام روایات اور واقعات کو سامنے رکھ کر موازنہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک اصولی طور پر طلاق مکرہ واقع ہوتی ہے یا نہیں۔

## ثابت اعرج کے واقعہ سے استدلال!

۲۔ ثابت اعرج کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے طلاق مکرہ کے بارے میں پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا کہ یہ کوئی چیز نہیں (یعنی اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی)۔

ثابت عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب کا آزاد کردہ غلام تھا یہ ایک پاؤں سے لنگڑا تھا اس لئے اسے ثابت اعرج کہتے ہیں۔ اس نے جس واقعے کے بارے میں عبداللہ بن عمر و اور عبداللہ بن زبیر سے طلاق مکرہ کے رائے کو معلوم کی ہے وہ واقعہ خود انہی کے ساتھ پیش آیا جس کی تفصیل حدیث کی کتابوں میں موجود ہے اور وہ واقعہ خود انہوں نے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: انہوں نے عبدالرحمٰن بن زید کی وفات کے بعد ان کی کنیز ام ولد کے ساتھ ان کے چھوٹے بیٹے اسد بن عبدالرحمٰن کی اجازت سے نکاح کیا جب عبدالرحمٰن کے دوسرے بیٹے عبداللہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے غلاموں کو چوکس کر دیا اور ثابت کو پکڑ کر اسے باندھ لیا اور کہا کہ تو نے میری خوشی اور مجھ سے اجازت لئے بغیر میرے والد کی کنیز (ام ولد) کے ساتھ نکاح کیا ہے اور اس پر ڈنڈے برسانا شروع کئے اور کہا کہ بیوی کو طلاق دو ورنہ آپ کا یوں یوں کر دونگا (یعنی جان سے مار ڈالوں گا) تو انہوں نے اس خوف و ہراس میں بیوی کو طلاق دیدی اور مصنف عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ وہ میری ٹانگ پر بیٹھ گئے اور دوسری ٹانگ ٹوٹنے کے قریب ہوگئی۔ بہر حال طلاق دینے کے بعد جب ان کی جان چھوٹ گئی تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ قصہ سنایا اور اپنی حالت بیان کی تو انہوں نے غصے ہو کر فرمایا کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی وہ تم پر حرام نہیں ہوئی اس کے بعد وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے بھی وہی کچھ فرمایا جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اور اس قصہ میں یہ بھی موجود ہے کہ پھر حضرت ابن زبیر نے جابر بن اسود الازھری جو اس وقت مدینہ منورہ کے امیر تھے ان کو خط لکھا کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن کو سزا ددے اور ان کے درمیان روکاٹوں کو دور کر دے اس کے بعد پھر ثابت اعرج نے نکاح کا ولیمہ وغیرہ کیا۔ (بیہقی ص ۳۵۸ ج ۷) اور مصنف عبدالرزاق میں اس طلاق اور اس کے بارے میں مسئلہ معلوم کرنے کی یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ ثابت اعرج نے یا میں نے اس کو تین طلاقیں دیں اور میں نے ان طلاقوں کو (ایک لفظ میں) جمع نہیں کیا تھا۔ (بلکہ الگ الگ الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دیدیں) پھر میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''فنھانی عنھا أن أخطتبھا'' انہوں نے مجھے اس کو (دوبارہ) نکاح کا پیغام

بھیجئے (اورنکاح میں لینے سے) منع فرمایا (کیونکہ انکا خیال تھا کہ اس نے اپنے غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں بیک لفظ دیدی ہیں) ثابت اعرج کہتے ہیں کہ میں نے یہ مسئلہ عبداللہ بن زبیر سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ ''وأنکحها ان شئت''، ''اس سے (دوبارہ) نکاح کرا گر تو چاہتا ہے۔'' ثابت اعرج کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو (عبداللہ بن زبیر کا) یہ (فتویٰ) بیان کیا اوران سے بھی عرض کیا کہ میں نے تین طلاقیں اکھٹی بیک لفظ نہیں دی ہیں (بلکہ ایک ایک کرکے دی ہے) تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی فرمایا: ''انکحها ان شئت'' اگر تو چاہتا ہے، تو اس سے نکاح کرلے۔ (دیکھئے مصنف عبدالرزاق)[1]

---

١ ـ عن ثابت الاحنف انه تزوج ام ولد لعبدالرحمٰن بن زيد بن الخطاب قال فدعانى عبداللّه فجئته فدخلت عليه واذا بين يديه سياط موضوعة واذا قيد من حديد وعبدان له قد اجلسها فقال طلقها والا والذى يحلف به فعلت بك كذاوكذا قال فقلت هى الطلاق الفافخرج من عنده فأدركت ابن عمر رضى اللّه عنه فى طريق مكة (فى خرب) فاخبرته بالذى كان من تشأنى فتغيظ عبداللّه وقال ليس ذالك بطلاق انها لم تحرم عليك فارجع الى اهلك قال فلم تقربى نفسى حتى اتيت عبداللّه بن زبير رضى اللّه عنهما وهو يومئذبمكة فأخبرته بالذى قال لى ابن عمر رضى اللّه عنه فقال لى عبداللّه بن زبيررضى اللّه عنهما لم تحرم عليك ارجع الى اهلك وكتب الى جابربن الاسود الزهرى وهو امير المدينه يومئذ يأمره ان يعاقب عبداللّه بن عبدالرحمٰن وان يخلى بينى وبين اهلى فقدمت فجهزت صفية بنت أبى عبيد امرأة ابن عمر يوم عرسى لو ليمتى فجائنى (سنن الكبرىٰ للبيهقى س٣٥٨ ج٧) عبدالرزاق بن ابن جريح قال أخبرنى عمر بن دينار أن ثابتاً مولى عبدالرحمٰن زيد بن الخطاب أخبره انه نكح سرية لعبدالرحمٰن بن زيد قال فلقينى عبدالله بن عبدالرحمن فوطىءَ على رجلى قال: وكان ثابت أعرج قال فكاد يكسر رجلى قال فلا وأهبط عنك حتى تطلّقها ثلاثا فقال فطلقها ثلاثا ولم اجمعها، قال سئلت ابن عمر فنهانى عنها أن اخطبها فسألت ابن الزبير فقال انكحها ان شئت قال فذكرت ذالك لابن عمر فقال قد ظننت ليأ مرنّك بذالك ثم أخبرت ابن عمر أنى لم اجمعها فقال انكحها ان شئت ـ( مصنف عبدالرزاق ص٤٠٨ ج٦)

## ثابت اعرج کے واقعہ میں غور وفکر!

ثابت اعرج کے واقعہ میں چند باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ثابت نے حواس باختہ ہوکر طلاق دی تھی بعض روایتوں میں تین طلاقوں کی وضاحت موجود ہے جس کی تفصیل مذکورہ روایت میں موجود ہے کہ اس نے طلاقیں اکھٹی نہیں دی تھیں بلکہ الگ الگ الفاظ کے ساتھ ایک ایک کر کے دی تھیں۔

۲۔ ان روایتوں میں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اس نے بیوی سے جماع نہیں کیا تھا بلکہ صرف نکاح کیا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دوبارہ نکاح کا پیغام بھیجنے سے اس لئے منع فرمایا کہ ان کا خیال تھا کہ ثابت نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو بیک لفظ اکھٹی تین طلاقیں دی ہیں لیکن جب انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اور اس سے واپسی پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو پوری حقیقت بیان کی تو دونوں نے دوبارہ نکاح کرنے کی اجازت دیدی۔

۳۔ تیسری بات مصنف عبدالرزاق کی روایت سے یہ معلوم ہوئی کہ دونوں حضرات حالت اکراہ میں وقوع طلاق کے قائل تھے۔ اگر ان کے نزدیک طلاق مکرہ واقع نہ ہوتی تو پھر وہ یہ نہ فرماتے کہ: ''انکحھا ان شئت'' اگر تو چاہتا ہے تو اس سے دوبارہ نکاح کرلے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے ان کے شاگرد تابعین کے درمیان بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک طلاق مکرہ واقع ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک واقع نہیں ہوتی۔

## بہت سے جلیل القدر تابعین فقہاء طلاق مکرہ کے وقوع کے قائل ہیں!

اس میں شک نہیں کہ بہت سے تابعین، فقہاء اور علماء طلاق مکرہ کو واقع قرار نہیں دیتے لیکن اس کے برعکس بہت سے جلیل القدر تابعین فقہاء ایسے بھی ہیں جو جبری طلاق کو واقع قرار دیتے ہیں یہاں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ قاضی شریح جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک اسلامی حکومت کے قاضی القضاۃ رہے۔ ان کے متعلق ابن سیرینؒ سے روایت ہے کہ شریحؒ نے فرمایا: ''طلاق المکرہ جائز'' طلاق مکرہ واقع ہوتی ہے۔ (مصنف ابی شیبۃ ص۸۴۷ ج۹)

۲۔ حضرت امام سعید ابن المسیب جلیل القدر تابعی فقہ وحدیث کے امام ہیں جن کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اورحضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ پر گہرا علم حاصل تھا۔ امام زہری ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں ان کے نزدیک بھی طلاق مکرہ واقع ہوجاتی ہے۔(مصنف ابی شیبۃ ص۵۷۴ ج۹)[۱]

۳۔ امام شعبیؒ کے متعلق یسارؒ کا بیان ہے کہ میں نے شعبی سے پوچھا کہ یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک طلاق مکرہ کوئی چیز نہیں تو انہوں نے فرمایا:"انھم یکذبون علیّ"

وہ مجھ پر جھوٹ باندھتے ہیں (میرے نزدیک تو طلاق مکرہ واقع ہوتی ہے مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۷۴ ج۹) مذکورہ حضرات تابعین کے علاوہ امام زہری، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، ابوقلابہ، قتادہ کے نزدیک بھی طلاق مکرہ واقع ہوجاتی ہے۔(مصنف عبدالرزاق ص۴۱۰ ج۹ مصنف ابن ابی شیبۃ ص۵۷۴ ج۹ نصب الرایۃ ۲۹۷ ج۳)[۲]

## اسلام نے طلاق کے معاملہ کو شوہر کے الفاظ سے باندھا ہے!

اسلام نے طلاق کے معاملہ کو عاقل بالغ شوہر کے الفاظ سے باندھا ہے لہٰذا اگر شوہر یہ جانتا ہے کہ طلاق دینے سے اس کی بیوی اس سے جدا ہوگی اور وہ اپنے علم واختیار کے ساتھ بیوی کو طلاق دیدے خواہ اس کی نیت طلاق دینے کی ہو یا نہ ہو، خواہ وہ بیوی کی جدائی سے خوش ہو یا ناخوش بہرحال اس کی طلاق واقع ہوگی۔ جیسا کہ اس کا بیان ان شاءاللہ آگے آئیگا۔

---

۱ ـ وروی عن معمر عن الزهری كان سعيد اعلم الناس بقضاء عمر و عثمان (تذكره الحفاظ ص ٥٥ ج ١)

۲ ـ عن ابن سيرين عن شريح قال طلاق المكره جائز (وايضاً) عن يسار قال قلت للشعبى انهم يزعمون أنك لاترى طلاق المكره شيأ قال انهم يكذبون علىّ( وايضاً)عن المغيره عن ابراهيم قال طلاق المكره جائز عن ايوب عن أبى قلابة قال طلاق المكره جائز(وايضاً)عبدالرزاق عن معمرعن الزهرى وقتادة قال طلاق المكره جائز۔(مصنف ابن أبى شيبة ص ٥٧٤ ج٩)عبدالرزاق عن ابن التيمىّ عن عن ابيه قال بلغ سعيد ابن جبير أن الحسن كان يقول : ليس طلاق المكره بشيء فقال يرحمهم اللّه انما كان اهلك الشرك كانو يكرهون الرجل رعلى الكفر والطلاق فذالك ليس بشيءٍ فاما صنع أهل الاسلام بينهم فهو جائز. (مصنف ابن عبدالرزاق ص ٤١٠ ج٦)

## مکرہ اور مجبور شخص طلاق اپنے اختیار سے دیتا ہے!

لہٰذا جب کسی عاقل بالغ کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اور وہ حالت مجبوری میں بیوی کو طلاق دیدے تو اس کی طلاق اس لئے واقع ہوتی ہے کہ اس نے یہ طلاق اپنے اختیار سے دی ہے کیونکہ مجبور شخص کے سامنے دو چیزیں ہوتی ہیں کہ یا تو وہ درد و تکلیف اور موت کو اختیار کر کے بیوی سے دستبردار نہ ہو یا وہ اپنے آپ کو بچا کر بیوی کو طلاق دیدے اور وہ اس مجبوری کی حالت میں دو مصیبتوں میں سے ایک کم مصیبت کو اختیار کر لیتا ہے ایسی صورت میں وہ مدہوش نہیں ہوتا کہ اس کے زبان سے اس کے علم وارادے کے بغیر بے اختیار الفاظ طلاق نکلتے ہیں بلکہ حالت اکراہ کی طلاق میں اس کا ارادہ اور اختیار شامل ہوتا ہے اور وقوع طلاق کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ عاقل بالغ آدمی بیوی کو علم واختیار کے ساتھ طلاق دیدے اگر چہ وہ بیوی کی جدائی سے خوش نہ ہو۔

## شریعت کے بعض معاملات میں صرف عقل واختیار کافی ہوتا ہے!

بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں رضامندی ضروری نہیں ہوتی بلکہ اس میں صرف علم وعقل اور اختیار کافی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے حالت اکراہ میں عہد لیا تھا۔قرآن مجید نے ایک سے زیادہ مقامات میں عہد و پیاں کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿واذاخذنا میثا قکم ورفعنا فوقکم الطورط خذوا ماآتینکم بقوۃ و اسمعواط﴾

”اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا اور اس عہد و پیان کے لئے ہم نے تمہارے سروں کے اوپر کوہ طور کو لا کھڑا کیا اور اسی حالت اکراہ میں تمہیں حکم دیا کہ جو احکام ہم نے تمہیں دیئے ہیں ان کو نہایت مضبوطی اور پختگی کے ساتھ پکڑو۔اور ان احکام کو دل سے سنو۔“ (سورۂ بقرہ آیت ۹۳)

اس آیت کریمہ سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ایک یہ کہ حالت اکراہ میں عام طور پر آدمی کے ہوش و حواس باقی رہ سکتے ہیں اور اس کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔دوسری بات اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوئی کہ حالت جبر و اکراہ کے عہد و پیاں کو معتبر قرار دیا گیا ورنہ اگر زبردستی کے ساتھ لیا ہوا عہد و پیاں غیر معتبر ہوتا پھر تو عہد و پیاں لینے میں جبر و زبردستی کا ذکر بے فائدہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور وہ اس سے بالاتر ہے کہ وہ کوئی بے فائدہ بات کرے۔بخاری و مسلم وغیرہ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک غزوہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کو نیزے سے مار دینے کا ارادہ کیا تو اس نے

لا الہ الا اللہ پڑھا اور کہا کہ میں مسلمان ہو گیا مگر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا واپسی پر انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو سنایا تو نبی کریم ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ تو نے اسے لا الہ الا اللہ کی گواہی دینے کے بعد بھی قتل کیا انہوں نے کہا یا رسول اللہ اس نے جان بچانے کی خاطر کلمہ پڑھا آپ ﷺ نے فرمایا:

"فھلا شققت عن قلبه"

"تو نے اس کا دل کیوں نہ چیر کر دیکھ لیا۔" (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بار بار یہ بات دہرائی کہ تو کلمہ لا الہ الا اللہ کا کیا کرے گا۔ (مشکوۃ کتاب القصاص)۔[۱]

اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ حالت اکراہ میں اختیار باقی رہتا ہے اور اس کے زبان سے نکلے ہوئے الفاظ معتبر ہیں لہٰذا حالت اکراہ میں دی ہوئی طلاق کو لغو نہیں قرار دیا جا سکتا اس سے بھی طلاق واقع ہو گی۔ واللہ اعلم

## حذیفہ بن یمان کے واقعہ سے استدلال!

حضور اقدس نبی کریم ﷺ نے بھی حالت اکراہ میں کئے ہوئے عہد و پیماں کو معتبر قرار دیا ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان مشہور صحابی اور نبی کریم ﷺ کے راز دار ہیں جب یہ اور ان کے والد مسلمان ہوئے تو مسلمان ہونے کے بعد وہ مدینہ منورہ آ رہے تھے کہ راستے میں ان کی ملاقات ابوجہل اور مشرکین قریش کے لشکر سے ہوئی جو بدر کی لڑائی کیلئے جا رہے تھے۔ انہوں نے ان دونوں کو روک لیا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ مدینہ منورہ جا رہے ہیں اس وقت ابوجہل اور مشرکین نے ان سے یہ وعدہ لے کر چھوڑ دیا کہ وہ اس جنگ میں ان کے خلاف حصہ نہیں لیں گے۔ جب باپ بیٹا دونوں وہاں سے چلے تو آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ غزوہ بدر کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ راستہ میں ان کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی انہوں نے سارا قصہ سنا دیا اور آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں شامل ہونے کی لجاجت کے ساتھ درخواست کی اور عرض کیا کہ جہاں

---

۱؎ وعن اسامه بن زيد قال بعثنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الى اناس من جهينة فاتيت على رجل منهم فذهبت اطعنه فقال لااله الّااللّٰه فطعنته فقلت فجئت الى االنبى صلى اللّٰه عليه وسلم فاخبر ته فقال اقتلته وقد شهد ان لااله الّااللّٰه قلت يا رسول اللّٰه انّما فعل ذالك تعوذا قال فهلا شققت قلبه (متفق عليه) وفى رويت جندب بن عبداللّٰه البجلى ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال كيف تصنع بلا اله الااللّٰه اذا جائت يوم القيامة (رواه مسلم)(مشكوة كتاب القصاص۔ ص۲۹ ج۲ مطبع مجيدى )

تک اس وعدے کا تعلق ہے تو انہوں نے ہماری گردن پر تلوار رکھ کر ہم سے وعدہ لیا ہے کہ ہم جنگ میں حصہ نہیں لیں گے اگر ہم وعدہ نہ کرتے تو وہ ہمیں روک کر مدینہ منورہ نہیں آنے دیتے۔ اس لئے ہم نے وعدہ کیا حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ! آپ وعدہ کر کے اور زبان دے کر آئے ہو اور اس شرط پر تمہیں رہا گیا ہے ہم ان کا وعدہ پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں گے۔ (مسند احمد، مسند بزار)[۱]

(شرح معانی الآثار ص ۵۲ ج۲ کتاب الطلاق (ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) الفتح الربانی ابواب الامان والصلح ، باب الوفابالعهد)

اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ نے زبردستی اور مجبوری کی حالت میں کئے ہوئے وعدہ کو معتبر قرار دیا اور اس وعدے کے لئے ان کی قلبی رضامندی کو ضروری نہیں قرار دیا گیا بلکہ صرف ان کے علم و اختیار کے ساتھ تلفظ کو کافی سمجھا گیا۔

## وقوع طلاق کے لئے شوہر کی رضامندی کی شرط قانون طلاق کو ختم کرنے والی ہے!

ابتداء میں بتایا جا چکا ہے کہ طلاق ایک ناپسندیدہ مباح ہے یہ کبھی شوہر کیلئے ایک ناگزیر ضرورت بن جاتی ہے اور کبھی عورت شوہر سے طلاق لینے اور آزادی حاصل کرنے کیلئے سخت محتاج ہو جاتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ طلاق دینے کے بعد میاں بیوی دونوں ناخوش ہوتے ہیں کبھی شوہر خوش اور بیوی ناخوش ہوتی ہے اور کبھی بیوی خوش اور شوہر پشیمان اور ناخوش ہوتا ہے۔

اسی لئے اسلام نے طلاق کے معاملہ کو شوہر کے الفاظ سے باندھا ہے اور جب بھی کسی عاقل بالغ کے زبان سے علم و اختیار کے ساتھ طلاق کے الفاظ نکل جائیں اس میں اس کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ کیونکہ علم و اختیار کے بعد اگر اس کے لئے شوہر کی نیت اور رضامندی کو بھی شرط قرار دی جائے تو بہت سی عورتیں جو شوہروں سے آزاد

---

۱ ۔ حدثنا عبداللّٰہ حدثنی أبی ثناعبداللّٰہ بن محمد و سمعته أنا من عبداللّٰہ بن أبی شیبة حدثنا أبو اسامه عن الولید بن جمیع حدثنا أبو الطفیل حدثنا حذیفه بن الیمان قال مامعنی ان أشهد بدرا الا انی خرجت انا وأبی حسیل فاخذنا کفار قریش فقالوا انکم یریدون محمدا قلنا ما نرید الاّالمدینه فاخذوامنا عهداللّٰہ میثاقه لننصرفن الی المدینه ولا نقاتل معه فا تینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فأخبر ناه الخبر فقال انصرفا بعهدهم ونستعین اللّٰہ علیهم۔ (مسندالامام احمدبن حنبل ص ۳۹۵ ج۵ دارالباز للنشر والتوزیع عبّاس احمد البازمکة المکرّمة)

ہونا چاہتی ہیں معلق ہوکررہ جائیں گے اور اس شرط کی وجہ سے قانون طلاق اور عورتوں کے حقوق داؤ پر لگ جائیں گے اور طلاق دینے کے بعد ہر شخص یہ کہے گا کہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی بلکہ میں تو مذاق کررہا تھا۔ [1]

## مذاق میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہوئی ہے!

چونکہ شریعت نے وقوع طلاق کا معاملہ عاقل بالغ کے الفاظ سے باندھا ہے اور صریح وواضح الفاظ میں نیت کو کوئی اعتبار نہیں دیا ہے اسی وجہ سے مذاق کرنے والے کی طلاق بھی واقع ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثلث جدّھن جدّوھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعه))

''تین چیزیں ہیں کہ ان کا قصد کرنا بھی قصد ہے اور مذاق کرنا بھی قصد (میں شمار ہوتا ہے) نکاح کرنا ،طلاق دینا اور رجوع کرنا۔'' (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰہ)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ عاقل بالغ کے زبان سے نکلے ہوئے صریح طلاق کے الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے اور اس پر تمام فقہاء اسلام متفق ہیں کہ ہازل یعنی مذاق میں طلاق دینے والے کی طلاق واقع ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ طلاق کا معاملہ عاقل بالغ کے الفاظ سے بندھا ہوا ہے جب علم واختیار کے ساتھ اس کے زبان سے طلاق صریح کے الفاظ نکلیں گے طلاق واقع ہوگی۔ ھازل طلاق کے الفاظ کو جانتا ہے کہ ان الفاظ سے طلاق واقع ہوجاتی ہے اور وہ ان الفاظ کو اپنے اختیار سے بھی نکالتا ہے اگر اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں ہوتی اور نہ وہ وقوع طلاق کے حکم پر راضی ہوتا ہے لیکن پھر بھی اس کی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اس طرح حالت اکراہ وجبر میں طلاق دینے والا اگرچہ دل سے طلاق دینے کا ارادہ نہیں رکھتا ہو اور نہ وہ اس طلاق کے حکم سے راضی ہوتا ہے لیکن اس کے منہ سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ اس کے علم واختیار سے نکلتے ہیں اسی لیے اس کی طلاق بھی واقع ہوگی۔

---

۱ ؎ قال الامام: اتفق اهل العلم على ان طلاق الهازل يقع واذا جرى صريح لفظ الطلاق على لسان العاقل البالغ لا ينفعه ان يقول كنت فيه لا عباً اوهاز لاً لا نه لوقبل ذالك منه لتعلت الاحكام ولم يشاء مطلق او ناكح او معتق ان يقول كنت فى قولى هاز لا الا قال ۔ فيكون فى ذلك ابطال احكام الله تعالىٰ فمن تكلم بشى ء ماجاء ذكره فى هذاالحديث لزمه حكمه و خص هذا الثلاث لتاكيد امرالفرج ۔ والله اعلم ( شرح السنة ص ١٦١ ج ٥ نیز اسکی پوری تفصیل کے لیے دیکھئے: بذل المجهود ص ٢٧٦ ج ٣ اور اوجزالمسالك ص ٣٢٦ ج٣)۔

## جبر و مذاق میں فرق!

لیکن اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ جبر اور مذاق میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ مذاق میں اگر چہ دل کا ارادہ و مرضی شامل نہیں ہوتی ، تاہم اس میں دو چیزیں ضرور ہوتی ہیں ایک اپنے اختیار سے الفاظ طلاق کہنا اور دوسرا یہ کہ وہ جو الفاظ اپنی زبان سے نکالتا ہے وہ ان الفاظ کو اپنی مرضی سے نکالتا ہے اور جبر میں جو الفاظ نکلوائے جاتے ہیں اگر چہ وہ ان کو اپنے اختیار سے نکالتا ہے مگر وہ ان الفاظ کے نکالنے پر راضی نہیں ہوتا بلکہ وہ اس سے زبردستی کہلوائے جاتے ہیں ۔ یہ اعتراض واقعی بڑا وزنی ہے لیکن اس سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ طلاق کے معاملے میں رضا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ طلاق کے الفاظ عاقل ، بالغ کی زبان سے اس کے علم واختیار سے صادر ہوں اور جبر واکراہ کی صورت میں علم واختیار باقی رہتا ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے لہٰذا جبری طلاق واقع ہوگی ۔ واللہ اعلم

## وصول حق مثلاً '' ایلاء '' کی صورت میں جبر واکراہ!

وصول حق کے خاطر زبردستی طلاق کے وقوع پر دوسرا فریق بھی قائل ہے مثلاً : کوئی شخص اپنی بیوی سے نہ ملنے کی قسم کھائے اور چار ماہ گزرنے کے باوجود وہ قسم توڑ کر بیوی سے رجوع نہ کرے ایسی صورت میں احناف کے نزدیک خود بخود طلاق واقع ہوجاتی ہے لیکن حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک خود بخود طلاق واقع نہیں ہوتی ۔ بلکہ شوہر کے طلاق دینے سے واقع ہوگی اور چار ماہ گزرنے کے بعد شوہر پر ضروری ہے کہ وہ یا تو بیوی کو اپنی بیوی بنائے رکھے یا اسے طلاق دیدے اب اگر شوہر نہ طلاق دے اور نہ وہ بیوی سے رجوع کرے ہے تو اس صورت میں وہ فقہاء جو حالت اکراہ میں وقوع طلاق کے قائل نہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ قاضی شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کرے اور اس سے زبردستی طلاق دلوائے اس سے معلوم ہوا کہ اُصولی طور پر ان کے نزدیک بھی طلاق مکرہ واقع ہوتی ہے [۱] ۔

## زبردستی طلاق کے عدم وقوع پر کوئی صریح صحیح بلکہ ضعیف حدیث بھی نہیں اور وقوع طلاق کے حق میں حدیث ہے!

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ زبردستی طلاق کے عدم وقوع کے حق میں ایسی کوئی مضبوط دلیل نہیں جس

---

۱ ؎ وان كان الا كراه بحق نحوا كراه الحاكم المولي على الطلاق بعد التربص اذا لم يفيء ولا نه انما جاز اكراهه على الطلاق ليقع طلاقه فلولم يقع لم يحصل المقصود ( المغنى ص ۳۵۱ ج ۱۰ )

سے عدم وقوع پر دل مطمئن ہوا اور اس کے حق میں کوئی، مرفوع، صریح بلکہ ضعیف حدیث بھی موجود نہیں ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی اس میں مختلف ہیں بلکہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حالت اکراہ میں عدم وقوع کے جو فتاویٰ اور فیصلے منقول ہیں ان واقعات میں بھی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی اُصولی طور پر طلاق مکرہ واقع ہوتی ہے۔

نیز جو حضرات طلاق مکرہ کے وقوع کے قائل نہیں ان کے نزدیک بھی اگر طلاق وصول حق کی خاطر ہو تو جبری طلاق واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

## طلاق کے معاملے میں عورت کو بھی کوئی حق ملنا چاہئے!

نیز شریعت نے طلاق دینے نہ دینے کا اختیار شوہر کو دیا ہے اور بیوی کو طلاق دینے کا اختیار حاصل نہیں۔

اب بیوی کو بھی یہ حق ملنا چاہئے کہ سخت ضرورت کے تحت وہ کسی نہ کسی طریقے سے شوہر سے طلاق حاصل کر سکے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بیوی اور اس کے خاندان والوں کے لئے شوہر سے خلاصی کے جب تمام راستے بند ہو جاتے ہیں تو اس صورت میں بیوی اور اسکے خاندان والوں کے لئے صرف ایک ہی طریقہ جبر واکراہ کا باقی رہ جاتا ہے کہ وہ شوہر پر دباؤ ڈالیں کہ وہ عورت کو اس ظلم سے آزاد کر دے اگر اس کیلئے یہ راہ بھی بند کی جائے تو پھر وہ عورتیں اپنے حقوق کہاں سے حاصل کریں جہاں نہ شرعی عدالت ہو نہ اسلامی قوانین کا نفاذ ہو۔

باقی رہی یہ بات کہ کبھی آدمی پر جبر واکراہ بیوی کی طرف سے نہیں ہوتی بلکہ میاں بیوی آپس میں خوش ہوتے ہیں اور کوئی دوسرا ان دونوں کے درمیان رشتہ نکاح ختم کرنے کیلئے شوہر کو مجبور کر دیتا ہے جیسا کہ ثابت اعرج کو مجبور کر دیا گیا تھا لیکن ایسے واقعات بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ عورت خود یا عورت کی حمایت میں اس کے خاندان والے شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کر دیتے ہیں شاذ و نادر واقعات کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔

## مکرہ کے وقوع طلاق کے حق میں ایک مرفوع حدیث!

مکرہ کے وقوع طلاق کے حق میں حدیث کی کتابوں میں ایک مرفوع حدیث بھی پائی جاتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صفوان بن غزوان الطائی کا بیان ہے کہ ایک شخص سویا ہوا تھا کہ اس کی بیوی چھری نکال کر اس کے سینے پر بیٹھ گئی اور چھری اس کے حلق پر رکھ دی اور کہا کہ مجھے تین طلاقیں دو ورنہ میں تمہیں ذبح کر ڈالوں گی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا، بڑی منت کی، لیکن وہ ایک نہ مانی، بلکہ اپنی بات پر جمی رہی اور اس کے شوہر نے بادل نخواستہ اس کو تین طلاقیں دیدیں اس کے بعد اس نے نبی کریم ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا قیلو

لة فی الـطلاق ''طلاق میں فسخ نہیں۔یعنی عاقل وبالغ کی طرف سے دی ہوئی طلاق کو فسخ اور کالعدم نہیں قرار دیا جائے گا اس حدیث کو اگرچہ محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے دلیل کے طور پر نہیں پیش کی جاسکتی تاہم دوسرے دلائل جن کا بیان پہلے گزر چکا ہے ان کے لئے مؤید ہوسکتی ہے واللہ اعلم

## مکرہ اگر دھمکی سے مدہوش ہوجائے تو اس کی طلاق واقع نہ ہوگی!

اکراہ اور دھمکی سے اگر کسی شخص پر ایسی دہشت طاری ہوجائے کہ اس کے ہوش وحواس اُڑ جائیں اور اس پر جنون جیسی کیفیت طاری ہوجائے۔جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے ایسی حالت میں اگر اس کے زبان سے بے سوچے سمجھے بے اختیار طلاق کے الفاظ نکل گئے اور اس کی مدہوشی پر شرعی گواہ ہیں اور ثبوت بھی مل سکے تو ایسی حالت اکراہ میں بالاتفاق طلاق واقع نہ ہوگی۔[۱] واللہ اعلم

## اگر جبری طلاق کے ساتھ ان شاءاللہ کہہ دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی!

طلاق دیتے وقت اگر کوئی متصل ان شاءاللہ کہہ دے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لہٰذا اگر کسی کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اور وہ لفظ طلاق سے متصل ان شاءاللہ کہہ دے تو طلاق واقع نہ ہوگی اور ان شاءاللہ کہنے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ دوسرے لوگ اسے سنیں بلکہ اگر آہستہ سے کہا کہ خود اپنی آواز سنے پھر بھی طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ امام کرخی کے نزدیک اتنی آواز بھی شرط نہیں بلکہ اگر کوئی زبانی ان شاءاللہ اتنا آہستہ کہہ دے کہ خود بھی نہ سنے پھر بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔لیکن حالت اکراہ یا بیوی کے دعویٰ طلاق کی صورت میں اسے حاکم وقاضی کے سامنے ان شاءاللہ کہنے پر دو مرد یا ایک مرد، دو عورتوں کی شرعی گواہی پیش کرنا ہوگی۔واللہ اعلم

اگر کسی شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا گیا اور اس نے مجبور ہوکر مخاطب کو جھوٹی خبر دی اور گزشتہ زمانے کی طلاق دینے کا جھوٹا اقرار کردیا مثلاً: یہ کہا کہ میں تو دو ماہ قبل تین طلاقیں دے چکا ہوں تو اس اقرار سے طلاق واقع نہ ہوگی۔[۲]

---

[۱] اس کا بیان صفحہ نمبر ۱۶۰ میں دیکھئے۔[۲] اذا أکرہ رجل بغیر حق علی ان یقر بشیء ففی ھذا الاقرار للفقھاء مذھبان ، مذھب الحنفیة والشا فعیة والحنابلة والظاھریة یقر ر الغاء الا قرار و عدم ترتب ای اثر علیه سواء أکان المقربه فما یحتمل الفسخ کا لبیع والا جارة ام لا یتحمل الفسخ کا لطلاق والرجعة...و مذھب المالکیة یقر ر عدم لزوم اقرارا لمستکرہ بغیر حق ای ان المستکرہ بعد زوال الاکراہ مخیر بین ان یخیر الاّ قرار و بین الا یخیر ( الفقه الا سلامی واد لته ص ج )۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ کسی چیز کا اعتراف اقرار کرنا ایک خبر ہے اور خبر میں سچ وجھوٹ دونوں کا احتمال ہوتا ہے اب اگر وہ بلا کسی جبر دباؤ کے اپنے مرضی و آزادی کے ساتھ اپنے اوپر کسی کے حق کا یا اپنے کسی جرم کا اقرار واعتراف کرتا ہے اس میں اس کو سچا قرار دیا جائیگا اور اگر کسی شخص کو کسی کے حق یا اپنے جرم اور طلاق وغیرہ کے اقرار پر مجبور کیا جائے ایسی صورت میں سچ کے بجائے اسکے جھوٹ کو ترجیح دی جائیگی کہ اس نے مارنے اور سخت اذیت سے بچنے یا جان بچانے کی خاطر کسی کے حق یا طلاق وغیرہ کا جھوٹا اقرار کر کے جھوٹی خبر دی ہے [۱]۔ واللہ اعلم

اگر کوئی شخص مجبور ہو کر طلاق نامے پر دستخط کر دے یا اس نے حالت اکراہ میں اپنے ہاتھ سے طلاق کے الفاظ لکھدیئے اس طرح جبری دستخط اور طلاق نامے لکھوانے سے طلاق واقع نہ ہوگی بشرط یہ کہ وہ زبان سے الفاظ طلاق نہ کہے اور نہ ہی وہ طلاق لکھنے کا حکم کرے اگر اس نے طلاق نامہ سن کر بلا جبر کے اس پر دستخط کئے یا کسی کو طلاق لکھنے کا حکم کیا تو اس سے طلاق واقع ہوگی۔ واللہ اعلم

## کیا جبری نکاح درست ہوتا ہے؟

کسی مرد یا عورت کو موت وغیرہ کی دھمکی دے کر اس سے زبردستی نکاح کیا جائے۔ اس کے انعقاد کے بارے میں علماء اسلام کا اختلاف ہے جمہور علماء کے نزدیک جبری نکاح درست نہیں، اور علماء احناف کے نزدیک جبری نکاح بھی منعقد اور درست ہے۔ علماء احناف فرماتے ہیں کہ جس طرح ہازل اور مذاق کرنے والے کی طلاق درست اور واقع ہوتی ہے اسی طرح مکرہ کا نکاح بھی درست ہے اور دونوں فریق اپنی اپنی رائے کے حق میں تقریباً وہی دلائل پیش کرتے ہیں جن کی تفصیل جبری طلاق میں گزر چکی ہے۔

## نکاح وطلاق میں مشابہت اور مخالفت!

لیکن نکاح وطلاق کے معاملے میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بعض امور میں مشترک ہیں اور بعض امور ایسے ہیں کہ ان میں یہ ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔

---

۱ ؎ استدل الحنفية بان الا قرار خبر يحتمل الصدق والكذب الا انه يصح الا قرار حالة الا ختيار لا ن الا نسان غير متهم على نفسه ولم يصح حالة الاكراه لترجح جانب الكذب بسبب وجود التهديد. (الفقه الاسلامى الفصل السابع عشر الا كراه ص ۴۰۸ ج۵ )

## نکاح اور طلاق میں قدرِ مشترک!

نکاح وطلاق دونوں جن امور میں مشترک ہیں وہ یہ ہیں کہ جس طرح طلاق خیار شرط، خیار عیب، وغیرہ کا متحمل نہیں۔ اسی طرح نکاح میں بھی خیار شرط وغیرہ کا معاملہ نہیں ہوسکتا مثلاً: اگر نکاح کے عاقدین دونوں یا ان میں سے ایک اس شرط پر نکاح کرے کہ میرے لئے دو یا تین دن تک یہ اختیار رہے گا کہ میں اس نکاح کو باقی رکھوں یا اسے فسخ کردوں نکاح اور طلاق دونوں میں ایسے اختیارات کی گنجائش نہیں جبکہ دوسرے عقود مثلاً بیع وشراء میں خیار شرط اور خیار عیب وغیرہ اختیارات حاصل ہوسکتے ہیں۔

## ھازل کے نکاح کا انعقاد!

چونکہ نکاح بعض امور میں طلاق کے ساتھ مشترک ہے اس لئے ھازل کی طلاق واقع ہوجاتی ہے اس طرح اس کا نکاح بھی منعقد ہوجاتا ہے نکاح وطلاق مرد وعورت اور معاشرے کے بڑے حساس نوعیت کے معاملے ہیں۔ اس لئے شریعت ایسے معاملات میں کسی قسم کے مذاق کو برداشت نہیں کرتی اور نہ ہی ان کو کھیل کود کے کھلونے بنانے کی اجازت دیتی ہے۔ یہ نہایت اہم اور سنجیدہ معاملات ہیں۔ اس لئے اس میں قصد اور سنجیدگی اور اسکے مذاق کو بھی قصد وسنجیدگی قرار دیا جاتا ہے تاکہ ان معاملات کی اہمیت وسنجیدگی اور نزاکت لوگوں کے دلوں میں برقرار رہے۔

## نکاح ایک عقد ہے اور پوری زندگی کا معاملہ ہے!

دوسری طرف دیکھا جائے تو طلاق اور نکاح میں فرق ہے طلاق بیوی کو آزاد کرنا ہے یہ نکاح کے گرہ کھولتا ہے اور نکاح کو ختم کردیتا ہے جبکہ نکاح مرد وعورت کو ایک دوسرے سے باندھتا ہے اور عقد ہے اور اس کا تعلق عقود سے ہے اور عقود میں عاقدین کی رضا ضروری ہے جیسا کہ بیع وشراء میں یعنی فروخت کنندہ اور مشتری یعنی خریدار دونوں کی رضامندی ضروری ہوتی ہے بلکہ عقد نکاح تو زندگی بھر کا معاملہ ہے اگر اس معاملہ میں ان دونوں پر یا ان میں سے ایک پر جبر کیا جائے اور یہ معاملہ نفرت کی بنیاد پر طے ہوجائے تو میاں بیوی کی پوری زندگی آگ بن جاتی ہے دوسرے عقود مثلاً بیع وشراء اگر جبر سے بھی طے ہوجائیں تو اس میں زیادہ سے زیادہ مالی نقصان ہوتا ہے جو ایک وقتی اور عارضی نقصان ہے وراس نقصان کی حیثیت نفرت والی نکاح کے مقابلے میں کچھ نہیں خصوصاً جبکہ زبردستی عورت پر کی جائے کیونکہ مرد سے اگر زبردستی نکاح کرایا جائے اس کیلئے پھر بھی بیوی سے جان چھڑانے کا

راستہ کھلا ہے وہ حالت اکراہ سے نکل کر بیوی کو طلاق دے سکتا ہے لیکن اگر یہ زبردستی عورت بیچاری پر کی جائے وہ تو عمر بھر نفرت اور بے بسی کی آگ میں جلتی رہتی ہے خصوصاً جبکہ صحیح معنوں میں اسلامی حکومت کا فقدان بھی ہو اور صحیح اسلامی معاشرہ کا وجود ہونا، ناپید ہو۔

## قرآن وسنت نے عقد نکاح میں مرد وعورت کی رضامندی کو ضروری قرار دیا ہے!

خلاصہ یہ ہے کہ عقد نکاح بہت اہم ہے اور سنجیدہ اور عمر بھر کا معاملہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں دوسرے عقود بیع وشراء وغیرہ سے زیادہ عقد نکاح میں مرد وعورت کی رضامندی کو ضروری قرار دیا ہے خصوصاً عورت کے معاملہ میں اور بھی زیادہ تاکید کی گئی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلو هن ان ينكحن ازواجهن اذاتراضوا بينهم بالمعروف ذالك يوعظ به من كان منكم يؤمن بالله واليوم الا خر ذلكم از كى لكم واطهر والله يعلم و انتم لا تعلمون ﴾

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دیدو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو پھر انہیں اپنے تجویز کردہ شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جبکہ وہ آپس میں معروف شرعی دستور اور طریقہ کے مطابق راضی ہو جائیں یہ نصیحت تم میں سے ان لوگوں کو کیجاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی تمہارے لئے پاکیزہ اور صاف ستھرا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

اس آیت کریمہ میں: ﴿اذا تراضو بينهم بالمعروف﴾ مرد وعورت کی باہمی مناکحت کیلئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ وہ دونوں شرعی دستور کے موافق آپس میں نکاح پر رضامند ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح میں مرد وعورت دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ بلاشبہ جو نکاح شرعی دستور کے مطابق ہو اور میاں بیوی کے رضامندی سے ہو اور اس میں جبر واکراہ کو کوئی دخل نہ ہو یہ بہت زیادہ پاکیزہ اور صاف ستھرا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایات نکاح کے معاملہ میں دی ہیں ان پر اگر عمل کیا جائے تو اس سے میاں بیوی دونوں کی زندگی خوشگوار گزرتی ہے اور دونوں کے خاندانوں کے درمیان الفت ومحبت اور اتفاق واتحاد رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور خصوصاً اس ہدایت کی خلاف ورزی کہ عورتوں کو نکاح سے روک دیا جائے یا ان کی رضامندی نکاح میں نظر انداز کیے جانے سے میاں بیوی کی زندگی برباد ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے فحاشی بے حیائی جیسے بدترین جرائم پھیلتے ہیں خاندانوں میں نفرتیں پیدا ہوتی ہیں اور ان کے درمیان فتنے اور فسادات برپا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے اس پاکیزہ عقد کی بقاء اور میاں بیوی کی خوشگوار زندگی اور دونوں کی عمر بھر خوش اسلوب زندگی کی خاطر دوسری ہدایات کے ساتھ ساتھ اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ نکاح کا معاملہ میاں بیوی دونوں کی رضامندی سے طے کیا کریں۔ اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کی چند حدیثوں کو نقل کرتا ہوں۔

۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

((لا تنکح الا یّم حتٰی تستا مر ولا تنکح البکر حتیٰ تستاذن قالوا یارسول الله وکیف اذنها؟ قال ان تسکت))

''بیوہ عورت کا نکاح نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس سے مشورہ نہ کیا جائے۔ (اور اس کی رضامندی معلوم نہ کی جائے) اور کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ اس کی اجازت (اور رضامندی معلوم کرنا) کس طرح ہوگی (وہ تو شرماتی ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی خاموشی اس کی اجازت (اور رضامندی) ہے۔'' (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب الولی فی النکاح واستیذان المرأۃ)

## عورت کی رضامندی واجازت میں قوم ومعاشرہ کی عرف وعادت معتبر ہے!

کنواری لڑکی پر شرم وحیا زیادہ غالب ہوتی ہے۔ وہ کھل کر رضامندی اور اجازت دینے سے شرماتی ہے۔ اس لئے اس کی خاموشی اختیار کر لینا اس کی رضامندی سمجھی جائے گی۔ یاد رہے! کہ یہ طریقہ رضا واجازت کا عرب کی لڑکیوں اور عصر حاضر میں بھی بہت سے اقوام کی عرف وعادت کے مطابق ہے اور جہاں لڑکیوں کی عرف وعادت اس سے مختلف ہو تو وہاں وہی طریقہ معتبر ہوگا جو اس ماحول اور معاشرے میں معروف اور مروج ہو کیونکہ اصل مقصود نکاح کے معاملے کو عورت کی اجازت رضامندی سے طے کرنا ہے۔

۲) حضرت خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا۔ جبکہ وہ بیوہ تھی اور اس نے اس نکاح کو ناپسند کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور باپ کے کیئے ہوئے نکاح سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ "فرد نکاحه" ''تو آپ ﷺ نے اس کے (باپ کے کئے ہوئے) نکاح کو رد کیا۔ (بخاری، ابن ماجہ، مشکوٰۃ، باب الولی فی النکاح الخ)[۱]

---

۱ـ وعن خنساء بنت خذام ان اباها زوجّها وهي ثيب فكرت ذالك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فرد نكاحها رواه البخاري وفي رواية ابن ماجه نكاح ابيها.(مشكوة باب الولي في النكاح: ۲/۴مطبع مجیدی کانپور)

۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

((ان جارية بكراً اتت رسول الله ﷺ فذ كرت ان ابا ها زوّجها وهى كارهة فخيرها النبى صلى الله عليه وسلم))

''ایک کنواری لڑکی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح ایسا کیا ہے کہ وہ اس کو ناپسند کرتی ہے۔ (اور اس نکاح سے وہ راضی نہیں) تو آپ ﷺ نے اس کو اختیار دیدیا۔ (کہ وہ نکاح تیری رضا پر موقوف ہے) اگر چاہے تو اسے برقرار رکھے اور چاہے اسے رد کردے۔'' (ابو داؤد، مشکوٰۃ)۔

۴۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت ان کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میرے باپ نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کردیا ہے تاکہ میرے ذریعہ اس کے کمینہ پن کو دور کرے اور میں اس کو ناپسند کرتی ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس سے فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ کے تشریف لانے تک بیٹھی رہو۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اس لڑکی نے آپ ﷺ کو اپنا یہ واقعہ سنایا آپ ﷺ نے اس کے والد کو بلایا۔

((فجعل الا مر اليها فقالت يا رسول الله قد اجزت نكاح ابى ولكن اردت ان اعلم اللنساء من الا مر شئ))

''اور عورت کو اختیار دے دیا (کہ چاہے، نکاح کو برقرار رکھے یا رد کرے تو اس (عورت) نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے والد کے کیئے ہوئے نکاح کو برقرار رکھتی ہوں میں دراصل یہ جاننا چاہتی تھی کہ کیا عورتوں کو اپنے نکاح کے معاملے میں کوئی حق ہے؟'' (سنن نسائی ص ۷۷ ج ۲۔ البكر يز و جها ابو ها وهى كارهة)۔ [۱]

حدیث نمبر ۲، نمبر ۳، نمبر ۴، میں باپ کے کئے ہوئے نکاح میں بھی عورت کو یہ اختیار دیا گیا۔ کہ وہ اس کو

---

۱ ۔عن عائشة رضى اللّه تعلى أم قتادةً دخلت عليها فقالت ان أبى زوّجنى ابن خى خسيسته وأنا كارهة قالت اجلسى حتى يأتى النّبى صلى اللّه عليه وسلم فجاء رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم فأخبرته فأرسل الىٰ رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم فأخبرته فأرسل الىٰ أبيها فدعاهُ فجعل الامر اليها فقالت يا رسول اللّه قد اجزت ما صنع أبى ولكن اردتُ أن اعلمَ أللنساء من الأمرِ شيء ـ سنن النسائى ص۷۷ ج۲ البكر يزوّجها ابوها وهى كارهة)

برقرار رکھے۔ یا اس کو رد کردے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں مرد وعورت کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے اور اس نکاح کو نبی کریم ﷺ نے رد فرمایا۔ جو عورت کی رضا کے بغیر اس کے باپ نے کیا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ان تینوں حدیثوں میں نکاح کا معاملہ کرنیوالے ان کے باپ تھے اور عورتوں نے بذات خود اپنا نکاح نہیں کیا تھا جبکہ جبری نکاح میں تو عورت خود براہ راست اپنی زبان سے نکاح کر لیتی ہے البتہ ان احادیث سے اتنی بات ضرور ثابت ہوگئی۔ کہ نکاح کے معاملے میں مرد وعورت دونوں کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے۔

۵۔ ایک روایت میں ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ کنواری لڑکی تو اپنے پسند کرنے کا اظہار کرنے سے شرماتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "رضا ھا صمتھا"

"اس کی رضا (اوراس کی پسند) اس کی خاموشی ہے۔" (بخاری ص ۷۷۱ ج ۲ باب لاینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الا برضا ھا) ۱؎

نکاح کے معاملہ میں مرد وعورت دونوں کی رضامندی کے متعلق قرآن وسنت میں اور بھی بہت کچھ موجود ہے۔ لیکن یہاں جو کچھ اس کے متعلق نقل کیا گیا۔ وہ اس بات کے ثبوت کیلئے کافی ہے کہ نکاح کے معاملہ میں مرد وعورت دونوں کی رضامندی حاصل کر لینا ضروری ہے اس سے ظاہر ہوا کہ رضا، جبر کے منافی ہے۔

## نکاح مکرہ اور نکاح ھازل میں فرق!

نکاح مکرہ کو نکاح ھازل پر قیاس کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذاق اور جبر میں فرق ہے۔ مذاق کرنے والا اگر چہ مذاق کے اس حکم پر راضی نہیں ہوتا لیکن وہ جو کچھ کہتا ہے قصداً اپنے اختیار اور مرضی سے کہتا ہے اور جبری نکاح میں جو کچھ کہلوایا جاتا ہے اس کہنے میں اس کی رضا شامل نہیں ہوتی بلکہ جبراً اس سے نکاح کرایا جاتا ہے اس لئے مکرہ کو ھازل پر قیاس کرنا قابل نظر ہے کیونکہ عقد نکاح میں عاقدین کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ کم از کم وہ جو کچھ زبان سے کہے وہ تو اپنے اختیار اور مرضی سے کہے علماء کو چاہئے کہ وہ اس مسئلہ کا از سر نو جائزہ لیں اور اس میں غور وخوض کریں اس مسئلہ میں جمہور کی رائے قرآن وسنت کی زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے۔

---

۲؎ عن عائشة انها قالت یا رسول اللّٰه انّ البکر تستحی قال رضاها صَمتها ۔( بخاری ص ۷۷۱ ج ۲ باب لا ینکح الاب وغیره البکر والثیب الا برضاها)

خصوصاً آج کل کے حالات میں جبکہ شرعی عدالتیں تقریباً ناپید ہیں۔ ظلم وتشدد عام ہے، ظالموں کو جب یہ معلوم ہو جائے کہ بعض علماء کے نزدیک جبری نکاح جائز اور نافذ ہے تو وہ عورتوں کو اغوا کر کے ان پر جبر وتشدد کریں گے اور بندوق وتلوار کی نوک پر ان سے نکاح کریں گے بلکہ دیہی اور پہاڑی علاقوں میں ایسے بہت سے واقعات پیش آتے ہیں کہ جو لڑکی باپ بھائی وغیرہ کے کئے ہوئے نکاح پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتی ہے تو اس پر جبر وتشدد کر کے اس سے یا تو خود نکاح کرواتے ہیں یا پھر اس کو اس ناپسندیدگی کی صورت میں جبراً گھر سے نکال کی خاوند کے گھر رخصت کرتے ہیں اور وہاں پر اس سے جبراً ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے ایسی عورتیں یا تو واپس باپ کے گھر آ کر بیٹھ جاتی ہیں یا وہ رخصتی سے پہلے پہلے یا رخصتی کے بعد کسی دوسرے مرد کے ساتھ خفیہ جوڑ پیدا کر کے بھاگ جاتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ نکاح کا مسئلہ بڑا اہم ہے اور عمر بھر کا مسئلہ ہے۔ اس میں جبر واکراہ سے بہت سارے مسائل اور کئی قسم کے فتنے اور فسادات اور باہمی نفرتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور جبری نکاح کے جواز کے حق میں جو دلائل دیئے جاتے ہیں وہ بھی نسبتاً کمزور معلوم ہوتے ہیں اس لئے جبری نکاح کے بارے میں عدم جواز نفاذ کا حکم زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

## خلع کا بیان!

''خلع'' کے لفظی معنی پہنی ہوئی چیز اتار دینے کے ہیں۔ حضرت موسیٰ علی السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

﴿فاخلع نعليك انك با الواد المقدس طوى﴾

''پس تم اپنی جوتیاں اتار دو بے شک تم مقدس وادی طویٰ میں ہو۔'' (طٰہٰ آیت ۱۲)۔

عربی میں ''خلع ثوبه عن بدنه'' کے معنی ہے اس نے اپنے بدن سے کپڑے اتار دیئے۔

قرآن مجید نے زوجین کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿هن لباس لكم وانتم لباس لهن﴾

''وہ تمھارے لئے لباس (یعنی پردہ) ہیں اور تم ان کے لئے لباس (یعنی پردہ) ہو۔'' (بقرہ آیت ۱۸۷)

جس طرح لباس آدمی کے جسم کے لئے ساتر اور پردہ پوشی کا ذریعہ ہے اور اس کی وجہ سے وہ حسن وجمال سے آراستہ ہے۔ اور اس کی وجہ سے آدمی گرمی سردی سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے پردہ پوشی اور گھریلو زندگی کی حسن وزیبائش اور رونق کا ذریعہ بھی ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے شیطان

کے حملوں سے بچاؤ اور ان دونوں کا مخلصانہ تعلق ایک دوسرے کیلئے لباس تقویٰ و پرہیزگاری کا ذریعہ بھی ہے۔
شاید اسی لئے زوجیت کے لباس اتارنے کو خلع سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ میاں بیوی خلع وطلاق کے ذریعے اپنا لباسِ زوجیت اتار کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجاتے ہیں۔

## خلع کا شرعی مفہوم!

اصطلاح شرع میں لفظ خلع یا اس کے ہم معنی الفاظ کے ساتھ کل مہر یا مال کے بدلے جدائی اور طلاق لینے کو کہتے ہیں۔ مثلاً عورت شوہر سے کہدے کہ میرے ساتھ مہر یا اتنے مال کے بدلے خلع کردے۔ یا کہدے کہ مجھے چھوڑ دیجئے یا مجھے آزاد کردے وغیرہ۔[۱]
اگر خلع میں خلع یا ہم معنی الفاظ نہ ہوں بلکہ عورت صرف اتنی بات کہدے کہ مجھے اتنے مال کے عوض طلاق دے دیجیے۔ تو اس کو طلاق بالمال کہا جاتا ہے اور خلع اور طلاق بالمال دونوں کے درمیان فقہاء کچھ فرق کرتے ہیں۔

## خلع کی اجازت کیوں دی گئی!

قرآن وحدیث میں خلع کی اجازت اس لئے دی گئی کہ نکاح کے بعد بعض عورتوں کو طبائع کی اختلاف یا کسی وجہ سے اپنے شوہر سے سخت نفرت ہوجاتی ہے اور وہ اس مخالفت اور نفرت کی وجہ سے اپنے شوہر کے حقوق ادا نہیں کرپاتی اور خاوند کے ساتھ نباہ دشوار ہوجاتا ہے اور شوہر مفت میں طلاق بھی نہیں دیتا ایسی صورت میں شریعت خلع کی اجازت دیتی ہے۔ چونکہ ایسی صورت مین غالب مصلحت عورت کی ہوتی ہے اسی وجہ سے اس سے معاوضہ لینے کی بھی اجازت دی گئی ہے اور ایسی عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ شوہر کو کچھ دے دلا کر اس سے اپنا پیچھا چھڑا لے۔

---

۱ ۔قال العلامة ابن نجیم رحمة اللة تعالی (باب الخلع) ........وھو لغة النزع یقال خلعت النعل وغیره خلعها نزعته خالعت المرأة زوجها فخالعة اذا افتدت منه وطلقها علی الفدیة فخلعها ھو خلعا والاسم الخلع باالضم وھو استعارة من خلع اللباس لان کل واحد منهما لباس للآخر فاذا فعلا ذالك فکأن کل واحد نزع لباسه عنه کذا فی المصباح و شرعا علی ما اخبرناه ازالة ملك النکاح المتوقفة علی قبولها بلفظ الخلع أو مافی معناه۔ (البحرالرائق شرح کنزالدقائق ص ٧٠ ج ٤) وقال العلامة ابن الهمام رحمة اللّٰه الخلع فی الاصطلاح ازالة الملك النکاح ببدل بلفظ الخلع (البحرالرائق شرح کنزالدقائق ص٥٨ ج٤)

مگر جن شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی گئی ہے اگر ان کا لحاظ کئے بغیر کوئی عورت محض ذائقہ تبدیل کرتی ہے اور لذت اندوزی کے لئے اپنے شوہر سے جان چھڑانے کی کوشش کرتی ہے تو وہ سخت گناہ کا ارتکاب کرتی ہے ایسی عورت کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ((المنتزعات والمختلعات هن المنافقات)) ''اپنے آپ کو نکاح سے نکالنے والیاں اور (بلاوجہ) خلع کرنے والیاں منافقہ ہیں۔'' (نسائی، مشکوٰة، باب الخلع والطلاق)

منتزعات اور مختلعات کا مصدر باب افتعال ہے اور اس باب میں کسی کام کو بتکلف کرنے کا مفہوم شامل ہوتا ہے۔

یعنی ایسی عورتیں جن کو نکاح سے نکلنے اور خلع کی واقعی ضرورت نہیں مگر خواہ مخواہ کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کر کے اپنے آپ کو آزاد کرنا چاہتی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: ((أيّما امرأة سألت زوجها طلاقا في غير مابأس فحرام عليها رائحة الجنة))

''جس عورت نے بغیر کسی شدید تکلیف اور بغیر کسی خاص عذر کے شوہر سے طلاق مانگی اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی مشکوٰۃ ص ۱۵ ج ۲ باب الخلع والطلاق)

## بعض مرد ظالم ہوتے ہیں اور وہ بیوی یا ان کے سر پرستوں کو خلع کرانے پر مجبور کرتے ہیں!

بعض لوگوں میں یہ مرض ہوتا ہے کہ جب ان کو اپنی بیوی سے نفرت ہو جاتی ہے تو وہ بیوی کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے ہیں تا کہ وہ تنگ آ کر اپنے باپ کے گھر چلی جائے اور بالآخر لڑکی یا اس کا گھرانہ اس سے خلع اور طلاق کا مطالبہ کرے پھر وہ اس سے دیا ہوا مہر واپس کر لے یا طلاق کے عوض مال حاصل کرے بلاشبہ یہ بہت بڑی زیادتی ہے اور حرام ہے۔ جس کی سزا اس کو بھگتنا پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ولا يحل لكم ان تأخذوامما اتيتموهن شيئاً الا ان يخافا ان لا يقيما حدو د الله ○ فان خفتم ان لا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به ط تلك حدود الله فلا تعتدو ها ومن يتعدد حدود الله فاو لئك هم الظلمون﴾

''اور تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم نے جو کچھ ان عورتوں کو دیا ہے اس میں سے (طلاق کے بدلے) کچھ بھی واپس لو مگر اس صورت میں کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے پس اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حدود پر قائم نہیں رہ سکتے تو دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے جو عورت فدیہ کے

طور پر دیدے (اور اپنے آپ کو نکاح سے آزاد کردے) یہ اللہ تعالیٰ کے حدود ہیں ان سے تجاوز مت کرو اور جو اللہ تعالیٰ کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی لوگ ظالم ہیں۔'' (بقرہ آیت ۲۲۹)

اس آیت کریمہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱) شوہر اور اس کے گھرانے کیلئے یہ جائز نہیں کہ طلاق دینے کے بعد انہوں نے عورت کو جو کچھ مہر وغیرہ دیا ہے اس پورے مہر یا اس میں سے بعض کو واپس لے لیں۔

۲) اور شوہر کو یہ بھی جائز نہیں کہ عورت کو اس لئے تنگ کرے تاکہ اس کو طلاق کے بدلے مہر وغیرہ واپس کرنے پر مجبور کرے جیسا کہ قرآن مجید کے دوسرے مقامات میں بھی اس پر تنبیہ آئی ہے۔ چنانچہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ولا تعضلو هن لتذهبوا ببعض ماآتيتموهن ﴾

''اور تم ان کو اس مقصد سے نہ روکو (اور ان کو تنگ کرنے کی کوشش نہ کرو) کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے ان میں سے کوئی حصہ واپس کر لے۔'' (سورۂ نساء آیت ۱۹)

## خلع میں زوجین کی رضامندی ضروری ہے!

اس آیت کریمہ سے تیسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ خلع ایک ایسا معاملہ ہے جو میاں بیوی دونوں کی رضامندی پر موقوف ہے کیونکہ خلع میں معاوضہ کی معنی موجود ہے۔ اس میں عورت طلاق کا معاوضہ دے کر اپنے آپ کو آزاد کراتی ہے۔ اور جس معاملہ میں معاوضہ ہو وہ دونوں کے باہمی رضامندی سے ہونا چاہئے۔ (دیکھئے زادالمعاد ص۱۵۳ ج۵ فصل فی تسمیۃ الخلع ، فدیۃ) آیت خلع میں کم از کم تین الفاظ ایسے ہیں جو خلع میں تراضی طرفین کو شرط قرار دیتے ہیں............ ان میں سب سے پہلے: ﴿الا ان يخافاالا يقيما حدود الله ﴾

اس بات کی صریح دلیل ہے کہ گفتگو اس صورت میں ہو رہی ہے جبکہ شوہر اور بیوی دونوں خلع کی ضرورت محسوس کر رہے ہوں یا کم از کم اس پر راضی ہوں دوسری دلیل ﴿فلا جناح عليهما ﴾ میں صیغہ تثنیہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ گفتگو تراضی طرفین کی صورت میں ہے۔

تیسری دلیل قرآن کریم نے خلع کے ساتھ لفظ ''فدیہ'' استعمال کیا ہے جو جنگی قیدیوں کی رہائی کیلئے دی جانے والی رقم کو کہتے ہیں اور اسمیں تراضی طرفین ضروری ہوتی ہے۔ نیز حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ ''باری تعالیٰ نے خلع کے ساتھ فدیہ کا لفظ استعمال کیا جو اس پر دال ہے کہ خلع میں معاوضہ کی معنی موجود ہے لہٰذا اس میں تراضی

طرفین کا اعتبار ضروری ہے۔ (دیکھئے درس ترمذی ج۳ص۴۹۸)

حضرت مفتی عبدالستار رحمۃ اللہ تعالیٰ ﴿فلا جناح علیھما﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ان الفاظ میں میاں بیوی دونوں سے گناہ کی نفی کی گئی اور گناہ کا احتمال کسی فعل اختیاری پر ہوتا ہے اگر بیوی خلع کرنے میں مستقل ہوتی اورعورت کا خاوند کی طرف مہر پھینک دینے سے ہی خلع ہوجایا کرتا۔ تو "فلا جناح علیھا" کہ عورت پر کوئی گناہ نہیں کہنا چاہئے تھا ﴿فلا جناح علیھما﴾ کا کوئی محل نہ تھا کیونکہ اس میں خاوند کا کوئی فعل اختیاری نہیں پایا گیا پس گناہ کی نفی بے محل قرار پاتی ہے جیسے اگر کوئی مرد عورت کو طلاق دیتا ہے تو مرد کے متعلق گنہگار ہونے کی گفتگو ہوسکتی ہے کیونکہ طلاق اس کا فعل اختیاری ہے عورت کے بارے میں طلاق ملنے سے گنہگار ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ طلاق واقع ہونے میں اس کا کوئی دخل نہیں (خیرالفتاویٰ ص۲۶۴ج۵)

## خلع صرف عورت کا حق نہیں!

قرآن مجید کی آیتوں اور حدیث سے یہ ثابت ہے اور اس پر تمام علماء اسلام کا اتفاق رہا ہے کہ خلع میں دونوں فریق کی رضامندی ضروری ہے وہ صرف عورت کا حق نہیں جسے وہ شوہر کے مرضی اور اس کے طلاق کے بغیر خود عدالت کے فیصلے سے وصول کر سکے بلکہ اس کیلئے ضروری ہے کہ شوہر اس کو طلاق دے اگر خلع کا معاملہ پنچائیت اور جرگہ یا عدالت میں پیش ہوتو جرگہ یا عدالت خود اس کی مجاز نہیں کہ شوہر کے طلاق دیئے بغیر خود نکاح کو فسخ کرے البتہ جرگہ یا قاضی میاں بیوی کو خلع کا مشورہ دے سکتے ہیں اور ایک دوسرے کو خلع اور خلع کے معاوضہ پر راضی کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں اور خلع اس وقت پایہ تکمیل کو پہنچے گا جبکہ شوہر بیوی کو طلاق دیدے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ: ((یا رسول الله ثابت بن قیس ماعتب علیه فی خلق ولا دین ولکنّی اکره الکفر فی الاسلام فقال رسول الله ﷺ اتردین علیه حدیقته قالت نعم قال رسول الله ﷺ اقبل الحدیقة وتطلیقةً))

"یارسول اللہ میں ثابت بن قیس کے اخلاق اور دین پر عیب نہیں لگاتی (یعنی ان کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور دیندار بھی ہیں) مگر میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ (یعنی مجھ سے ان کے حقوق پورے نہیں ہوتے اور اس طرح میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور کفران نعمت کی مرتکب ہونگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "کیا تم اس باغ کو (جوانہوں نے تجھے مہر میں دیا ہے) اس کو واپس کرسکتی ہو؟ وہ بولی۔ ہاں! رسول اللہ ﷺ نے (ثابت بن قیس کو بلایا اور ان کو) فرمایا کہ باغ کو قبول کرلو (یعنی واپس لےلو اور ان کو طلاق دیدو)۔" (صحیح بخاری، مشکوٰۃ ص۱۵اج۲

باب الخلع والطلاق مطبع مجیدی کانپور)

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی تھی اس کو ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اتنا مارا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور اس کے علاوہ ان کی بیوی کو ان کی شکل وصورت سے بھی بے حد نفرت تھی۔(دیکھئے سنن ابی داؤد ص۳۰۳ ج۱ ۔سنن نسائی ص ۹۸ ج۲ مکتبۃ السلفیۃ لاہور۔ مصنف عبدالرزاق ص۴۸۲-۴۸۳ ج۶۔ سنن ابن ماجہ ص۱۴۸)[۱]

اس حدیث میں غور کیجئے کہ خلع کے اس مقدمہ میں رسول اللہ ﷺ نے نکاح کو خود فسخ کر کے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی کو آزاد نہیں فرمایا۔ بلکہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اپنا دیا ہو باغ واپس لے لو اور اپنی بیوی کو طلاق دیدو۔علماء اسلام فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ حکم بھی وجوب کیلئے نہیں بلکہ ارشاد ومشورہ کے طور پر ہے۔

(گویا آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری زوجہ کسی صورت تمہارے ساتھ رہنے پر تیار نہیں تو ایسی صورت میں اس کو زبردستی زوجہ بنائے رکھنا تمہارے لئے مناسب نہیں) کما صرح به الحافظ فی فتح الباری والعینی فی عمدة القاری والقسطلانی فی ارشادالساری (تفصیل کیلئے دیکھئے۔درس ترمذی ص ۴۹۹-۵۰۰ ج۳۔اور خیر الفتاوٰی ص۲۵۸-۲۵۹ ج۵)[۲]

---

۱ ـ عن عمرة عن عائشة ان حبيبة بنت سهل كانت عندثابت بن قيس بن شماسٍ فضربها فكسر نغضها فاتت البنى صلى اللّه عليه وسلم بعد الصبح فاشتكته اليه فدعا النبى صلى اللّه عليه وسلم ثابتا فقال خذ بعض مالها وفارقها فقال ويصلح ذالك يارسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم قال نعم فانى اصدقتها حديقتين وهما بيدها فقال النبى صلى اللّه عليه وسلم خذ هما ففارقها ففعل۔ (سنن ابى داؤد ص٣٠٣ ج١ مطبع ايچ ايم سعيد كراچى)

عن عكرمة قال جائت امرأة ثابت ابن قيس الى النبى صلى اللّه عليه وسلم فقالت يا رسول اللّه لا واللّه ما اعتبت على ثابت ديناً ولا خلقاً ولكن اكره الكفر فى الاسلام فقال النبى صلى اللّه عليه وسلم ثابتا فأخذ حديقته وفارقها وهى جميلة بنت عبداللّه أبى من الجمال ماترى وثابت رجل دميم۔ (مصنف عبدالرزاق ص٤٧٣ ج٦)

٢ ـ (قوله اقبل الحديقة وطلقها تطليقة) هوأمر ارشاد واصلاح لاايجاب (فتح البارى ص٣٢٩ ج٩ دار أحياء التراث العربى بيروت لبنان)قوله "طلقها" الأمر فيه للارشاد والاستصلاح لا للايجاب والالزام۔ (عمدة القارى ص٢٧٧ ج٤١ دارالفكر للطباعة والنشروالتوزيع)

## اگر خلع کو صرف عورت کا حق قرار دیا جائے تو اس سے معاشرے اور ازدواجی زندگی پر بہت برا اثر پڑے گا جسکی وجہ سے ازداجی زندگی اور خاندانی نظام درہم برہم ہو جائیں!

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عموماً عورتیں نسبتاً مردوں سے زیادہ جذباتی ہوتی ہیں اگر خلع کو صرف عورت کا حق قرار دیا جائے تو اس کا معاشرے اور ازدواجی زندگی پر بہت برا اثر پڑے گا اور عورتیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر جذبات میں آ کر بلکہ محض نیاذائقہ چکھنے کیلئے اس حق کو استعمال کریں گی اور لیا ہوا مہر خاوند کو پھینک کر شوہر کو تبدیل کریں گی۔ جس کی وجہ سے ازدواجی زندگی اور خاندانی نظام جس کو اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ درہم برہم ہو جائے گا جیسا کہ یورپی ممالک میں اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے اور اسلام کبھی بھی ایسی بات کی اجازت نہیں دیتا جس کی وجہ سے خاندانی نظام کی بنیادیں کھوکھلی ہوتی ہوں اور خاندانی نظام برباد ہو جاتے ہوں۔

## خلع میں قاضی کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں!

خلاصہ یہ کہ خلع ایک عقد ہے جو دوسرے عقود جیسے نکاح و بیع وغیرہ کی طرح میاں بیوی کی رضامندی پر موقوف ہے اس کیلئے عدالت میں بھی جانے کی ضرورت نہیں بلکہ میاں بیوی یا ان دونوں کے خاندان والے اپنے طور پر اپنی صوابدید اور باہمی رضامندی سے خلع اور اس کا عوض طے کر سکتے ہیں۔ اگر دونوں اپنے طور پر اس معاملے کو حل نہیں کر سکتے تو جرگہ یا عدالت میں بھی اس معاملہ کو اٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن جرگہ اور قاضی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ شوہر پر جبر کرے یا شوہر کے طلاق دیئے بغیر وہ از خود نکاح کو فسخ کر دے البتہ جرگہ والے یا قاضی وغیرہ کے ہاں جب ایسا معاملہ پیش آئے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ اب ان دونوں کا نباہ اور ساتھ رہنا دشوار ہے تو دونوں فریق کو سمجھانے اور ان کو خلع پر آمادہ کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کو نکاح کرنے یا جبری خلع کرنے کا اختیار نہیں اور اس پر فقہاء اسلام کا اتفاق ہے۔ (دیکھیئے مبسوط سرخسیؒ۔ المغنی اور بدایۃ المجتہد وغیرہ) البتہ مرد کو اگر عدالت یا جرگہ وغیرہ نے طلاق دینے پر مجبور کر دیا اور اس نے مجبوری کی حالت میں طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائیگی۔[۱]

---

۱ ـ ولا يفتقر الخلع الى الحكم نص عليه احمد فقال يجوز الخلع دون السلطان ورواه البخارى ذالك عن عمر و عثمان رضى اللّه تعلىٰ عنهما وبه قال شريح والزهرى ومالك والشافعى واسحاق واهل الرائى وعن حسن ابن سيرين لا يجوز الّا عندالسلطان ولنا قول عمر وعثمان ولانه معاوضة فلم يفتقر الى السلطان كلبيع والنكاح ولانه قطع عقد بالتراضى اشبه الا قالة۔ (المغنى لابن قدامه ص ۱۷۳ ج۸)

## بعض صورتوں میں عدالت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے!

یادرہے! کہ بعض صورتوں میں عدالت یا جہاں شرعی عدالت نہ ہو وہاں کے علماء کی جماعت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ازخود نکاح کو فسخ کردیں جیسا کہ اس کا بیان ان شاءاللہ آگے آنیوالا ہے۔

## خلع کے احکام!

۱۔ عورت کو خاوند سے ایسی نفرت ہوگئی کہ اب ان کی صلح کی کوئی توقع نہ رہے اور زوجین کے درمیان کسی طرح جوڑ پیدا نہیں ہوتا اور عورت تنگ آکر طلاق لینا چاہتی ہے مگر شوہر مفت میں طلاق نہیں دیتا تو عورت کیلئے جائز ہے کہ وہ شوہر کو کچھ مال یا مہر واپس کردے اور اپنے آپ کو نکاح کی بندھن سے آزاد کردے۔[۱]

۲۔ جب عورت یا اس کے خاندان والے مرد سے خلع کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اتنا روپیہ یا اپنا دیا ہوا مہر لے لو اور عورت کو آزاد کردو اور اس نے کہا کہ مجھے منظور ہے یا اس نے طلاق دیدی تو عورت پر فوراً ایک طلاق پڑ گئی اور عورت کو وہ رقم دینی پڑیگی جس کے عوض خلع ہوا ہے۔[۲]

۱ ـ وجـمـلـة الامر أن المرأة اذا كرهت زوجها لخلقة او خلقه أو دينه او كبره أوضعفه أو نحوى ذالك وخشيـت أن لا تـؤدى حـق الـلّـه فـى طاعة جازلها أن تخلعهه بعوض تفتدى به نفسها منه (المغنى لابن قدامه ص۱۷۳ ج۸)

الـخلع جائز لابأس به عند اكثر العلماء لحاجة الناس اليه بوقوع الشقاق والنزاع وعدم الـوفـاق بين الزوجين فقد تبغض المرأة زوجها وتكره العيش معه لأسباب جسديه خلقية او خليقة أو صـحـيـحة لكبر أوضعف أو نحو ذالك وتخشى ألا تؤدى حق اللّه فى طاعته فشرح لها الاسلام فـى مـوازة الطلاق الخاص بالرجل طريقاً للخلاص من الزوجية لدفع الحرج عنها ورفع الضرر عـنهـا ببذل شيءٍ من المال تفتدى به نفسها وتتخلص من الزواج وتعوض الزوج ماأنفقه فى سبيل الزوج بهاـ ( الفقه الاسلامى ص۴۸۱ الى ۴۴۲ ج۷)

۲ ـ الـواقـع بـه وبا لطلاق على مال طلاق بائن ولزمهاالمال ( قوله الواقع به وبا لطلاق عـلـى مـال طـلاق بائن) أى بالخلع الشرعى أما الخلع فلقوله عليه الصلاة والسلام الخلع تطليقة بائنة ........ (قـولـه ولـزمـها المال)أى فى المسئلتين لانه ما رضى بخروج بعضها عن ملكه الابه فلزمها المال بالقبول (البحرالرائق شرح كنزالدقائق ص ۷۱ الى ۷۴ ج۴)

۳۔ خلع کی صورت میں جوطلاق دی جاتی ہے یامال کے بدلے جوطلاق دی جاتی ہے۔وہ رجعی نہیں بلکہ بائن ہوتی ہے کیونکہ عورت نے اپنی آزادی اورطلاق کا معاوضہ دے کرطلاق کوحاصل کیا ہےاس لئے شوہرکوحق نہیں رہتا کہ وہ اس طلاق میں رجوع کر سکے البتہ اگرتین طلاقیں نہیں دی ہیں اورعورت پھردوبارہ اس کےساتھ نکاح پر رضامند ہوجائے تو وہ اس کےساتھ بلاکسی حلالہ کے نکاح کرسکتی ہے۔[۱]

۴۔ اگرخلع کا ایجاب (یعنی پہلی گفتگو) عورت کی طرف سے ہومثلاً عورت نے شوہر سے کہد یا کہ مجھےاتنے مال پرخلع دویا مجھے چھوڑ دوتو میاں بیوی دونوں کاایجاب وقبول ایک مجلس میں ہوناضروری ہےاگرشوہر نے اس جگہ بیٹھے بیٹھے جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کھڑا ہویا شوہرتونہیں اٹھا مگرعورت شوہر کے جواب دینے سے پہلے کھڑی ہوگئی اوراس کے بعدمرد نے کہد یا کہ میں نے منظورکرلی توخلع نہ ہوا اس لئے کہ سوال وجواب ایک مجلس میں نہیں ہوئے البتہ اگرشوہر نے ایسی صورت میں طلاق دیدی توطلاق پڑ جائے گی لیکن عورت پررقم دینی لازم نہیں۔

اگرایجاب یعنی پہلی بات شوہر کی طرف سے ہو۔مثلاً زوج اورزوجہ میں خلع کی بات چل رہی تھی اسی اثناءمرد نے پہل کر کے کہد یا کہ میں نے تجھ سےاتنے مال پرخلع کردیا۔ایسی صورت میں صرف بیوی کیلئے قبول کر نااسی مجلس میں ضروری ہےاگرایسی صورت میں شوہرجواب سے پہلے کھڑاہوااوربیوی اسی حالت پربیٹھی تھی اوراس نے کہد یا ''میں نے قبول کیا'' یایہ کہد ے کہ ''میں نے منظورکرلیا توخلع ہوگئی''۔

اگرمرد یہ الفاظ کہد ےاوروہ اسی طرح بیٹھارہےمگرعورت کھڑی ہوگئی اوراس کے بعدعورت نے کہا۔ ''میں نےقبول کیا''،توخلع نہیں ہوئی۔[۲]

---

۱ ـ الـواقـع بـه وبـا لطلاق على مال طلاق بائن ولزمهاالمال ( قوله الواقع به وبا لطلاق على مال طـلاق بـائـن) أى بـالـخـلـع الشـرعـى أما الخلع فلقوله عليه الصلاة والسلام الخلع تطليقة بائنة ........ (قـوله ولزمها المال)أى فى المسئلتين لانه ما رضى بخروج بعضها عن ملكه الابه فلزمها المال بالقبول (البحرالرائق شرح كنزالدقائق ص ۷۱ الى ۷٤ ج٤)

۲ ـ وصـفـتـه مـا ذكـره بقوله هو يمين فى جانبه) لانه تعليق الطلاق بقبول المال فلايصح رجوعه عـنـه قبل قبولها.....ولا يقتصر على المجلس )أى مجلسه ويقتصر قبولها على المجلس علمها ( وفـى جانبها معاوضة ) بمال (فصح رجو عها ) قبل قـبـولـه(ويقتصر على المجلس ) كا لبيع (قوله ويقصر على المجلس ) الضمير راجع للخلع فيبطل بقيامها عن المجلس وبقيامه ايضاً كما مرّ ـ ( ردالمختار مع الدرالمختار ص۵۵۷الى ۵۵۹ ج۲)

۵۔ خلع میاں بیوی دونوں کی رضامندی اور اجازت سے ہونا ضروری ہے۔

اگر عورت خلع پر راضی نہ تھی مگر شوہر نے جبراً خلع کرنے پر مجبور کردیا ایسی صورت میں طلاق تو پڑ جائیگی لیکن خلع صحیح نہ ہونے کی وجہ سے نہ تو وہ مال دینا عورت پر لازم ہے جو زبردستی عورت پر تھونپ دیا گیا ہے اور نہ مرد کے ذمہ جو مہر باقی تھا وہ معاف ہوگا۔ اسی طرح اگر شوہر خلع نہیں کررہا اور قاضی یا جرگہ والوں نے یکطرفہ فیصلہ کردیا اور شوہر کے طلاق دیئے بغیر خلع اور نکاح کو فسخ کردیا تو یہ فیصلہ باطل ہے اور عورت بدستور شوہر کے نکاح میں رہے گی۔[۱]

۶۔ اگر شوہر یا اس کے گھر والے قصوروار ہیں اور وہ عورت کو تکلیفیں دے کر خلع کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور ان سے عاجز آکر عورت خلع پر آمادہ ہوجاتی ہے۔ ایسی صورت میں خلع کے بدلے مرد کو کچھ مال لینا عورت پر مزید ظلم اور مکروہ تحریمی بلکہ اکثر علماء کے نزدیک حرام ہے۔ اگر لے گا تو گنہگار ہوگا۔

اور اگر عورت کی غلطی اور زیادتی ہے پھر مرد کے لئے خلع میں طے شدہ مال مہر یا مہر کا کچھ حصہ لینا جائز ہے لیکن ایسی صورت میں بھی مرد کو مہر سے زیادہ لینا نامناسب بلکہ بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے [۲]۔ واللہ اعلم

۱ ـ قال العلامة ابن القيمؒ وفى تسمية سبحانه الخلع فدية دليل على أن فيه معنى المعاوضة ولهٰذا اعتبر فيه رضى الزوجين۔ (زاد المعاد ص۱۵۳) (واكرهها) الزوج (عليه تطلق بلامال) لان الرضى شرط للزوم المال وسقوطه۔ (ردالمختار مع الدرّالمختار ۵۶۱ ج۶) الخلع هوالافتداء اذا كرهت المرأة زوّجها فخافت ان لا توفيه حقه اوخافت ان يغضبها فلا يوفيها حقها فلها ان تفتدى منه ويطلقها ان رضى هوا والاّ لم يجبر هو ولا اجبرت هى انما يجوز بتراضيهما ولا يحل الافتداء الاّ باحدالوجهين المذكورين اواجتماعهما فانه وقع بغير همافهو باطل ويرد عليهاما اخذمنها وهى امرأته كما كانت ويبطل طلاقه ويمنع من ظلمها فقط۔ (ابن حزم المحلى ص۲۳۵ ج۱۰)

۲ ـ (وكره) تحريما (أخذ شيءٍ ان نشرت لا) ولومنه نشوز أيضاً ولو بأكثر مما أعطاها على الاوجه فتح وصحح الشمنّى كراهة الزيادة وتعبير الملتقى لابأس به يفتد أنها تنزيهيّة وبه يحصل التوفيق (قوله وكره تحريما أخذ شيء) أى قليلا كان او كثيراً والحق أن لأخذ اذاكان النشوز منه حرام قطعا لقوله "فلا تأخذوامنه شيئاً" (قوله وبه يجعل التوفيق) أى ما رجحة فى الفتح من نفى كراهة أخذ الأكثر وهو رواية الجامع الضغير وبين ما رجحة الشمنّى من اثباتها وهو رواية الاصل فيحمل الاوّل على نفى التحريمية والثانى علىٰ اثبات التنزيهية وهذا التوفيق مصرّح به فى الفتح فانه ذكر أن المسألة مختلفة بين الصحابه وذكر النصوص من الجانبين ثم حقق ثم قال وعلىٰ هذا يظهر كون رواية الجامع أوجه نعم يكون اخذ الزيادة خلاف الاولىٰ والمنع محمول على الاولىٰ ومشى عليه فى البحر ايضاً(ردالمختار مع الدّالمختار ص۵۶۰- ۵۶۱ ج۲)

## ایلاء کا بیان!

ایلاء کے لفظی معنی قسم کھانے یعنی کسی چیز کے ترک کرنے کی قسم کھا لینے کے ہیں اور شریعت میں بیوی سے غیر معین مدت تک یا چار ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک قسم کھا لینے کو ایلاء کہتے ہیں۔[۱]

## دور جاہلیت کے مظالم میں سے ایک ظلم ایلاء بھی تھا!

عورتوں پر ڈھائے جانے والے دورِ جاہلیت کے مظالم میں سے ایک ظلم یہ بھی تھا کہ بعض لوگ اپنی بیویوں کو ستانے کیلئے قسم کھا لیتے تھے کہ وہ ان سے ہم بستری نہیں کریں گے پھر قسم کھانے کے بعد وہ نہ اس کو آزاد کرتے تھے اور نہ اس کی حق زوجیت ادا کرتے تھے اس طرح وہ بیچاری بالکل معلق ہو کے رہ جاتی تھی اور یہ ازدواجی مقاصد کے خلاف اور تقویٰ وانصاف کے منافی تھا اس وجہ سے اسلام نے اس طرح کی قسم کھانے والوں کیلئے ایک حد مقرر کردی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿للذين يؤلون من نسآء هم تربص اربعة اشهر فان فآء و فان الله غفور رحيم ○وان عزمواالطلاق فان الله سميع عليم ○﴾

''جولوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے سے قسم کھا لیتے ہیں ان کیلئے چار ماہ کی مہلت ہے۔ پھر اگر وہ

---

[۱] ثالثاً حكم الايلاء ليمين عندالحنفية حكم أخروى، وحكم دينوى .....واما الحكم الدينوى فيتعلق بايلاء حكمان: حكم الحنث وحكم البر، أما حكم الحنث فهو لزوم الكفارة أوالجزاء المعلق ان حنث فى يمينه لفعله المحلوف عليه ......واما الحكم البر بأن لم يطاء الزوجة المحلوف عليها أولم يقربها فهو وقوع طلقة بائنة بدون حاجة لرفع لأمر الىٰ القاضى ......(حكم الفئى عندالجمهور غير الحنفية) الكلام فيه يشمل فى امرين الاول مدة الامهال بلا قاض اذا آلى الزوج من الزوجته لم يطالب بشيءٍ من وطاء وغيره قبل اربعة أشهر ) ابتداء المدة من حين اليمين لانها ثبت بالنص والاجماع فلم تفتقر الى تحديد كمدة العنة التى بحددها القاضى فان وطئها فقد اوفاها حقها قبل انتها المدة وخرج من ايلاء.........وان لم يطائها رفعت الزوجة الأمر الىٰ القاضى ان شائت حينئذ يأمره القاضى بالفيئة الى الوطى فان أبى طلق القاضى عليه ويقع طلاق رجعياً۔ (الفقه الاسلامى وادلته ص٥٤٦الى ٥٥٠ ج٧)

(اسی مدت میں) رجوع کرلیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔(اگر چہ اس کی یہ قسم حق تلفی پر مبنی تھی اور قسم کو ڈھال بنا کر کسی کی حق تلفی جائز نہیں لیکن اصلاح حال کے بعد اللہ تعالیٰ اس قصور کو معاف فرمائیں گے) اور اگر انہوں نے طلاق کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔'' (بقرہ آیت ۲۲۶۔۲۲۷)

اگر کوئی شخص چارہ ماہ کے اندر اندر قسم سے رجوع کرکے اپنی بیوی سے مل جاتا ہے اگر چہ اس آیت کریمہ میں قسم توڑنے پر کسی قسم کے کفارہ کا ذکر نہیں۔لیکن قرآن مجید نے قسموں کے توڑنے کے بارے میں دوسری جگہ کفارہ ادا کرنے کا عام ضابطہ بیان فرمایا اسی ضابطہ کے تحت قسم توڑنے والے پر کفارہ تو آئے گا البتہ اس ایلاء اور قسم کی وجہ سے جو حق تلفی اور زیادتی ہوگی اللہ تعالیٰ اصلاح حال کے بعد اس کو معاف فرمائے گا اور اس پر رحم کرے گا۔

## کیا چار ماہ کے بعد نکاح خود بخود ٹوٹ جاتا ہے؟

اگر کوئی شخص چار ماہ کے اندر اندر بیوی سے رجوع نہ کرے کیا چار ماہ گزرنے کے بعد خود بخود طلاق واقع ہوکر نکاح ٹوٹ جائیگا۔یا خاوند کے طلاق دینے یا حاکم کے فیصلے سے طلاق واقع ہوگی؟ اس میں علماء اسلام کا اختلاف ہے۔حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ فقہاء احناف کے نزدیک چار ماہ گزرنے سے خود بخود ایک طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے اور تفریق کیلئے قاضی کے فیصلے کی حاجت نہ ہوگی حضرت امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کے نزدیک چار ماہ گزرنے پر خود بخود طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ چار ماہ کے بعد قاضی خاوند کو بلا کر اسے دو باتوں میں کسی ایک پر مجبور کرے گا کہ وہ یا تو بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرلے یا پھر اسے طلاق دیدے۔

## آیت ایلاء سے استدلال!

ان حضرات کا استدلال مذکورہ آیت کریمہ سے ہے اور وہ جن قرائن اور وجوہات کی بناء پر اس آیت سے استدلال کرتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

۱) ﴿فان فآء و...........وان عزمواالطلاق﴾

دونوں کا ذکر چار ماہ کی مہلت کے بعد آیا ہے اور ﴿فان فآء و﴾ میں ''حرف''ف''تعقیب کیلئے ہے

جس کا مطلب یہ ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد شوہر ان دو باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کرے گا کہ وہ چار ماہ کے بعد یا تو بیوی کو رجوع کر کے اس سے ازدواجی تعلق قائم کرے یا پھر اس کو طلاق دے کر آزاد کر دے۔

۲) یہاں عزمِ طلاق کی نسبت شوہروں کی طرف کی گئی ہے اب ظاہر ہے کہ محض چار ماہ مدت گزرنے کی وجہ سے ان سے عزم کا صدور معلوم نہیں ہوتا جب تک وہ اس عزم کا اظہار نہ کریں اور کسی شخص سے طلاق کا عزم ہونا اس وقت معلوم ہوگا جبکہ وہ بیوی کو طلاق دیدے۔

۳) ﴿وان عزموا الطلاق﴾ کے بعد ﴿فان الله سميع عليم ﴾ کا ذکر آیا ہے اور سمیع سننے والا کی صفت کے حوالے سے اس طرف اشارہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے الفاظ طلاق کو سنتا ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف چار ماہ کی مدت گزرنے پر خود بخود اگر طلاق واقع ہوتی تو طلاق کے الفاظ کا وجود ہی ناپید ہے جس کا تعلق سننے کے ساتھ ہے۔

لہٰذا اس آیت کریمہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد شوہر کو ان دو باتوں میں ایک بات اختیار کرنا ہوگی کہ وہ یا تو بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرے یا پھر اسے طلاق دے کر آزاد کر دے اور ان حضرات کی رائے کے مطابق اس آیت کریمہ کا ترجمہ یوں کیا جاتا ہے ''جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے سے قسم کھاتے ہیں ان (کو سوچ بچار) کیلئے چار ماہ کی مہلت ہے۔ پھر اگر وہ (اس مہلت کے بعد) رجوع کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور اگر (وہ ایسا نہیں کرتے بلکہ) انہوں نے طلاق کا پختہ ارادہ کیا ہے تو (پھر وہ طلاق دیدیں اور) اللہ تعالیٰ (ان کے طلاق کو) سننے والا اور (ان کی نیتوں کو) جاننے والا ہے۔[۱] حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ بھی اسی آیت کریمہ سے ہی استدلال کرتے ہیں اور وہ جن قرائن و وجوہات کی بناء پر استدلال کرتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

۱) ﴿فان فآء و﴾ میں حرف ''ف'' تفصیل کیلئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایلاء کی مہلت چار ماہ ہے پس اگر انہوں نے اس مہلت کے اندر بیویوں سے رجوع کیا۔ تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور اگر طلاق

---

۱ ؎ ولنا قول اللّه تعالیٰ ﴿للذين يؤلون من نسائهم تربض أربعة أشهر فان فاء وافان اللّه غفور الرحيم﴾ و ظاهر ذالك ان الفئة بعد اربعة اشهر لذكره الفئة بعدها بالفاء المقتضية للتعقيب ثم قال (وان عزموا الطلاق فاِن اللّه سميعٌ عليم )ولو وقع بمضى المدة لم يحتج الى عزم عليه ( وقوله سميعٌ عليم ) يقتضى أن الطلاق مسموع ولا يكون المسموع الاّ كلاماً ( المغنى لابن قدامه ص٤٢٦ ج٨)

(یعنی بالکل چھوڑ دینے) کا پختہ ارادہ کرلیا ہے (اس لئے مقررہ چار ماہ کے اندر وہ رجوع نہیں کر رہے ہیں) تو (چار ماہ گزرتے ہی قطعی طلاق پڑ جائیگی اور) اللہ (ان کی قسم کو بھی) سننے والا ہے (اور ان کی نیتوں کو بھی) جاننے والا ہے۔

(اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں وہ ہدایت ارشاد فرمائی۔ جو زیادہ مناسب تھی کیونکہ ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو نکاح کے جکڑ میں باندھے رکھے اور اس کو حق زوجیت سے محروم کرکے لٹکائے بھی رکھے) یہ بھی یاد رہے کہ! عزم صرف ارادے اور قصد کو نہیں کہتے بلکہ اس کی بنیادی معنی حتمی قطعی اور کسی کام میں شدت و پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس کا استعمال اسی معنی میں ہوا ہے مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے:

ا: ﴿ان ذلك من عزم الامور﴾

''بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔'' (شوریٰ آیت ۴۳ نیز دیکھئے ال عمران آیت ۱۸۶۔ سورۂ لقمان ۱۷)

ب۔ ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله﴾

''اور جب تک عدت کی مدت پوری نہ ہو۔ اس وقت تک نکاح کی گرہ پکی نہ کرو۔''[۱] (بقرہ آیت ۲۳۵)

ج: ﴿فاذا عزم الامر﴾

''پھر جب جہاد کا قطعی فیصلہ ہوجائے۔'' (سورۂ محمد آیت ۲۱)

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ لفظ عزم کا استعمال اپنی اصل معنی قطعی پختگی میں ہوتا ہے اور مفسرین نے سورۃ بقرہ کی آیت ﴿ولا تعزموا عقده النكاح﴾ کے معنی بھی یہ کی ہیں کہ ''نکاح کی گرہ پکی (اور پختہ) نہ کرو''[۲] تو ﴿وان عزموا الطلاق﴾ کے معنی بھی یہ ہوسکتی ہے کہ ''اور اگر انہوں نے طلاق کو پکا اور پختہ کردیا۔'' ایسی صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔

''جو لوگ اپنی بیویوں سے نہ ملنے کی قسم کھا لیتے ہیں ان کیلئے چار ماہ کی مہلت ہے پھر اگر وہ (اس مدت

---

۱ ۔ قال النحاس و يجوز ان يكون "ولا تعقدوا عقدة النكاح لان معنى "تعزموا" "وتعقدوا" واحد (قرطبی ص ۱۹۲ ج ۳) وفی التفسير لا بن عباس رضی اللہ عنہ "وان عزموا الطلاق" حققوا الطلاق و بروايمينهم ...... (تفسير ابن عباس ص ۲۵)

۲ ۔ وفی التفسير لا بن عباس رضی اللہ عنہ "لا تحققوا" (تنوير المقياس من تفسير ابن عباس ص ۴۳)

میں ) رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے اور (اگر انہوں نے اس مدت میں رجوع نہیں کیا۔ بلکہ چار ماہ گزرنے کی وجہ سے ) طلاق کو پختہ [1] (اور پکا) کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ (تمام اقوال اور باتوں کو) سننے والا (اور تمام احوال اور نیتوں کو) جاننے والا ہے۔'' یہاں سمیع وعلیم کی صفات کا حوالہ وعید اور تنبیہ کیلئے ہے جس کا مطلب کچھ یوں ہے۔

''اللہ تعالیٰ تمہارے باہمی جھگڑوں کی باتوں، تمہاری قسموں اور ان باتوں کو جو تم دل دل میں کرتے ہو سب کو سنتا ہے اور ان باتوں میں جو آپ کی نیتیں ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

لہٰذا اس معاملہ میں جس کی طرف سے ظلم وزیادتی ہوگی اور جو شخص اور جو فریق بھی اس اہم رشتہ میں رخنے ڈالنے کا سبب بنا ہے وہ اس سے اس ظلم کا حساب لینے والا ہے۔ (واللہ اعلم)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ایک شاذ روایت یوں ہے:

﴿فان فآء وفيهن فان الله غفور رحيم﴾

''اگر وہ اس چار ماہ کی مدت میں رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اس قرأت میں ''فیھن'' کا اضافہ ہے اور یہ قرأت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔'' [2]

اگر چہ شاذ قرأت کی تلاوت جائز نہیں لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ تفسیر انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنی اور اپنی مصحف میں درج کر دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ﴿وان عزمواالطلاق﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((عزيمة االطلاق انقضاء الاربعة الا شهر))

''چار ماہ کا گزرنا ہی طلاق کا عزم ہے۔'' (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۶۰ تا ۶۱ ج ۱۰۔ مصنف عبدالرزاق ص ۴۵۴ ج ۶ عن یزید بن لاصم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ السنن الکبری ص ۳۷۹ ج ۷)

---

۱ ۔ وفي التفسير لابن عباس رضی اللہ عنہ حققواالطلاق وبروايمينهم (تنوير المقياس من تفسير ابن عباس ص ۲۵) وقالا الامام ابن الجوزی رحمہ اللہ "ای حققوه" (زادالمسير ص ۱۹۷ ، ج ۱)

۲ ۔ وقال العلامة السيوطی رحمه الله تعالىٰ اخرج ابو عبيدة فی فضائله وابن المنقذعن ابی بن كعب اقرأفان فآء وفيهن فان الله عفور رحيم ۔ (درمنشور ج ۱ ص ۲۷۱)

## صحابہ کرامؓ کے آثار اور فتاویٰ سے استدلال!

مذکورہ آیت ایلاء کی تفسیر میں چونکہ دونوں قوی احتمال ہیں۔اس لئے صحابہ کرامؓ سے بھی اس مسئلہ میں اختلاف منقول ہے چنانچہ حضرت امام مالکؒ وغیرہ جمہور علماء، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوالدرداؓ وغیرہ کے آثار سے استدلال کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک محض چار ماہ گزرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ چار ماہ کے بعد شوہر دو کاموں میں سے ایک کام کرے گا یا تو وہ رجوع کرے گا اور یا وہ اسے طلاق دے کر فارغ کردے گا جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ متعدد صحابہ کرامؓ کے آثار اور فتاویٰ سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ حضرات صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ چار ماہ گزرنے پر خود بخود بیوی پر ایک بائن طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

اور حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ سے یہ منقول ہے کہ چار ماہ کے بعد طلاق واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے بعد طلاق دینے یا قاضی کے فیصلے سے طلاق واقع ہوگی۔

اس کے جواب میں وہ فرماتے ہیں کہ انہی صحابہ کرامؓ سے اس کا خلاف بھی منقول ہے اور وہ یہ کہ چار ماہ گزرنے پر خود بخود طلاق واقع ہوجاتی ہے یہاں اس کے متعلق چند روایتوں کو پڑھیئے۔

۱) حضرت سعید بن المسیبؒ اور ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ دونوں سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے:

((اذامضت اربعة اشهر فهي تطليقة وهو املك بردها ما دامت في عدتها))

''جب چار ماہ گزر جائیں تو اس سے ایک طلاق واقع ہوجاتی ہے اور عورت جب تک عدت میں ہے۔ وہ (یعنی شوہر) اس کے (نکاح کے) بارے میں با اختیار ہے (کہ وہ عدت کے اندر بھی اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے)۔'' (السنن الکبریٰ ص ۳۷۸ ج ۷) [۱]

اور بعض روایتوں میں صراحت کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ سے یہ منقول ہے کہ چار ماہ گزرنے پر

---

۱ ـ وفي اعلاء السنن ص۲۲۷ ج۱۱: قلت هذا اسناد رجاله رجال الصحيح۔ قلت معنى قوله ”وهواملك بردها“ انه يجوز له خطبتها في العدة لايخطبها غيره كما قاله ابن مسعود......

ایک طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے۔[1]

۲) حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

((ان عثمان بن عفان وزید بن ثابت کانا یقولان فی الایلاء اذا مضت اربعة اشهر فهی واحدة وهی احق بنفسهاتعتدُّ عدة المطلقة))

''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں ایلاء کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو ایک (بائن) طلاق واقع ہوجاتی ہے عورت اپنے (نکاح کے) معاملہ میں خودمختار ہے۔(یعنی خاوند کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ عورت کی مرضی کے بغیر اس سے دوبارہ نکاح کرے۔اب دوبارہ نکاح عورت کی مرضی پر منحصر ہے۔'' (مصنف عبدالرزاق ص۴۵۴ ج۶)[2]

۲) حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اذامضت اربعة اشهر فهی تطليقة بائنة))

''جب چار ماہ گزر جائیں تو اسے ایک بائن طلاق واقع ہوگئی۔'' (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۶۱ ج۱۰)

ابوقلابہؒ سے راویت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق فرمایا:

((واذامضت اربعة اشهر فقدبانت منه بتطليقة))

''جب چار ماہ گزر جائیں۔اور وہ اس کے اندر رجوع نہ کرے) تو اس کی بیوی ایک طلاق سے بائن

---

[1] ـ اخرج عبدالرزاق وابن جرير وابن ابی حاتم والبيهقی عن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وزيد بن ثابت وابن مسعود وا بن عمر وابن عباس قالوا الايلاء تطليقة بائنة اذامرت اربعة اشهرقبل ان يفیئ فهی املك بنفسها ـ (درمنشور ص۲۷۲ ج۱ـاوجز المسالك ص ۳٤۸ ج٤ ـ نیز دیکھئے۔تفسير الطبری ص۵۱۸ ج۲)

[2] ـ رجاله رجال مسلم وابوسلمة هذا لم يسمع من عثمان وثبت سماعه منه عند بعضهم والا ختلاف لايضر(كذافی اعلاء السنن ص۲۲۳ ج۱۱)قال العبدالضعيف واما عطاء الخراسانی فقال اسحاق بن منصور وعباس الدوری عن يحییٰ بن معين "نقة" وقال ابن ابی حاتم عن ابيه "ثقة " صدوق ـقلت يحتج به ؟ قال نعم ...... (كذافی تهذيب الكمال ص ٥٥٤ ج ۷ وميزان الاعتدال جلد ثالث ص ۷۳-۷۵المكتبة الاثرية شخوپوره)

(یعنی جدا) ہوجائے گی۔'' (ابن ابی شیبۃ ص ۶۰ ج ۱۰، ومصنف عبدالرزاق ص ۴۵۴ ج ۶)

۵۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ:

((ان علیاً وابن مسعود وابن عباس قالوااذا مضت اربعة اشهر فهي تطليقة وهي احق بنفسها.....))

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تینوں فرماتے ہیں کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو عورت کو ایک طلاق ہوگئی اور (اپنے نکاح کے معاملے میں) وہ خودمختار ہوگئی۔ (اور شوہر اس کے ساتھ اسکی مرضی کے بغیر دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا)۔'' (مصنف عبدالرزاق ص ۴۵۴ ج ۶)

۶) حضرت سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں فرماتے ہیں کہ:

((اذا آلیٰ فلم يفيء حتى تمضى الاربعة الا شهر فهي تطليقة بائنة))

''جب کوئی شخص ایلاء کرے پھر وہ رجوع نہ کرے یہاں تک کہ چار ماہ گزر جائیں تو اس سے ایک طلاق بائن ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۶۰ ج ۱۰)

مذکورہ چند روایتوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اس مسئلہ میں مختلف روایتیں منقول ہیں اور اس بات کی پوری تفصیل تفسیر ابن جریر تفسیر ابن کثیر، مصنف عبد الرزاق سنن بیہقی سنن سعید بن منصور اور اعلاء السنن وغیرہ جیسی کتابوں میں موجود ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس رائے کو حسن بصری، سالم محمد بن الحنفیۃ، مسروق، ابوسلمہ، قاضی شریح اور سفیان ثوری وغیرہ جیسے بہت سے جلیل القدر تابعین، محدثین اور فقہاء اسلام نے بھی اختیار کیا ہے اور اس مسئلے میں یہی رائے حضرت امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ کی بھی ہے کہ چار ماہ گزرنے سے خود بخود ایک طلاق بائن پڑ جاتی ہے۔[۱] (دیکھئے تفسیر ابن کثیر ص ٢٦٨ ج١ فتح الباری ٣٣٧ تا ٣٣٨ ج ٩ السنن الکبریٰ مع الجوهر النقي ص ٣٧٨ تا ٣٨٠ ج٧ ۔ اعلاء السنن ص ٣٢٣ ج ١١۔ اوجز المسالك الى مؤطا امام مالك ص ٣٤٨ تا ٣٤٩ ۔ تفسير الطبرى ص ٥١٢ -٥٢٥ ج ٦۔)

۱ ۔ وذهب آخرون الىٰ أنه يقع بمضى أربعة أشهر تطليقة وهي مروى با سانيد الصحيحة عن عمر وعثمان وعلي وابن مسعود وابن عباس وابن عمر وزيدبن ثابت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

## عورت پر ظلم کا سد باب کس صورت میں ہوسکتا ہے؟

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں جلیل القدر صحابہ کرام ﷺ اور تابعین وائمہ محدثین اور فقہاء کی رائے مختلف ہیں اور ہر رائے کے حق میں قرآن مجید اور آثار صحابہ ﷺ سے استدلال کیا جاسکتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ کس صورت میں عورت پر ظلم کا سد باب ہوسکتا ہے ظاہر ہے کہ عورت پر ظلم اس صورت میں روکا جاسکتا ہے جبکہ چار ماہ گزرنے پر وہ اپنے معاملہ میں خود مختار ہوجائے تا کہ اس کے بعد وہ چاہے تو کسی دوسرے سے نکاح کرے یا اپنے شوہر سے دوبارہ نکاح کرے اس معاملہ میں اس کو پورا اختیار ہو۔

اگر چار ماہ کے بعد بھی وہ عدالتوں کی چکر کاٹتی رہے اور عدالتوں کی محتاج رہے ایسی صورت میں عورت زیادہ عرصہ تک معلق رہ سکتی ہے خصوصاً جبکہ شوہر یا قاضی کی طرف سے طلاق دیدینے کو طلاقِ رجعی قرار دیا جائے ایسی صورت میں شوہر عدت کے اندر رجوع کر کے عورت کو عرصہ دراز تک لٹکا سکتا ہے اور اس صورت میں عورت سے ضرور تکلیف کا ازالہ نہیں ہوسکتا بلکہ عورت اسی طرح شوہر کے ہاتھوں مظالم کا شکار رہے گی۔

## بعض احکام میں ایلاء طلاقِ رجعی کے مشابہ معلوم ہوتا ہے!

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرتا ہے اور قسم کھالیتا ہے کہ میں بیوی کے ساتھ ہمبستری نہیں کروں گا

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۱۶) وبه يقول ابن سيرين ومسروق والقاسم وسالم وابوه سلمة بن عبدالرحمٰن وسليمان بـن طـرخـان التيـمـى وابرهيم النخعى والربيع بن انس والسدى ثم قال انها تطلق بمضى الأربعة الأشهر طـلـقة الرجيعة قاله سعيد ابن المسيب وابو بكر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن هشام ومكحول وربيعة والـزهـرى ومروان بن الحكم وقيل انها تطلق بائنة روى عن على وابن مسعود وعثمان وابن عباس وابن عـمـر وزيـد بن ثابت وبه يقول عطاء وجابر بن زيد ومسروق وعكرمة والحسن وابن سيرين محمد بن الـحـنيفة وابراهيم وقبيصة بن ذوئيب وأبو حنيفه والثورى والحسن بن صالح۔ (ابن كثير ص ٢٦٨ ج١)
وقـال الامـام الـحـافـظ ابن حجر عسقلانیؒ واخرج الطبرى بسند الصحيح عن ابن مسعود وبسند آخر لأبـاس بـه عـن على ان مضت اربعة اشهر ولم يفىء طلقت طلقةالبائنة وبسند حسن عن على وزيد بن ثـابـت مثـلـه وعن جماعت من التابعين من الكوفين من غيرهم كابن الحنفية وقبيصة بن ذوئيب وعطاء والحسن وبن سيرين مثله . (فتح البارى ص ٣٣٧ ج٩)

یہ بعض احکام میں طلاق رجعی کے مشابہ معلوم ہوتی ہے جیسے طلاقِ رجعی میں شوہر عدت کے اندر اپنی بیوی کو رجوع کرسکتا ہے اگر چہ عدت کا بڑا مقصد استبراء رحم ہے ۔مگر طلاقِ رجعی میں یہی عدت شوہر کے لئے ایک مہلت بھی ہوتی ہے اور اس مہلت کے اندر شوہر اپنی بیوی سے رجوع کرسکتا ہے اور اس کے بعد عورت خود مختار ہو جاتی ہے جیسا کہ اس آیت ایلاء کے متصل ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلثة قروء﴾

''اور مطلقہ عورتیں اپنے بارے میں تین حیض تک انتظار کریں (اس کے بعد ان کو دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے)۔'' (بقرہ آیت ۲۲۸)

اور ایلاء کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿للذين يؤلون من نساء هم تربص اربعة اشهر﴾

''ان لوگوں کے لئے جو بیویوں سے نہ ملنے کی قسم کھا لیتے ہیں۔ چار ماہ کی مہلت ہے۔'' (بقرہ آیت ۲۲۷)

البتہ طلاق رجعی اور ایلاء میں ایک فرق یہ ہے کہ ایلاء سے رجوع کی صورت میں صرف کفارہ لازم آتا ہے اور طلاق رجعی میں رجوع سے کفارہ تو لازم نہیں آتا لیکن مرد نے اپنے ایک طلاق کے حق کو ضائع کر دیا پہلے اس کے ہاتھ میں تین (۳) طلاقیں تھیں ۔اب دو (۲) رہ گئیں ۔دوسرا فرق یہ ہے کہ طلاق رجعی میں عدت کے بعد عورت فوراً دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔لیکن ایلاء میں چار ماہ کے بعد عورت تو جدا ہو جاتی ہے۔[1]

مگر وہ اس وقت تک دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک وہ اس کے بعد عدت پوری نہ کرے بلکہ بعض صحابہ کرام اور تابعین تو اس کے بھی قائل ہیں کہ چار ماہ کے بعد عورت دوسرے شخص سے بھی نکاح کرسکتی ہے۔بشرطیکہ اس مدتِ انتظار میں اس کو تین حیض آچکے ہوں ایسی صورت میں عورت پر کوئی عدت نہیں۔[2]

---

[1] قال العلامة القرطبی قلت: واذا تساوی الاحتمال کان قول الکوفیین اقویٰ قیاساً علی المعتدة بالشهود والأقراء اذا کل ذالك أجل ضربه اللّٰه تعالیٰ فبانقضائه انقطعت العصمة وابینت من غیر خلاف ولم یکن لزوجها سبیل علیها الاّ باِذنها فکذالك الاِیلاء حتیٰ لو نسی الفیئی وانقضت المدة لوقع الطلاق واللّٰه اعلم (تفسیر القرطبی ص ۱۱۱ ج۳)

[2] اتفقت المذاهب الأربعة علی أن الزوجة المولی منها تلزمها العدة بعد الفرقة لأنها مطلّقة فوجب أن تعتد کسائر المطلقات وقال جابربن زید وهو مروی عن ابن عباس لاتلزمها عدة اذا کانت قد حاضت فی مدة الأربعة الأشهر ثلاث حیضات. (الفقه الاسلامی وادلته ص ٥٥٤ ج٧)

لیکن صحیح یہ ہے کہ چار ماہ کے گذر جانے کے بعد بھی اپنے شوہر سے دوبارہ نکاح تو کرسکتی ہے مگر دوسرے مرد کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتی جب تک وہ اپنی عدت پوری نہ کرلے۔ واللہ اعلم۔

## ایلاء میں فوری جدائی کے بجائے چار ماہ مہلت کی ایک وجہ!

بیوی کو تنبیہ و تادیب اور ڈانٹ کے سلسلے میں پہلے گزر چکا ہے کہ اس سے کچھ دنوں کے لئے بستر الگ کردینے اور اس سے جنسی تعلقات منقطع کرلینے کی بھی شریعت نے اجازت دی ہے لیکن عارضی جدائی اور قطع تعلق بیوی کیلئے چونکہ سخت دشوار اور تکلیف دہ ہوتا ہے جسکی وجہ سے اس صنف نازک پر نفسیاتی اور اعصابی برے اثرات مرتب ہوسکتے ہیں اور بحیثیت ایک عورت کے اس کی عزت نفس بھی مجروح ہوتی ہے اور دوسری عورتوں کی طعن کا نشانہ بھی بن سکتی ہے۔ اس لئے اگر یہ کیفیت بہت زیادہ عرصہ تک رہے تو پورا خاندان تباہی سے دوچار ہوسکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ صرف خاموش لاتعلقی نہ ہو بلکہ ترک تعلقات و ملاپ سے قسم کھا کر ترک ملاپ اور جدائی کو مزید پکا کردیا ہو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں تھوڑی دیر کے لئے قطع تعلق بھی جان لیوا بن جاتا ہے۔

لیکن دوسری طرف بعض بیویاں سخت اور ترش مزاج ہوتی ہیں اور وہ فخر و غرور کی نفسیات میں مبتلا ہوتی ہیں اور مختلف طریقوں سے اپنے خاوند پر بالادستی حاصل کرنا چاہتی ہیں اور اس کو ذلیل اور اپنے زیر اثر لانا چاہتی ہیں۔ شاید اس لئے ایلاء کی صورت میں شریعت نے میاں بیوی دونوں کو چار ماہ کی مہلت دی کہ وہ اس مہلت کے اندر اپنے طرزِ عمل اور کارکردگی پر نظر ثانی کریں۔

اس لئے ایلاء کی صورت میں نہ بیوی کو آزاد چھوڑا کہ ایلاء یعنی شوہر کے قسم کے فوراً بعد آزاد ہوجائے اور نہ مرد کو آزاد چھوڑا کہ جتنا عرصہ چاہے اپنی بیوی کو لٹکائے اور اس کو ستائے رکھے۔

اس مہلت اور قانون میں دونوں کے لئے ڈانٹ ڈپٹ اور اپنی اصلاح کے مواقع موجود ہیں۔ واللہ اعلم۔

## ظہار کا بیان!

دورِ جاہلیت میں عرب کا رواج تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا کہ: "انت علیّ کظھر امی" تم مجھ پر ایسی (حرام) ہے جیسے "میری ماں کی پشت۔" تو اس طرح کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا تھا اور عورت اس پر ہمیشہ کے لئے ماں کی طرح حرام ہوجاتی اور اس کے بعد رجوع کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا اور اس فعل کو وہ ظہار کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے دورِ جاہلیت کے اس رواج کو منسوخ کردیا۔ جس کے رو سے عورت شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی تھی اور ظہار

کے متعلق پہلی تو تنبیہ فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ جولوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں یہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے بلاشبہ یہ لوگ بہت بری بات اور جھوٹ کہتے ہیں (چاہئے تو یہ تھا کہ اس جھوٹ اور بیہودہ وناپسندیدہ بات پر تمہیں سخت سزا دی جاتی لیکن) اللہ تعالیٰ بہت درگزر کرنے والا اور (بندوں کی خطاؤں) کو بڑا بخشنے والا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ظہار سے متعلق یہ محکم احکامات ارشاد فرمائیں:

﴿والـذيـن يـظّهرون من نساء هم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا ط ذلكم توعـظون به والله بما تعملون خبير o فـمن لم يجد فصيام شهر ين متتابعين من قبل ان يتماسا فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا ط ذلك لتؤ منؤا بالله ورسوله ط وتلك حدود الله ط وللكفرين عذاب اليم o﴾

''اور جولوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے پلٹنا چاہیں تو (خاوند) ایک غلام آزاد کرے۔ قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ اس لئے کہ اسمیں تمہیں (عبرت و) نصیحت حاصل ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہیں۔ پس جو شخص غلام نہ پائے تو وہ لگاتار دو مہینے روزے رکھے۔ اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر (بھی) قادر نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اور منکروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' (سورۂ مجادلہ آیت ۲ تا ۴)

## ظہار کیا ہے؟

کوئی مسلمان اپنی بیوی کو اپنی محرمات 'ابدیہ' یعنی وہ عورتیں جو اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہیں۔ مثلاً ماں، بہن، بیٹی وغیرہ کے ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کا دیکھنا اس کے لئے حلال نہیں اس کو شرع کی اصطلاح میں ظہار کہا جاتا ہے۔[۱]

---

۱ ـ فالحاصل ان الحقيقة الظهار الشرعى تشبية الزوجة أوجزء شائع منها أويعبر به عن الكل بمالا يحل النظر اليه من المحرمة على التأبيد (البحرالرائق شرح كنزالدقائق ص ٠٤ ج٤) (بـاب الـظهـار) وهـو أن يشبـه امـرأتـه أو عـضـوا يعبّر به عن بدنها) كل لرأس والوجه (أوجـزءً شـائعـا مـنهـا) كـالثـلث والربع (بعضولا يحل النظر اليه) كالظهر والفخذ والبطن والفرج والبـطـن والـفـرج لأن الـكـل من معنى الظهر فى الحرمة (من اعضاء من لا يحل له نكاحها على التـأبيـد) كـامـه وبنته وجدته وعمته و خالته وأخته وغيرهنّ من المحرمات على التأبيد لأن الكل كلأم فى التأبيد الحرمة۔(الاختبار لتعليل المختار ص١٦١ ج٣ دار فراس النشروالتوزيع)

## ظہار کے صریح اور کنایہ الفاظ!

جن الفاظ سے ظہار ثابت ہوتا ہے وہ دو قسم کے ہیں۔ صریح اور کنایہ۔

صریح الفاظ: اگر بیوی کو محرمات ابدیہ ماں، بہن وغیرہ کے ایسے اعضاء سے تشبیہ دے۔ جن کا دیکھنا اس کے لئے حلال نہیں جیسے کوئی اپنی بیوی سے یہ کہدے کہ تو مجھ پر میری ماں کی (بیٹی کی طرح ہے) تو یہ صراحتاً ظہار ہے۔

الفاظ کنایہ: اگر اپنی محرمات ابدیہ جیسے بیٹی، بہن اور پھوپی وغیرہ سے تشبیہ دے۔ مگر ان کے کسی عضو کا نام نہ لے۔ مثلاً یوں کہدے کہ تو میری بہن یا ماں کی طرح ہے تو یہ الفاظ کنایہ ہیں جس کی معنی متعین کرنے کے لئے شوہر کی نیت کو دخل ہوگا۔ اگر تشبیہ بھی نہ دے بلکہ یوں کہا کہ تم میری ماں یا بہن ہو یا اس کو آواز دے کہ "اے میری بہن" اس طرح کہنے سے کچھ نہ ہوگا مگر ایسا کہنا گناہ ہے۔[۱]

## الفاظ کنایہ کے اقسام!

الفاظِ کنایہ دو (۲) قسم کے ہیں۔ ایک یہ کہ اسمیں طلاق ظہار اور تکریم وغیرہ کے معنی پائے جائیں۔ جیسے کوئی بیوی سے کہدے کہ تو میری ماں یا بہن کی طرح ہے یا مثل یا اس کے برابر ہو، ایسے الفاظ میں شوہر کی جو بھی نیت ہو وہ قبول ہوگی۔ یعنی اگر ظہار کی نیت ہو تو ظہار ہوگی۔ اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق ہوگی اور اگر صرف یہ نیت تھی کہ اس کی صحبت اپنے اوپر حرام کرنا تھی تو بھی ظہار کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ یہ کہدے کہ یہ الفاظ میں نے تعظیم اور تکریم کے لئے کہے تھے یا یہ کہدے کہ اس سے میری مقصد ماں یا بہن کی ہم عمر اور ہم رنگ وغیرہ ہونے کی تھی تو

---

۱؎ أی الظهار كانت عليّ كظهر أمی )أوامك كذا لوحذف عليّ كما فی النهر(أوراسك كظهری أمی (ونحوه) كالرقبة مما يعبر به عن الكل ( أونصفك) ونحوه من الجزء الشائع ) كظهر أمی اوكبطنها أو كفخذها أوكفرجها ........يصير به مظاهرا) بلا نية لأنه صريح ( قوله لأنه صريح) ظاهرا كلامهم أن الصريح ما كان فيه ذكر العضو) (الدّرالمختارمع ردّالمختار ص ۵۷۵ ج۲) وان نوی بانت علی مثل امی ) اوكامی كذا لو حذف علی خانية برّا أوظهارا او طلاقا صحت نيته)ووقع ما نواه لانه كناية (والّا) ينوی شيئا او حذف الكاف (لغاً) وتعين الادنیٰ البرّ يعنی الكرامة ويكره قوله انت امی يا ابتی يا اختی ونحوه (الدّرالمختار مع ردالمختار ص ۵۷٦الی ۷۷۵ج۲)

اس کوبھی تسلیم کیا جائے گا اور اس سے کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگا۔

دوسرے وہ الفاظ ہیں جن کو تکریم اور تعظیم وغیرہ کے معنی میں نہیں لیا جاسکتا۔مثلاً کوئی اپنی بیوی سے کہدے کہ تو تم مجھ پر ماں کی طرح حرام ہو تو اس میں طلاق،ظہار،اور ایلاء تینوں میں سے جو بھی نیت کی ہے وہی واقع ہوگی اگر کچھ بھی نیت نہ ہو تو پھر ظہار کا حکم دیا جائیگا۔[۱]

## ظہار کا حکم!

۱۔ ظہار واقع ہونے کے بعد عورت شوہر کے نکاح میں ہوتی ہے۔لیکن جب تک اس کا کفارہ ادا نہ کرے اس وقت تک بیوی سے صحبت کرنا،چومنا،گلے لگانا وغیرہ حرام ہے البتہ دیکھنا اور بات چیت کرنا حرام نہیں۔[۲]

۲۔ اگر کوئی شخص ظہار کے بعد بیوی سے بالکل کسی طرح اختلاط نہ کرے اگر چہ کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہے تو نہ کفارہ لازم ہوگی اور نہ نکاح پر کوئی اثر پڑے گا لیکن اس طرح کرنے مین بیوی کی حق تلفی ہوگی اور یہ اس کے ساتھ ظلم ہوگا۔اگر وہ مطالبہ کرے تو شوہر یا تو کفارہ ادا کرکے اپنی بیوی سے اختلاط کرے یا پھر اس کو طلاق دے کر آزاد کردے اور اگر شوہر کفارہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہمبستری نہیں کرتا تو عورت قاضی کے ذریعے شوہر کو کفارہ ادا کرنے یا طلاق دینے پر مجبور کرسکتی ہے۔[۳]

---

۱ ـ وان نـوى بـأنـت عـلـيّ مثل امي ) او كامي كذا لو حذف على خانية برّا أوظهارا او طـلاقـا صـحـت نيتـه)ووقع مانواه لانه كناية .........وبـأنـت عـلـيّ حرام كامي صح مانواه من الظهاراو الطلاق) وتمنع ارادة الكرامة لزيادة لفظ التحريم وان لم ينوى ثبت الادنٰى وهو الظهارفي الاصح۔ ( الدّرالمختار مع ردالمختارص ٥٧٧ ج٢)

٢ ـ وحـكـمـــه حـرمة الـجـمـــا ع ودواعيـــه حتـى يـكفّر.( الاختبـار لتعليل المختـار ص ١٦١ ج٣)

٣ـ ولـلـمرأ ة ان تطالبه باالوطئ ............ وعليها ان تمنعه من الاستتماع حتى يـكـفـروعـلـى الـقـاضـي الـزامـه بالتكفير دفعا للضرر عنها بحبس اوضرب الى ان يكفّر اويطلق. (المختار علىٰ هامش الدرالمختار ص ٥٧٦ ج ٢)

## ظہار کا کفارہ!

کفارہ ظہار کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿والذین یظھرون من نساء ھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا ذلکم توعظون بہ واللہ بما تعملون خبیر فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا﴾

''اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے پلٹنا چاہتے ہیں تو (شوہروں کے ذمے) ایک غلام آزاد کرنا ہے قبل اس سے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ اس لئے کہ اس سے تمہیں نصیحت ہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے پھر جو شخص (غلام یا لونڈی) نہ پائے تو وہ لگاتار دو ماہ روزے رکھے، اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔'' (سورۂ مجادلہ آیت ۳ تا آیت ۴)

## ظہار کے چند مسائل!

ان آیتوں سے ظہار کے متعلق حسب ذیل چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ ان آیتوں میں ایک بات یہ بیان ہوئی ہے کہ جو شخص ظہار کرنے کے بعد اپنی کہی ہوئی بات سے پلٹنا چاہے تو وہ کفارہ ادا کرے۔ پلٹنے اور رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس بات کا عزم اور پختہ ارادہ کرلے کہ وہ بیوی کے ساتھ اختلاط اور مباشرت کو حلال کردے۔ (الدر المختار وغیرہ)[۱]

۲۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص ظہار پر جما رہے اور اپنی بیوی کو اپنی لئے حلال نہ کرنا چاہے تو پھر اس پر کفارہ لازم نہیں کفارہ تب لازم ہوگا جب وہ اپنی بیوی کو پہلے کی طرح حلال کرنا چاہے۔

خلاصہ: یہ کہ جو لوگ ظہار کے بعد اپنے قول اور ظہار پر جمے رہنا چاہتے ہیں اور وہ اپنی بیوی کو اپنے لئے حلال نہیں کرنا چاہتے تو ان پر کوئی کفارہ لازم نہیں البتہ اسلام کسی کو اس بات کی اجازت بھی نہیں دیتا کہ وہ کسی

---

[۱] وعوده) المذکور فی الآیۃ (عزمہ) عزما مؤکدا ........(علی) استباحۃ ( وطئھا) أی یرجعون عمّا قالوا فیریدون الوطی الفراء العود الرجوع وللام بمعنی عن ۔(الدّرالمختار علی ھامش علی ردالمختار ص ٥٧٦ ج٢)

کے حق کوتلف کردے اس لئے شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کی حق تلفی سے اجتناب کرے وہ یا تو کفارہ ادا کرکے بیوی سے پہلے کی طرح اختلاط رکھے یا پھر اس کوطلاق دے کر آزاد کردے۔

اگر کوئی شخص بیوی کولٹکائے رکھے نہ تو کفارہ ادا کرلے اس کی طرف رجوع کرے اور نہ اس کوطلاق دے کر آزاد کرے تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ شرعی عدالت یا پنچائیت کے ذریعے کفارے اور رجوع یا پھر طلاق دینے پر مجبور کرے [۱]۔

جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ آگے آنیوالا ہے۔

۳۔ تیسری بات ان آیتوں سے یہ معلوم ہوئی کہ کفارہ کی ادائیگی سے پہلے بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا یا اس کوشہوت سے چھونا وغیرہ سب جنسی تعلقات ناجائز ہیں۔ [۲]

۴۔ چوتھی بات ان آیتوں میں یہ بتلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اس میں یہ تنبیہ کی گئی اگر کسی نے ظہار کیا پھر کفارہ دا کیئے بغیر میاں بیوی کے درمیان پہلے کی طرح زوجیت کے تعلقات قائم ہیں تو چاہے دنیا میں کسی کو بھی اس کی خبر نہ ہو۔لیکن اللہ تعالیٰ تو بہر حال ان کے اعمال سے باخبر ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔

---

۱ فی الدر المختار : (وللمرأة أن تطالبه بالوطئ) لتعلق حقها به (وعليها ان تمنعه من الاستمتاع حتى يكفّر وعلى القاضى الزامه به ) بالتكفير دفعاَ للضرر عنها والا لزام يكون بحبس اوضرب الى ان يكفّر او يطلق (الدرالمختار ص٥٧٦ ج ٢) قال العلامة وهبة الزحيلي : للمرأة أن يطالب المظاهر بالوطء لتعليق حقها به وعليها أن تمنعه من الاستمتاع حتى يكفر عن الظهار، وعلى القاضي الزامه بالتكفير دفعا للضرر عنها والالزام يكون بحبس أو ضرب الى ان يكفر أو يطلق ( الفقه الاسلامي وادلته ص ٦٠٢ ج٧)

٢ ـ فى الدّر المختار:فيحرم وطؤها عليه ودواعيه للمنع عن التماس الشامل للكل وفى رد المختار( قوله ودواعليه)من القبلة والمس والنظر الى فرجها بشهوة اما المس بغير شهوة فخارج بالاجماع نهر (الدّرالمختار مع ردالمختار ص٥٧٥ ج٢)وقال الزحيلي :يترتب على الظهار الأثار التالية: تحريم الوطئ بالاتفاق قبل التكفير وكذا عند الجمهور غير الشافعية تحريم جميع انواع الاستمتاع غيرالجماع كاللمس والتقبيل والنظر بلذة ماعدا وجهها وكفيها ويديها لسائر بدنها ومحاسنها والمباشرة فيما دون الفرج (الفقه الاسلامى وادلته ص٦٠١ ج٧)

اس تنبیہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کفارہ ادا کئے بغیر بیوی سے اختلاط رکھنا سخت گناہ ہے۔جس نے ایسی غلطی کی اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ توبہ واستغفار کرے اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑائے اور اپنے گناہ کی معافی مانگے اور آئندہ ایسی حرکت سے اس وقت تک باز رہے جب تک کہ وہ اس ظہار کا کفارہ ادا نہ کرے۔(دیکھئے الدرالمختار وغیرہ)[1]

۵۔ ان آیتوں میں کفارے کی تفصیل یہ بتلائی گئی ہے۔کہ گردن آزاد کرنا یعنی ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا

[1] اگر غلام دستیاب نہ ہو تو پھر دو ماہ لگاتار روزے رکھنا۔یعنی دو ماہ ایسے تسلسل سے روزے رکھنا جس میں کوئی ناغہ نہ ہو،اگر دو ماہ کے درمیان ایک روزہ بھی چھوٹ گیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا بلکہ نئے سرے سے دو ماہ روزے رکھنا پڑیں گے۔

لہٰذا کفارہ ظہار کے روزے ایسے وقت میں شروع کرنا چائیں کہ اس مدت میں رمضان المبارک ، عیدالفطر اور ایام التشریق نہ آئیں تا کہ مسلسل روزے رکھے جاسکیں۔[2]

اگر روزے رکھنا بھی بس سے باہر تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا جیسا کہ اس کی پوری تفصیل کفارہ رمضان میں گزرچکی ہے۔

---

[1] فی الدّرالمختار فیحرم وطئها علیه ودواعیه حتی یکفر فان وطئها قبله تاب واستغفر وكفر للظهار فقط۔(الدّرالمختار علی هامش ردّالمختار ص ٥٧٥ الی ص ٥٧٦ ج٢)

فی الدّرالمختار فان لم یجد المظاهر مایعتق صام شهرین متتا بعین قبل المسیس لیس فیها رمضان وأیام نهی عن صومها وكذا كل صوم شرط فیه التتابع (الدّرالمختار علی ردالمختار ص ٥٨٠ تا ٥٨١ ج٢)

[2] وقال الزحیلی وأجمعوا علی ان من صا م بعض الشهر ثم قطعه لغیرعذر وافطر ان علیه استئناف الشهرین لو رود لفظ الكتاب والسنة به ( الفقه الاسلامی وادلته ص ٦١١ ج٧)

فی الدرالمختار (فان افطر بعذر) كسفر كنفاس بخلاف الحیض الاّ اذا أیست (او بغیره او وطئا) أی المظاهر منها أما لو وطئی غیرها وطئا غیر مفطر لم یضر اتفاقا كالوطی فی الكفارة القتل (فیهما) أی الشهرین (مطلقاً) لیلاً أونهاراً عامداً او ناسیا ..........(استناف الصوم لاالاطعام ان وطئها فی خلاله) وفی ردالمختار وقال فی الفتح والعنایة امن جماعها لیلاً عامداً اوناسیا سواء لان الخلاف فی وطئی لایفسدالصوم ای الخلاف بین أبی یوسف وطرافین فعنده جماع المظاهر منها انما یقطع التتابع ان افسد الصوم وعندهما مطلقا لان تقدّم الكفارة علی التماس شرط بالنص ( الدّرالمختار مع ردالمختار ص ٥٧١الی ٥٧٢ ج ٩)

۶۔ ان آیات کی روشنی میں امام ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ کے نزدیک اگر کوئی ظہار کے کفارے میں روزے رکھ رہا ہے اور اس نے اس مدت کے اندر اس بیوی کے ساتھ مباشرت کی جس سے اس نے اظہار کیا ہے تو اس کو نئے سرے سے روزے رکھنا پڑیں گے۔[1]

۷۔ جتنی بیویوں سے ظہار کیا ہے اس پر اتنے ہی کفارے لازم ہونگے اگر چہ اس نے ایک لفظ سے ظہار کیا ہو۔

اگر کسی شخص کی چار بیویاں ہوں اور اس نے سب سے ظہار کیا ہے یا ان میں دو یا تین سے ظہار کیا ہے تو رجوع کی صورت میں اس پر اتنے کفارے واجب ہونگے جتنی بیویوں سے اس نے ظہار کیا ہے اور ان کی طرف وہ رجوع کا ارادہ رکھتا ہے۔[2]

مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر اس نے متعدد الفاظ کے ساتھ بیویوں سے ظہار کیا ہو پھر تو اتنے ہی کفارے لازم ہونگے لیکن اگر بیک لفظ ایک سے زائد بیویوں سے ظہار کیا ہو تو صرف ایک ہی کفارہ کافی ہے۔

---

[1] وقال الزحيلى ومذهب المالكية قريب من الرائى الحنفية ان قطع التنتابع ولو فى اليوم الآخير من الشهر وجب الاستيناف (الفقه الاسلامى ص٦١٢ ج٧)

٢ ۔ فى الدرا لمختار : انتن علىّ كظهر امى ظهار منهن اجماعاً وكفر لكل وقال مالك و احمد يكفيه كفارة واحدة كا لايلاء ۔ وفى ردا لمحتار: فانه لو آلى منهن كان موليا منهن ولزمه كفارة واحدة والفرق عندنا ان الكفارة فى الظهار لر فع الحرمة وهى معددة بتعدّهنّ وفى الا يلاء لهتك حرمة الا سم الكر يم وهو ليس بمتعدد .... (ردالمحتار مع االدرالمختار ص٥٧٧ ج٢) وقال الز حيلى: اذا ظاهر الر جل من اربع نسوة له فعليه عند الحنفيةوالشافعية فى الجديد كما بينا اربع كفارات سواء ظاهر منهن باقوال المختلفة او بقول واحد لا ن الظهار وان كان بكلمة واحدة فانه يتناول كل واحدة من النساء وحدها فصار مظاهرا من كل واحدة منهن وبما ان الظهار تحريم لا ير تفع الا بالكفارة فاذا تعددالتحريم تتعدد اللكفارة؛وليس عليه اكثر من كفارة واحدة اويجزئ كفارة واحدة اذاكان مظاهرا بكلمة واحدة عند الما لكية والحنا بلة ۔اما ان ظاهر من نسائه بكلمات فقال لكل واحدة انت علىّ كظهر امى فان كل كلمة تقصى كفارة تر فعها وتكفر اثمها فتعدد اللكفارة بتعدد الظهار من كل امر أةٍ......والر اجح لدى هو الر اى الاول لان محل الظهار متعدد، فتعدد الكفارة (الفقه الاسلا مى وادلته ص ٦٠٦-٦٠٧ ج٧ )

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اگر بیک لفظ بھی ظہار کیا ہے پھر بھی متعدد کفارے لازم ہونگے۔ سب کے لئے ایک کفارہ کافی نہ ہوگا۔

## کفارہ میں مسکینوں کو کھانا کھلانا!

ظہار کے کفارہ میں ساٹھ دن روزہ رکھنے پر قادر ہونے کے باوجود مسکینوں کو کھانا کھلانے سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ البتہ کسی دائمی بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے رکھنے کی طاقت نہ رہے تو کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کو درمیانی درجہ کا کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ساٹھ مسکینوں کو جو بالغ ہوں یا حد بلوغ کے قریب ہوں ان کو دو وقت کھانا کھلانا واجب ہے۔خواہ ایک دن میں ان سب کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا دو دنوں میں انہی مساکین کو ایک ایک وقت کا کھانا کھلا کر ہر ایک کو پورے دو وقت کا کھانا کھلائے۔

۲۔ ایک سو بیس فقیروں کو ایک وقت کا کھانا کھلایا یا ایک وقت میں ساٹھ مسکینوں کو پھر دوسرے وقت دوسرے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا تو اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس نے جن فقیروں کو ایک وقت کا کھانا کھلایا ہے انہی مسکینوں کو دوسرے وقت کا کھانا بھی کھلائے کیونکہ مسکین کو کھانا کھلانے میں ضروری ہے کہ ایک ہی فقیر کو دو ۲ وقت کا کھانا کھلایا جائے۔

۳۔ ایک ہی فقیر کو ساٹھ دن دو وقت کھانا کھلایا یا دو ۲ فقیروں کو تیس دن دو وقت کھلائے یا پانچ مسکینوں کو بارہ دن دو دو وقت کا کھانا کھلائے۔

غرض یہ کے ساٹھ مسکینوں کی تعداد جس طرح پوری ہو جائے خواہ ایک کو ساٹھ دن کھلایا یا دس کو تین دن کھلایا۔خواہ لگا تار کھلائے یا درمیان میں ناغہ کر کے کھلائے بہر حال کفارہ ادا ہو جائیگا۔ بشرطیکہ ہر فقیر کو پیٹ بھر کر دو وقت کا کھانا مل جائے۔

۴۔ کفارہ میں اناج، غلہ یا اس کی قیمت دینا بھی درست ہے لیکن اس میں بھی یہ ضروری ہے کہ فقیروں کی تعداد پوری کی جائے اور ہر فقیر کو صدقہ فطر کی مقدار کے برابر غلہ یا اس کی قیمت دیدی جائے۔

۵۔ اگر کسی شخص نے ایک ہی فقیر کو ساٹھ دنوں کا اکھٹا غلہ یا قیمت ایک ہی دن میں دیدی تو یہ صرف ایک ہی فقیر میں شمار ہوگا۔اب اس پر لازم ہے کہ انسٹھ (۵۹) فقیروں میں سے ہر ایک کو صدقہ فطر کے برابر غلہ یا اس کی قیمت دے۔

اسی طرح اگر کوئی حساب لگا کر کفارہ کی اناج یا قیمت کو تھوڑا تھوڑا کر کے ساٹھ کے بجائے سو، دوسو فقیروں میں بانٹ دے۔اس سے بھی کفارہ ادا نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ ساٹھ مسکینوں میں سے ہر فقیر کو صدقۂ فطر کے برابر اناج وغلہ یا اس کی قیمت دینا لازم ہے۔

۲۔ ایک ہی فقیر کو ساٹھ دنوں میں روزانہ ایک دن کا صدقۂ فطر کے برابر غلہ یا اس کی قیمت دی۔یا دو فقیروں کو تیس دن میں یا پانچ فقیروں کو بارہ دن میں روزانہ ایک ایک دن کا صدقۂ فطر کے برابر غلہ یا اس کی قیمت دیا کرے تو بھی کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔خلاصہ یہ کہ ایک دن میں فقیر کو ایک ہی دن کا غلہ یا اس کی قیمت دینی چاہئے۔[۱] واللہ اعلم۔

---

۱ے (فـان عـجـز عـن الـصوم) لمرض لا يرجى برؤه أو كبر( أطعم ستين مسكينا) ولو حـكما ولا يجزى غير المراهق بدائع(كالفطرة) قدراً ومصرفاً (أوقيمة ذالك) من الغير المنصوص اذالـعـطف لـلـمـغـايرة (وان) أراداالاباحة (فغدهـم وعشائهـم ) أو غدّاهـم واعطاهـم قيمة العشاء أو عـكسـه أو اطـعـمهـم غـدائيـن أوعشائين أو عشاء وسحوراً وأشبعهـم (جاز) (كما) جاز لو اطعم واحـداً ستيـن يوما ) لتجدّدالحاجة (ولو أباحة كل الطعام فى يوم واحد دفعة أجزأ عن يومه ذالك فقط اتفاقاً ) الدّرالمختار على هامش ردالمختارص ٥٨٢ الى ٥٨٣ ج٢)

قال الزحيلى :فقدأجمع اهل العلم على ان المظاهر اذا لم يجد الرقبة ولم يستطع الصيام أن فرضه اِطعام ستين مسكينا على ماأمراللّه تعالىٰ فى كتابه وجاء فى سنة نبيه صلى اللّه عليه وسلم سواء عجز الصيام لهرم أو مرض يخاف بالصوم تباطؤه الزيادة فيه اولحوق مشقة شديدة أولشبق فلا يصرفيه عن الجماع فان أوس بن الصامت لما مرأمره رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم بالصيام قالت امرأته: يارسول اللّه انه شيخ كبير مابه من صيام "قال فليطعم ستين مسكيناً" ولما أمر سلمة بن صخر بالصيام قال "وهل أصبت الذى أصبت الّامن الصيام ؟ قال فاطعم فنقله الى الاطعام لما أخبر أن به من الشبق والشهوة ما يمنعه من الصيام وقِس على هذين ما يشبهما فى معناهما........والمرض الذى يبيح الانتقال عن الصيام الى الاطعام: هو عندالجمهور الذى لايرجى برؤه.........(قدرالطعام) رأى الحنفيه يعطى لكل مسكينا مدان أى نصف صاع من القمح وصاع من تمر أو شعير كالفطرة قدراً ومصرفاً لقول النبى صلى اللّه عليه وسلم فى حديث سلمة بن صخر :فأطعم وسقاً من تمر" وفى رواية "فأطعم عرقاً من تمر ستين مسكيناً والعرق ستون صاعاً والصاع (٢٧٥١غم) الفقه الاسلامى وادلته ص٦١٤ الى ٦١٥ ج٧)